بسم اللہ الرحمن الرحیم

شعبہائے زندگی میں دین کا احیاء

اسلامی طریقۂ تجارت

(چوتھا حصہ)

مالیات وحسابات اور ضمیمہ جات

(جماعتِ علماء، رفقاء وتجار کی کاوش)

منگل، ۲۹ مارچ، ۲۰۱۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شعبہائے زندگی میں دین کا احیاء

اسلامی طریقۂ تجارت

(چوتھا حصہ)

مالیات وحابات اور ضمیمہ جات

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم 1

شعبہائے زندگی میں دین کا احیاء 1

باب نمبر تیئیس 32

اسلامی مالیات کے انتظامات 32

پہلی فصل: تجارت کیلئے سرمائے کا حصول 33

کاروبار کے لئے سرمایہ کے حصول کی تدابیر 33

○۱ سادگی 33

○۲ قناعت 34

○۱ مشارکہ 34

○۲ مضاربہ 34

○۳ قرض حسن 34

○۴ مالی معاونت، ہدیہ 34

○۵ وراثتی مال 34

○۶ استصناع (چیز بنانے کیلئے خریدار سے پیشگی قیمت کا حصول) 34

○۷ مرابحہ 35

○۸ بیع سلم 35

○۹ کرایہ داری 35

○۱۰ عاریۃ 35

○۱۱ ہدیہ ومالی معاونت 35

○۱ مشارکہ 35

مشارکہ کا تعارف 35

مشارکہ کے بنیادی قواعد 37

منافع کی تقسیم 38

نفع کی شرح 38

نقصان میں شرکت 39

سرمایہ کی نوعیت 39

مشارکہ کی تنظیم 39

مشارکہ کو ختم کرنے کا طریقہ 40

کاروبار ختم کئے بغیر مشارکہ ختم کرنا 41

۲. مضاربہ 42

مضاربہ کا کاروبار 44

منافع کی تقسیم 44

مضاربہ کو ختم کرنا 45

مشارکہ اور مضاربہ کا اجتماع 46

مشارکہ اور مضاربہ کے چند بنیادی اصول 47

مسائل: 47

۳. قرض حسن 51

قرض خواہ کے آداب 52

مقروض کے آداب 53

مسائل: 55
۴. مالی معاونت وہدیہ 56
5○ استصناع یعنی چیز بنانے کیلئے خریدار سے پیشگی قیمت کا حصول 57
استصناع بطور طریقہ تمویل 57
۶○ مرابحہ 59
۷. بیع سلم 60
۸. اجارۃ (کرایہ داری) 61
اجارہ کی پہلی قسم 62
اجارہ کی دوسری قسم 63
(أ) اجارہ (لیزنگ) کے بنیادی قواعد 64
مثال: 65
مثال: 66
کرائے کا تعین 66
مثال: 66
(ب) اجارہ یعنی اجرت پر لینے دینے اور کام کرنے کا بیان 67
کرایہ پر لینا یا دینا 68
مسائل: 68
اجارہ میں خیار شرط، خیار رؤیت اور خیار عیب 70
اجارہ باطل کا بیان 70
مسئلہ: 72
مسئلہ: 72
ت- پڑھنے کے لئے کوئی کتاب کرایہ پر لی تو یہ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔ 73
اجارہ فاسد کا بیان 73
۱○ اجرت یا منفعت میں جہالت یا تردد ہو۔ 73
۲○ اجرت میں جہالت: یعنی اجارہ کا معاملہ کیا لیکن یہ طے نہیں کیا کہ اجرت کتنی ہو گی۔ 73

مسائل: 73

٣○ اجرت کی مقدار میں تردد ہو 74

مسئلہ: 74

٤○ منفعت کی مقدار مجہول ہو 74

مسائل: 74

اجرت مال مباح نہ ہو 74

عقد اجارہ میں کسی حرام بات کو شرط کیا 75

عقد اجارہ میں سود کا شبہ ہو 75

اجرت وہ چیز ہے جو اجیر کے عمل سے حاصل ہو 76

مسئلہ: 76

عقد اجارہ میں شرط فاسد طے کی ہو 76

شے ختم ہوئے بغیر اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ ہو 76

تاوان لینے کا بیان 76

مسائل: 76

اجارہ کے توڑ دینے کا بیان 77

مسائل: 77

.٩ عاریۃ 78

عاریت کی تعریف 78

عاریت کی مشروعیت 79

عاریت پر لینے کے آداب 83

دوسری فصل: غسیل الاموال کا حکم اور حرام مال سے چھٹکارے کا طریقہ 84

حرام مال کھانے پر توبہ کرنا 89

حرام مال سے چھٹکارے کا طریقہ 90

ناجائز وحرام مال سے پیچھا چھڑانا 90

پہلے مرحلہ میں : مال حرام کی تحدید کرنا 91

۱. حرام مال جس کی تحدید ہوسکے 91

۲. حرام مال جس کی تحدید نہ ہوسکے 91

۳. حرام مال جس کی ادائیگی بس سے باہر ہو 91

دوسرا مسئلہ: کیسے خرچ کرے ؟اور کہاں کرے؟ 93

تیسری فصل: موجودہ سودی بینکاری نظام کی مضرتیں اور نقائص 94

سودی کاروبار سے جنم لینے والے نقصانات 94

چوتھی فصل: مسلمان تاجر کی نقد رقوم وقیمتی اشیاء کی حفاظت اور استعمال کی اسلامی ترتیب 96

اسلامی معاشرہ میں امانت کا تصور 96

اسلام میں امانتوں کے سنبھالنے کا کام متقی وامانت دار طبقہ کے ذمہ 98

اور امانت کے اہل لوگوں کو تلاش کرنا اصحاب امانت کی ذمہ داری 98

معاشرے کے متقی اور دیانت دار طبقہ کی ذمہ داری 99

اہل امانت جنت کے وارث 100

امانت کی ادائیگی مومنوں کی خاص علامت 100

حاجت سے زائد تجارتی سرمایہ کو تصرف میں لانے کی اسلامی صورتیں 101

مضاربت(مضاربہ) 101

شرکت(پارٹنر شپ) 102

شرکت اور مضاربۃ میں دشواریاں: 103

امانت رکھنے،رکھوانے کے آداب ومسائل 108

امانت رکھنااور اس کواستعمال کرنا 108

امانت کی حفاظت اور نقصان کی ضمان 109

اشیاء کو امانت رکھوانا 112

امانت کو استعمال میں لانا 113

مال امانت سے اپناحق وصول کرنا 114

تجارت کی غرض سے امانت کو قرض لینا 114

امانت کے ذریعے تجارت کرکے اس سے حاصل شدہ نفع کاحکم 115

امانت سے فائدہ اٹھانے کی اجرت وکرایہ 116
اسلامی مالیاتی ترتیب کو اختیار کرنے کے مسائل اور ان کے حل کی تجاویز: 116
پانچویں فصل: اسلامی نقدی 118
اَ. اسلامی معاشرے کی ذمہ داری دینار وقنطار کی حفاظت 118
سکہ یا کرنسی یا نقدی 118
تعریف 118
نقدی بننے کی اہلیت 118
اقسام 118
۱○ اسلام میں اموال کی حفاظت کا حکم 119
۲. امانت کی حفاظت اور اس میں خیانت کے ارتکاب کی ممانعت 119
۳○ امانتیں امانت کے اہل طبقے کے ہی سپرد کی جائیں 122
ب. قرن اول میں اسلامی سکوں کا اجراء 123
دور نبوی میں سکہ کا استعمال 124
خلافت فاروقی وعثمانی میں اسلامی سکہ 124
خلیفہ عبدالملک بن مروان کا نئے سکوں کا اجراء 125
ت. کاغذی کرنسی اور اس کے نقصانات 126
مرجہ کاغذی نقدی (کرنسی) کی ابتداء 127
بینکوں کی خیانت 127
کاغذی کرنسی کی کم مائیگی 127
افراط زر 128
تعریف 128
زمبابوے میں اتنے زیادہ نوٹ چھاپے گئے کہ سن ۲۰۰۸ میں ۱۰۰.بلیین ڈالر میں صرف تین انڈے خریدے جاسکتے تھے 128
بریٹن وڈز کا معاہدہ 129
دوسری جنگ عظیم کے اختتام کے قریب ۱۹۴۴ میں بریٹن ووڈز کے مقام پر ہونے والی اس کانفرنس کے نتیجے میں آئی۔ایم۔ایف اور وڑلڈ بینک وجود میں آئے۔ 129

اس معاہدے کے مطابق ۳۵ امریکی ڈالر ایک اونس(ٹرائے اونس)سونے کے برابر طے پائے تھے اور امریکہ ۳۵ڈالر کے عوض اتنا سونا دینے کا پابند تھا۔دنیا کی دیگر کرنسیوں کی قیمت امریکی ڈالر کے حساب سے طے ہوتی تھیں۔اس معاہدے میں بڑی چالاکی سے سونے چاندی کی بجائے ڈالر کو کرنسی کا معیار مقرر کیا گیا یعنی سونے کی بجائے یعنی گولڈ سٹینڈرڈ کی آڑ میں ڈالر اسٹینڈرڈ لایا گیا۔مگر ۱۹۷۱ء میں خود امریکہ اپنے اس وعدے سے یک طرفہ مکر گیا (جسے نکسن شوک کہتے ہیں)کیونکہ وہ کاغذی ڈالر چھاپ چھاپ کر اس کے بدلے عربوں سے اتنا تیل خرید چکا تھا کہ عرب اگر ڈالر کے بدلے سونے کا مطالبہ کر دیتے تو امریکہ اپنا پورا سونا دے کر بھی یہ قرض نہ چکا سکتا تھا۔۱۹۷۱ کے اس امریکی اعلان سے عربوں کے اربوں ڈالر کاغذی ردی میں تبدیل ہو گئے۔دنیا بھر میں ہونے والے اس نقصان کا سارا فائدہ امریکہ کو ہوا۔۱۹۷۱ء کے بعد دھاتی کرنسی یاہاڑڈ کرنسی کا دور ختم ہو گیا اورفیٹ کرنسی نے مستقل جگہ بنا لی۔ 129

ث۔ موجودہ کرنسی نظام کی خرابیاں اور اس کی مضرتیں 129

پہلے زمانے میں لوگوں کی ضرورت اشیاء کے تبادلے سے پوری ہوتی تھی۔ایک خاندان نے گیہوں پیدا کیا اور ایک نے کپاس ایک نے کپڑا بنایا۔ایک دوسرے سے چیزیں تبدیل کر کے لوگ اپنی ضرورت پوری کرتے تھے۔بعد میں اسکی جگہ سونے اور چاندی کا چلن ہو گیا او ر اس سے لین دین ہونے لگا۔اس میں خریدنے اور فروخت کرنے والوں کو فائدہ ہوتا تھا کیونکہ گلہ پیدا کرنے میں بھی محنت ہوتی ہے اور سونا چاندی نکالنے میں محنت درکا ر ہوتی ہے دونوں فریق کو فائدہ ہوتا ہے اور کوئی کسی پر اجارہ داری نہیں چلا سکتا ہے۔آج بھی پیداوار کرنے میں اور کام کرنے میں محنت لگتی ہیں مگر اس کو خریدنے والے چند کاغذ میں لے لیتے ہیں جسکو بنانے میں محنت نہیں لگتی بلکہ پریس میں چھاپ لیا جاتا ہے۔ 129

ڈالر اور دوسری کرنسیوں کا معیار سونے چاندی پر نہیں ہے بلکہ دھوکہ پر مبنی ہے۔خلافت عثمانی کی بقا تک دنیا کے زر تبادلہ کی بنیا د اسلام کے طے کردہ نصاب سونے اور چاندی پر قائم تھا۔پوری دنیا کے لین دین کا نظام سونے چاندی کے معیار پر مبنی تھا۔کاروبار میں منافع محسوس اشیاء سے حاصل ہو رہا تھا۔دولت کی تقسیم ہو رہی تھی۔خوش حالی عوام اور ریاست کا مقدر تھی۔ 130

بازار میں سے تو لوگوں کے محنت اور جان فشانی سے بنائے پروڈکٹ حاصل کئے جاتے ہیں مگر جب انکی قیمت ادا کی جاتی ہیں تو وہ محنت کی بنیاد پر بلکہ کاغذی کرنسی (فیٹ کرنسی) سے بدلہ دیا جاتا ہے جس کا حقیقت میں کوئی صحیح معیار نہیں ہے اور یہ وقت کے ساتھ ساتھ کمزور ہو جاتی ہے۔۱۹۳۰ تک کرنسی کا معیار سونے چاندی پر مبنی تھا اسکے بعد یہ معیار امریکہ کے ڈالر نے لے لیا جس کی قیمت اس وقت ۲۰ ڈالر ایک اونش سونے کے برابر تھی اور یہ قیمت لگ بھگ ۱۵۰ سالوں سے ایک ہی چلی آرہی تھی کیونکہ سونے کو چھاپا نہیں جا سکتا بلکہ محنت سے زمین سے حاصل کیا جاتا تھا۔۱۹۴۴ میں برٹن ووڈز معاہدا ہوا جس میں سونے کی جگہ امریکہ ڈالر کو دنیا کے لیے زر تبادلہ کے لے معیار مقرر کیا گیااور یہیں سے عالمی بینک اور آئی ایم ایف اداروں کا عمل وجود میں آیا،اس وقت ڈالر کی قیمت ۳۵ ڈالر ایک اونس سونے کے مساوی طے کی گئی تھی۔۱۹۷۱ میں تو یہ معیار ختم کر دیا اور امریکہ اپنی مرضی سے ڈالر چھاپنے کا کام کرنے لگا۔اسی دوران اس نے انھیں ڈالروں کی قیمت سے عربوں کا تیل خریدا اور انکی دولت کو ردی میں تبدیل کر دیا۔کریل اور نیم چڑا وہ بہت کڑوا ہوتا ہے اسی پھل کے زہریلے اثرات آج دنیا جھیل رہی ہے۔کرنسی کو بنا معیار کے چھاپنے سے اس کو قوت خرید کم ہوجاتی ہے۔۲۰۰۸ میں جمباوے نے کرنسی کو دور کرنے کے لیے بے حساب کرنسی چھاپ لی جس سے اسکی قیمت میں گراوٹ آگئی ،اس کرنسی سے ۱۰۰ بلین ڈالر سے اس وقت صرف تین انڈے خریدے جا سکتے تھے۔تاریخ میں بھی دہلی سلطنت کے محمد تغلق نے سکہ بنانے کی اجازت دے دی تو گھر گھر سکہ بنانے کا کا م ہونے لگا۔تاریخ داں برنی نے لکھا ہیں کہ میں نے دہلی میں سکوں کے ڈھیر کوڈوں پر دیکھے۔ 130

دولت کی تخلیق 130

کیا دولت تخلیق بھی کی جا سکتی ہے؟ اسکا جواب ہے ہاں۔ 130

بلا شبہہ سونا تخلیق نہیں کیا جا سکتا نہ چاندی تانبہ پیتل اور کانسی۔مگر محنت کر کے اچھی فصل حاصل کی جا سکتی ہے جسے دھاتی کرنسی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔اسی طرح محنت کر کے ٹیکنولوجی میں ترقی کر کے ایسی اشیا بنائی جا سکتی ہیں جو مارکیٹ میں اچھی قیمت دے جائیں۔محنت کر کے سونے چاندی کی کانوں سے دولت حاصل کی جا سکتی ہے۔مگر ڈالر چھاپنے میں کوئی خاص محنت صرف نہیں ہوتی اور چھاپنے والوں کو یہ دولت بغیر محنت کے مل جاتی ہے۔یعنی محنت کر کے دولت حاصل کرنا اور دولت کمانا کہلاتا ہے اور یہ حق ہر ایک کو حاصل ہے۔مگر بغیر محنت کے دولت تخلیق کرنے کا نا جائز حق محض چند لوگوں کو حاصل ہے جو بے حد امیر ہو چکے ہیں۔ 130

اگر دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ پچھلے دو ہزار سالوں میں اٹھارہ سو سالوں تک دنیا کا سب سے امیر ملک ہندوستان بر صغیر رہا ہے۔اس کے بعد چین کا نمبر آتا تھا۔ان ممالک میں محنت کرنے کے بھر پور مواقع موجود تھے اور خطیر مقدار میں پیداوار ہوتی تھی۔ان ممالک کا تجارتی سامان دنیا کے دور دراز علاقوں تک پہنچتا تھا۔لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب کرنسی دھاتی ہوتی تھی۔کاغذی کرنسی کے نظام نے محنت کرنے والوں کو شرح تبادلہ کی شعبدہ بازی کی وجہ سے نہایت غریب کر دیا ہے جبکہ کاغذی کرنسی چھاپنے والوں اور اسکے سہارے ایکسچینج ریٹ کنٹرول کرنے والے ممالک نہایت ہی امیر ہو گئے ہیں۔ 131

۱۹۹۷ میں ایک سازش کے تحت ملیشیا کی کرنسی رنگٹ کی قدر اچانک گر کر تقریباً آدھی رہ گئی۔اس پر ملیشیا نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ سارے اسلامی ممالک سونے کا دینار خود بنائیں اور آپس کے لین دین کے لئے امریکی ڈالر کی بجائے سونے کا دینار استعمال کریں۔مہاتیر محمد نے اعلان کیا تھا کہ ۲۰۰۳ کے وسط تک وہ یہ دینار جاری کر دیں گے۔ظاہر ہے کہ اگر ایسی سونے کی کرنسی میں لین دین کا رواج آ گیا تو شرح تبادلہ کی ضرورت ختم ہو جائے گی جس پر مغربی ممالک کی ثروت کا انحصار ہے لیکن کچھ اپنوں کی سادگی، کچھ غیروں کی عیاری آڑے آئی ، جس نے ملکی سطح پر دینار جاری ہونے کو رکوا دیا۔البتہ ملیشیا کی ایک اسٹیٹ "کیلانتن" نے ۲۰ ستمبر ۲۰۰۶ کو سونے کے دینار جاری کئے جنکا وزن ۴.۲۵ گرام ہے اور یہ ۲۲ قیراط سونے سے بنے ہوئے ہیں۔ 131

عراق نے بھی یہ کوشش کی تھی کہ اس کو تیل کا معاوضہ امریکی ڈالر کی بجائے کسی اور کرنسی میں دیا جائے۔یہ مروجہ کاغذی کرنسی کی مقبولیت پر براہ راست وار تھا۔جو ناقابل معافی جرم قرار پایا۔ 131

اگر آج بھی کاغذی کرنسی کی جگہ سونے چاندی کو خرید و فروخت کے لئے کرنسی کی طرح استعمال کیا جائے تو پاکستان، ہندوستان اور چین کا شمار امیر ترین ملکوں میں ہونے لگے گا۔ 131

(ماخوذ از وکیپیڈیا سے) 131

فیڈرل ریزرو نامی ادارہ کا کردار 131

ج. اسلامی نقدی کا احیاء 134

مال کی حفاظت کے اصول اور اس بارے میں احساس ذمہ داری 135

اسلامی دینار ودرہم کے احیاء کی ضرورت 138

موجودہ دور میں حقیقی نقدی کی ترویج کے لئے کوششیں 139

أ. **ملیشیا میں سونے کا دینار** 139

ب. **متحدہ عرب امارات میں اسلامی دینار** 141

ت. **انڈونیشیا کا اسلامی سکوں کی طرف ایک قدم** 141

طلائی ونقرئی نقدی کے فوائد 141
اسلامی دینار کا وزن اور قیمت 142
اسلامی دینار ودرہم کی شکل وصورت 143
سکوں پر جغرافیائی معلومات 145
سکوں پر تاریخ اجراء کا اندارج 145
حقیقی نقدی درہم دینار کا دوطرفہ اور اجتماعی لین دین کا طریقہ 146
دینارو درہم سے خریداری کرنے کے مسائل 146
باب نمبر چوبیس 148
اسلامی حساب کتاب کے انتظامات 148
پہلی فصل:اسلام میں حساب کتاب کا تصور 149
(ذیل کا مضمون " فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ " تالیف الشیخ سامر مظہر قنطقجی سے ماخوذ ہے) 149
حساب کتاب کی تعریف: 149
محاسب کے معنی میں 149
حساب کتاب کے مستقل ہونے کے بارے میں 150
اللہ تعالی نے حساب نفس میں مقابلے کے مبدء کو بیان فرمایا 150
محاسبہ کا گنتی اور اعداد وشمار کے معنی میں اورپھر جزاء وعقاب کے معنی میں بھی ذکر آیا ہے 150
اسی طرح حساب کتاب اور اس کو سیکھنے کے معنی میں بھی ذکر ہے 151
تصدیق اور گواہ بنانے کے معنی میں 151
حساب کرنے کی سرعت وتیزی کی معنی میں 152
آیت مداینت نے حسابی اصول وضوابط کو تفصیل سے بیان کیا ہے 152
حساب کتاب سنت نبویہ میں 153
(درج بالا مضمون " فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ " تالیف الشیخ سامر مظہر قنطقجی سے ماخوذ ہے ص۳۳-۳۷) 154
قرن اول میں حساب وخزانہ کی ترتیب 154
خزانہ وبیت المال 154
افراد خانہ اور ادارہ کے کارکنوں میں مال وانعام وبونس کو تقسیم کرنے کیلئے رہنمائی 155

ماہر ودیانت دار محاسبین وکاتبین کا تقرر 158

شعبۂ حسابات وخزانہ کی تعمیر کیلئے کفایت شعاری 158

تاریخ ایجاد کرکے حساب کتاب کی ضرورت کو پورا کرنا اور رجسٹر وحسابی کتابوں کی تیاری 159

مرکزی بیت المال میں اموال کی مقدار جن کا حساب رکھا جاتا 159

بیت المال کی حفاظت کے اصول اور اس بارے میں احساس ذمہ داری 160

حساب کتاب اسلامی فقہ میں 162

- احصائیات اور مردم شماری کا مرحلہ 162
- تدوین یعنی رجسٹروں وکتابوں کی تیاری کا مرحلہ 163
- دیوانوں اور رجسٹروں کی عربی میں منتقلی 164
- حسابی اصول وقواعد وضع کرنے کا مرحلہ 164

جامع اور کامل ومکمل اسلامی نظام معاشرہ کا راز 164

نہج کے لحاظ سے یکسانیت 165

(درج بالا مضمون " فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ " تالیف الشیخ سامر مظہر قنطقجی سے ماخوذ ہے ص۳۳-۳۷) 165

دوسری فصل: حساب کتاب کے لئے اسلامی تعلیمات 166

اسلامی علم محاسبہ (حساب داری۔حساب کتاب)کی تعریف 166

علم حساب داری کے اصول قرآن حدیث سے 166

- اسلام میں علم حساب داری کی اہمیت 166

أ. اموال کی حفاظت ونگرانی۔ 167

ب. سرگرمیوں کا ثبوت اور ان کا اندراج۔ 167

ت. حسابی عمل، مبنی بر عدالت وانصاف ہو۔ 167

ث. ثبوت ودلائل کے ذریعےاختلافات میں گواہ بننے کی قابلیت۔ 167

ج. پیسوں کی نقل وحرکت کی نگرانی (آمدنی وخرچ اور وصولی وادائیگی پر قابو پاکر) 167

ح. نفع ونقصان کے ذریعے سرگرمیوں کے نتائج کا تعین (امام صاحب نے سرگرمیوں کے نتائج کو کمائی کے ثمرہ سے تعبیر کیا ہے جو حسابی عمل کے جمود کو زیادہ ختم کرتا ہے) 168

خ. حسابی عمل سے متاثر ہونے والے تمام فریق کے حقوق کی نگرانی۔ 168

د. حسابی عمل قابل وضاحت ہو۔ 168

ذ. حسابی عمل عند الضرورۃ،ثابت کئے جانے کے قابل بھی ہو۔ 168

- اسلام میں حساب کتاب کے علم کی ابتداء 168

(www.kantakji.kantakji@kantakji.org, org.org 170

- اسلامی حساب کتاب کے معاملات کی فقہ کے اہم اصول وضوابط 170

مال کے متعلق اسلام کا تصور اور اس کے متعلقہ اصول 170

مال کے ناجائز استعمال کی ممانعت 171

سرمایہ اور اس کے لین دین کا طریقہ 172

مال کا اپنا کوئی کردار نہیں 172

ادھار فروخت یا قرض کا لین دین : 173

أ. دین یعنی ادھار۔ 175

ب. ادھار کی مقدار۔ 175

ت. ادھار کی مدت۔ 175

ث. ادھار کو لکھنے والے۔ 175

ج. لکھنے میں عدل وانصاف۔ 175

ح. کس کی وضاحت واقرار حساب میں درج کرنے کیلئے قابل اعتبار ہوگی۔ 175

خ. مخصوص حالات۔ 175

د. گواہ۔ 176

ذ. لکھنے سے مقصود۔ 176

ر. استثنائی حالات وغیرہ۔ 176

جدید ومنفرد مالی اصول وقواعد 176

زکوٰۃ کیلئے الگ اصول ومصارف 176

میراث کیلئے الگ قواعد 176

حلال حرام کا قانون اور اس کی پابندی کی تعلیم 177

شریعت اسلامی نے "علم حساب داری" کا پورا احاطہ کیا ہے اس کے قواعد چودہ سو سال سے آزمودہ ہیں 177

اسلامی حساب کتاب پر مشتمل سب سے پہلا مجموعہ 178
محاسب کیلئے حساب کتاب میں شریعت کی پابندی بھی ضروری ہے 178
فقہاء کا علم حساب کتاب کو مختلف ناموں سے موسوم کرنا 179
حساب کتاب میں شرعی پابندیوں سے بچنے کیلئے یہ دعوی کہ اسلام میں علم حساب کتاب نہیں ہے 179
اسلامی حساب کتاب کی بنیاد قرآن وحدیث ہے 179
- ہر ادھار معاملہ کو لکھاجائے 181
حساب کتاب کے لکھنے کے فائدے 181
ا) یہ لکھنا اللہ کے نزدیک زیادہ قابل انصاف چیز ہے۔ 182
۲) گواہی کی ضرورت کے لئے زیادہ درست رکھنے والی کارآمد چیز ہے۔ 182
۳) اور شبہ سے بچنے کے زیادہ قریب ہے۔ 182
اسلامی حساب کتاب عدل وانصاف مہیا کرنے اور اموال کے تحفظ کا ذریعہ 182
اسلامی حساب کی خصوصیات جو کہیں اور دستیاب نہیں 183
اسلامی حساب کے لکھنے اور درج کرنے میں پورا انصاف مہیا ہوتا ہے 183
دوسری قوموں کے مقابلے میں ذمہ داری 183
اسلام نے حساب کتاب کو خصوصی اہمیت کیوں دی 184
ا○ وہ چیزیں جنہیں شریعت اسلامی نے فرض کیا ہے یہ وہ امور ہیں جو نص قرآنی اور سنت نبویہ نے فرض کئے ہیں اور فقہاء نے اس پر اجماع کیا ہے، من جملہ ان کے: 184
(ا) دین یعنی ادھار کو لکھنا۔ 184
(۲) عقود معاہدات کو لکھنا اور ان کا ایفائے عہد کرنا۔ 184
(۳) مندرجہ ذیل کی ترتیب سے افراد اور اداروں کازکوۃ کا حساب بنانا:۔ 184
- عالم اسلام کا حساب کتاب کیلئے کام اور اس کا ارتقائی نقشہ 185
حساب کتاب اسلامی فقہ میں 185
- احصائیات اور مردم شماری کا مرحلہ 186
- تدوین یعنی رجسٹروں و کتابوں کی تیاری کا مرحلہ 186
- دیوانوں اور رجسٹروں کی عربی میں منتقلی 187

- حسابی اصول وقواعد وضع کرنے کا مرحلہ 187

(درج بالا مضمون " فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ " تالیف الشیخ سامر مظہر قنطقجی سے ماخوذ ہے ص۳۳-۳۷) 188

- اسلامی حساب کتاب کی فقہ کی خصوصیات 191

ایک:۔فقہائے اسلام کے ذرائع حساب وکتاب جامع وکامل ہونے کے علاوہ زیادہ مفید اور ہر زمانے سے ہم آہنگ 191

جامع اور کامل ومکمل اسلامی نظام معاشرہ کا راز 191

نہج کے لحاظ سے یکسانیت 191

دوسرے:۔اسلامی حساب کتاب میں معاشرے کے تمام افراد کے حقوق کی اہمیت اور اجتماعی مفاد ات کا تحفظ 192

اسلامی اقتصاد ومعاشی ترتیب کلی لاگو ہوتی ہے نہ کہ جزئی 193

- مصنوعی اثرات سے پاک عادلانہ بازاری ترتیب 193
- اسلامی حساب کتاب میں اجتماعی وماحولیاتی معیارات ابتداء سے شامل نہ کہ الگ سے اضافہ 193
- معلومات فرد وادارہ کی ضرورت سے ہم آہنگ 193
- اسلامی حساب کتاب میں الگ سے پیشہ ورانہ اخلاق کی ضرورت نہیں 194

تیسرے۔اہل مغرب کی اقوام عالم سے مادیت پر بنیادیں استوار کروانے کی کوشش 194

چوتھے۔اسلام کی انفرادیت۔شخصی حساب کتاب کی تعلیم 196

○۱ بیت المال کا حساب کتاب 196

بیت المال کا حساب کتاب جو عام مسلمان نے متعلق ہو۔ 196

○۲ زکٰوۃ عشر کا حساب کتاب 196

ہر مسلمان جو صاحب نصاب ہو اس پر زکٰوۃ واجب ہوتی ہے، جس کا حساب کتاب بنانا اور رکھنا اس کے لئے واجب ہوتا ہے۔ 196

○۳ میراث کا حساب کتاب 196

میراث کی ورثہ میں تقسیم کے حساب کتاب سے بھی عموما ہر مسلمان کا واسطہ پڑتا ہے تاکہ اسے معلوم ہوسکے کہ آیا اس کو ملنے والی میراث میں سے اس کا حق اسے مل گیا ہے؟ 196

○۴ خراج کا حساب کتاب۔ 196

خراجی زمین میں سے خراج کرنا بھی اسلام نے ضروری قرار دیا ہے ، متعلقہ لوگوں کو اس کا حساب کتاب بھی رکھنا ہوتا ہے۔ 197

- حرام چیز کو لاگت سے مستثنیٰ کرنا 197
- مفہوم کے بجائے فقہ کے لفظ کا استعمال 197

- معدوم یا مشکوک ادھار کی بجائے غیر یقینی وصولیوں کی اصطلاح 197
- ربح، فائدے، اور غلہ کی اصطلاح کا مختلف منافع کیلئے استعمال 197
- قنیہ، عروض تجارت کا مختلف اثاثہ جات کیلئے استعمال 198
- دَین عرض ودَین نقد کا مختلف ادھاروں کیلئے استعمال اور سعر المثل سے اس کی قیمت لگانا 198
- اعتراف آمدنی کیلئے فروخت کی بجائے پیداوار کو بنیاد بنانا 198
- اشیاء کی قیمت متعین کرنے کی بنیاد بازاری قیمت نہ کہ حسابی اصول وفارمولے 198
- پیداوار کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے زکوۃ کے حساب میں غیر منقولہ اثاثہ جات کو قیمت سے مستثنیٰ کرنا 199

پانچویں۔اسلام میں حسابی اصول وضوابط وحی کی بنیاد پر وضع شدہ ہیں 199

چھٹے۔مروجہ اور اسلامی حساب کتاب میں اہم فرق 200

مروجہ اور اسلامی حساب کتاب میں اہم فرق کا گوشوارہ 200

سرمایہ کاروں کا اعتماد، اسلامی محاسب کی اہم ذمہ داری 204

اسلامی حساب کتاب کے لوازمات 204

نمبر ایک – محاسب اور اس کی صفات 205

۱. **بقدر کفایت فقہ کی سمجھ ہو، جس سے مندرجہ ذیل کا متحقق ہونا ضروری ہے :** 206

۲. **فنی شرائط کا علم** 207

۳. **مساوات وبرابری** 209

نمبر دو – کھاتوں کی قسمیں اور ان کے اشارے (کوڈ) 210

ا... امام نویری رحمۃ اللہ علیہ اس سے بھی زیادہ باریکی میں گئے ہیں اور انہوں نے اشاروں کو اس کے علاوہ ان مقاصد کیلئے بھی استعمال کیا ہے جس سے حساب میں آسانی ہوتی اور اندارج میں تیزی آتی ہے جیسے کہ ہم آج کل کے زمانے میں کرتے ہیں، چنانچہ وہ محاسب کو پابند کرتے ہیں کہ وہ کھاتے کے اشارہ کا حوالہ دے نہ کہ اس کے نام کا۔ 211

نمبر تین- حسابی دستاویزات اور کتابیں 211

تجارتی وحسابی کتابیں ثبوت کا وسیلہ اور لکھائی میں حقیقت پیدا کرنے اور یقین دلانے کا سبب ہیں 212

روزنامچہ یا یومیہ کی یاد داشت 212

المخزومہ 213

کھاتہ بنام 213

۱. کھاتہ (حساب) گوشوارہ کی طرح سے ہوتا ہے۔ 214

۲. اس کی دائیں جانب میں آمدنی (آمدن ووصولیاں) درج کی جاتی ہیں۔ 214

۳○ اس کی بائیں جانب میں اجراء کردہ (اخراجات وادائیگیاں) درج کی جاتی ہوتی ہے۔ 214

۴○ ہر کھاتے کونشان زد کیا جائے گا جس کے نام سے جاری کیا گیا یا جس کے ذمہ اضافہ کیا گیا۔ 214

۵○ حساب کی مدت ایک سال ہے۔ 214

۶○ رموز واشاروں کو حسابی کوڈ کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔ 214

۷○ حساب کتاب سال کے آخیر تک بنایا جائے گا۔ 214

۸○ اور ہر کھاتے کا بقایا نکالا جاتا رہے گا۔ 214

۹○ بقایا اگر صفر ہو گا تو کھاتہ بند ہوجائے گا۔ 214

۱۰. ورنہ اگلے سال کیلئے اس بقایا کو کھاتہ کھولنے کا بقایا بنالیا جائے گا۔ 214

نمبر چار- مالی گوشوارے اور میزانیے 214

نمبر ایک۔ بیع سے متعلق: 215

نمبر دو۔ ثمن سے تعلق کے اعتبار سے: 215

نمبر تین۔ ثمن کے وصف سے تعلق کے اعتبار سے: 216

نمبر چار۔ مذکورہ تمام اقسام کی درج ذیل قسمیں بنیں گی: 216

خام مال کا حساب کتاب 217

پرتالی میزان کو تیار کر کے تمام حساب کتاب کی پڑتال کرلی جائے اور کمی کوتاہی کو دور کرلیا جائے۔ 218

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين. 218

تیسری فصل: حساب کتاب کے طریقے 219

اسلامی علم محاسبہ (حساب داری۔حساب کتاب) کی اصطلاحات 219

کاروباری معاملات ولین دین 219

اثاثہ جات 219

اثاثہ جات سے مراد جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ اور دیگر قیمتی اشیاء ہیں جو کاروبار کی ملکیت ہوتی ہیں۔ 219

واجبات 219

واجبات ایسے تمام واجب الاداء رقوم ہیں جو کاروبار نے اپنے مالک یا دوسروں کو دینے ہیں۔ مثلا دکان، کارخانہ، کاروبار کیلئے سواری وغیرہ۔ 219

سرمایہ 219
سرمایہ وہ رقم یا اشیاء جو کاروبار کا مالک کاروبار میں لگاتا ہے یا کاروبار کو کاروبار کرنے کیلئے حاصل ہوتی ہے۔ 219
آمدنی 219
اخراجات 220
نفع 220
واجب الوصول کا واجب الاداء سے بڑھ جانے یا آمدنی کا اخراجات سے زیادہ ہونے والی مقدار کا نام نفع ہے۔ 220
نقصان 220
گوشوارہ اثاثہ جات و واجبات 220
گوشوارہ آمدنی 220
کھاتہ/حساب 220
دہرے اندراج کا نظام 221
بنام اور جمع کے قواعد 221
حساب کتاب درج کرنے کے طریقے 221
نقد 221
اس طریقہ میں کیش کی بنیاد پر تمام اخراجات اور آمدن کو رکھا جاتا ہے۔ 221
نقد کی بنیاد پر حساب کی اقسام 222
حساب کتاب کی معلومات کی صحیح صورت حال۔ 222
آمدنی و اخراجات کا غلط اندازہ۔ 222
قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ 222
وقوع پذیر ہونے کی بنیاد پر 222
چوتھی فصل: فہرست کھاتہ جات 224
پانچویں فصل:حساب داری کے مراحل 225
حسابداری (حساب کتاب)کے تمام مراحل کے مجموعہ کو حسابداری چکر یا محاسبت کی دورانگی کہتے ہیں۔اسکے مراحل درج ذیل ہیں۔ 225
پہلا مرحلہ: بنیادی دستاویزات کی تیاری 225
دوسرا مرحلہ: متعلقہ روزنامچہ میں عمومی اندراجات 226

کاروباری معاملات کی اقسام 226
متعلقہ روزنامچہ : 226
تیسرامرحلہ: بہی کھاتہ میں اندراج کی منتقلی 226
چوتھا مرحلہ: میزان بقایا نامہ کی تیاری 227
پانچواں مرحلہ: تطبیقاتی یا مطابقتی اندراجات 227
تطبیقاتی اندراجات کے بعد دوبارہ سے میزان بقایانامہ بنایا جاتا ہے جو تطبیقاتی پڑتالی میزان بقایا نامہ کہلاتا ہے۔ 227
چھٹا مرحلہ: تطبیقاتی یا مطابقتی پڑتالی میزان بقایا نامہ 227
تطبیقاتی اندراجات کے بعد دوبارہ سے پڑتالی میزان بقایا نامہ بنایا جاتا ہے۔جو تطبیقاتی پڑتالی میزان بقایا نامہ کہلاتا ہے۔ 227
ساتواں مرحلہ: گوشوارہ آمدنی کی تیاری 227
آٹھواں مرحلہ: گوشوارہ اثاثہ جات و واجبات کی تیاری 227
چھٹی فصل: کاروبار میں استعمال ہونے والی دستآویزات اور ان کا طریقہ کار 229
خام مال و پرزہ جات کی خرید سے متعلق طریقہ کار اور دستاویزات 229
۱) خریداری کی درخواست: متعلقہ محکمہ کی طرف سے مال خریدنے کی درخواست پیش کی جاتی ہے۔ 229
۲) فرمائش خرید:۔اِس دستاویز میں مہیاکنندگان کو کاروبار کی طرف سے مطلوبہ تعداد میں، مطلوبہ معیار 229
کے مطابق متعین قیمت پر فراہم کرنے کی درخواست کیجاتی ہے۔ 230
مال کی فروخت کا طریقہ کار اور دستاویزات 230
۴۔بندھے ہوئےسامان کی فہرست:۔جب مال باندھ لیا جاتا ہے تو اسکی ایک فہرست تیار کی جاتی ہے۔ 230
ملازمین کی تنخواہ سے متعلق دستاویزات 231
۳۔ادائیگی تنخواہ:۔ 231
۴۔اندراج تنخواہ:۔ 231
اِس تنخواہ کے اندراج کا پھر واؤچر بنایا جاتا ہے اور حساب کتاب میں درج کر دیا جاتا ہے۔ 231
واؤچر کی قسمیں 231
۱) نقد وصولی کی رسید 232
۲) بنک وصولی کی رسید 232
۴) نقد ادائیگی کی رسید 232

۵)　رسید عام 232
(ادارے کا نام) 233
(آپ کے ادارے کا نام) 234
نمبر 234
طلب خرید 234
(آپ کے ادارے کا نام) 236
نمبر 236
فراہم کنندہ 236
ذمہ دار خرید 236
(ادارے کا نام) 237
(ادارے کا نام) 238
رقم________ 238
(آپ کے ادارے کا نام) 239
تاریخ 239
رقم________ 239
(ادارے کا نام) 240
نام 240
حساب نمبر 240
رقم 240
(ادارے کا نام) 241
نام 241
تیارشدہ مال کی لاگت کا تعین کرنا 243
تیارشدہ مال کی لاگت میں مندرجہ ذیل خرچہ جات ظہورپذیرہوتے ہیں۔ 243
ا)　خام مال کی لاگت۔ 244
۲)　ملازمین کی تنخواہوں کی لاگت۔ 244

۳) فیکٹری کے ایسے خرچہ جات جو کہ تیارشدہ مال کو موجودہ حالات اور موجودہ جگہ پر پہنچانے میں خرچ (فیکٹری اور ہیڈ)ہوتے ہوں۔........... 244

مندرجہ بالا لاگتوں کا مجموعہ کیا جائے تو یہ فیکٹری کی کل لاگت کہلاتی ہے۔.. 244

ساتویں فصل: تجارت وکاروبار کے مالی امور وحساب کتاب میں احکام الٰہیہ کی پابندی کا اہتمام 245

۱○ **زکوۃ کی ادائیگی کا اہتمام** 245

۲. **ادارے کے اموال اور اس کی امانتوں میں خیانت سے بچنے کے آداب** 245

۳○ **حسابی نگرانی کی بجائے اپنے اور تمام کام کرنے والے ساتھیوں میں ایمان وامانت داری کے بڑھنے کی کوشش وفکر** 246

زکوۃ کس قسم کے مال پر فرض ہے 246

زکوۃ فرض ہونے کی شرطیں 247

۱○ **مال دار کا آزاد ہونا۔** 247

۲○ **مال دار کا مسلمان ہونا۔** 247

۳○ **زکوۃ کی فرضیت کا علم ہونا۔** 247

مسائل: 247

۴○ **صاحب عقل ہونا** 247

مسائل: 247

۱○ مسئلہ: جس شخص پر طویل بے ہوشی طاری ہو جائے خواہ وہ سال بھر تک رہے تو افاقہ کے بعد اس مدت کی زکوۃ فرق ہو گی۔ 248

۵○ **بالغ ہونا** 248

۶○ **بقدر نصاب مال کا مالک ہونا** 248

۷○ **ملکیت کے علاوہ اس پر قبضہ بھی ہو** 248

مسائل: 248

۸○ **مال نصاب کا قرض سے فارغ ہونا** 249

مسائل: 249

۹○ **مال نصاب کا نامی یعنی بڑھنے والا ہونا** 249

مسائل: 250

۱۰. **قدر نصاب مال پر چاند کے حساب سے سال کا گزرنا** 251

مسائل: 251

ادائیگی زکوۃ کی شرط 251
مسائل: 252
ادائیگی زکوۃ کا وقت 252
مسائل: 252
سونے اور چاندی کی زکوۃ کا بیان 253
(أ) سونے چاندی کا نصاب 253
مسائل: 254
(ب) کھوٹ ملے سونے اور چاندی کا حکم 254
مسئلہ: 254
(ت) سونے اور چاندی میں وزن کا اعتبار ہے نہ کہ قیمت کا 255
(ث) سونے اور چاندی میں مطلقا زکوۃ واجب ہے 255
مسائل: 255
مال تجارت کی زکوۃ کا بیان 256
مسائل: 256
روپے پیسوں کی زکوۃ کا بیان 258
مسائل: 258
قرض پر وجوب زکوۃ کیا بیان 258
مسئلہ: 259
مسائل: 259
مسائل: 260
حج کے لئے رقم پر زکوۃ کا بیان 260
مسائل: 260
زکوۃ کے مستحق لوگ 261
مسائل: 261
مسئلہ: 262

مسائل: 263
مسئلہ: 264
جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں 264
مسائل: 264
تنبیہ: 265
زکوٰۃ ادا کرنے کا بیان 265
مسائل: 265
زکوٰۃ کی ادائیگی میں کسی کو وکیل بنانا 268
مسائل: 268
اموال ظاہرہ 270
کسی مال کے اموال ظاہرہ میں سے ہونے کے لئے دو باتیں ہیں۔ 270
(أ) ان اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مالکان کے نجی مقامات کی تفتیش نہ کرنی پڑے۔ 270
(ب) وہ اموال حکومت کے زیر حمایت ہوں۔ 270
مندرجہ ذیل اموال ظاہرہ ہیں۔ 270
اموال باطنہ 271
(أ) گھروں میں رکھا ہوا سونا چاندی اور روپیہ۔ 271
(ب) وہ تجارتی مال جو دکان یا تجارتی جگہ پر رکھا ہو۔ 271
(ت) وہ رقوم جو نجی بینکوں اور سرمایہ کاری کی نجی کمپنیوں میں جمع کرائی گئی ہوں۔ 271
(ث) وہ رقوم جو بطور قرض عوام میں سے ایک کی دوسرے کے ذمہ میں ہوں۔ 271
سرکاری بینکوں سے زکوٰۃ کی سرکاری کٹوتی 271
اس کے صحیح ہونے کا دارومدار دو باتوں پر ہے۔ 271
جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان 272
تنبیہ: سال گزرنا سب میں شرط ہے۔ 272
مسائل: 272
اونٹوں کی زکوٰۃ کا نصاب 273

ایک اونٹ سے چار اونٹوں تک معاف ہے ان پر زکوٰۃ نہیں۔اس کے بعد بحساب ذیل زکوٰۃ فرض ہے۔ 273
ضابطہ کلیہ 275
مسائل: 275
گائے بھینس کی زکوٰۃ کا نصاب 275
بھیڑ بکری کی زکوٰۃ کا نصاب 275
تنبیہ: زکوٰۃ کے بارے میں بکری بھیڑ اور دنبہ سب یکساں ہیں۔ 275
گھوڑوں کی زکوٰۃ کا نصاب 276
مسائل: 276
آٹھویں فصل: کاروبار کی تعریف 278
اب ذیل میں ہم کاروبار کی مروجہ اقسام کی تفصیل بیان کریں گے۔ 278
کاروبار کی مختلف اقسام 278
۱۔ واحد ملکیتی کاروبار 278
تعریف: 278
۲۔ شراکت یا شراکتی کاروبار 279
فرق: 279
تعریف: 279
شراکتی کاروبار 280
۳۔ کمپنی 280
کمپنی ، بورڈ آف ڈائریکٹرز اور شیئر ہولڈرز کا باہمی رشتہ 280
کمپنی کا فقہی لحاظ سے جائزہ 281
قانونی شخصیت یا شخص قانونی کے جواز یا عدم جواز کے متعلق آراء 281
اسلامی قانون کی روشنی میں شخص قانونی کی حیثیت 282
خلاصہ: 282
نتائج بحث 283
کمپنی اور شیئر ہولڈرز کا تعلق 284

شرعی طور پر کمپنی اور شیئر ہولڈرز کے تعلق کے تعین کیلئے دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ 284
کمپنی کے بارے میں تین نقطہ ہائے نظر: 285
کمپنی شرکت عنان کی جدید شکل ہے: 285
حصص کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔ 286
ہر ایک کی تعریف اور ان کے حقوق الگ الگ کمپنی کے میمورنڈم آف ایسوسی ایشن میں درج ہوتے ہیں۔ 286
کمپنی کی شخص قانونی حیثیت کا اخلاقی پہلو سے جائزہ 287
- احساس ذمہ داری کا فقدان 287
- کمپنی کے لئے مضبوط قوت ایمانی واحساس ذمہ داریاوردیانت داری کی ضرورت 288
پبلک لمٹیڈ کمپنی 289
نقداوروقوع پذیری کی بنیاد پر 290
سنگل اندراج اور ڈبل اندراج 291
حساب کتاب میں درج کرنے کے بھی دو طریقے ہوتے ہیں ایک کو یک طرفہ اندراج (سنگل اندراج) اور دوسرے کو دوطرفہ اندراج (ڈبل اندراج) کہتے ہیں۔ 291
دوطرفہ اندراجی نظام میں صرف یہ مشکل ہے کہ یہ پیچیدہ طریقہ ہے۔اسکے لئے پڑھے لکھے عملہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ 291
دوطرفہ اندراجی طریقۂ کار 291
یک طرفہ اندراج طریقۂ کار 292
کمپنی کو تشکیل دینے کا طریقہ 292
سٹاک ایکسچینج کی شرائط 292
مندرجکمپنی 293
فوائد 293
حصص کی منتقلی 293
حساب کتاب یا ریکارڈ 294
نویں فصل: اسلامی حساب کتاب کی جانچ پڑتال (اسلامی آڈٹ) 295
اسلامی تجارت واقتصادیات میں جانچ وپڑتال کنندہ کا کردار 295
(محمد اکرم خان، ڈائریکٹر جنرل آف پرفارمنس آڈٹنگ، محکمۂ آڈیٹر جنرل، حکومت پاکستان)۔ 295

فقہ اسلامی برائے نگرانی وجانچ پڑتال(اسلامی آڈٹ) 296

✓ ذاتی نگرانی 296

✓ خارجی نگرانی 297

موازنہ کرنے کے ذریعہ حسابی نگرانی :ابن قدامہ رحمہ اللہ کے ہاں حسابی نگرانی کا مفہوم (۳۲۸ھ = ۹۴۰ء) 298

باریک بینی سے پڑتال کے ذریعے نگرانی: عباسی وزیر علی بن عیسی رحمہ اللہ (313ھ= 926ء) 299

داخلی نگرانی کے نظام کے ذریعے نگرانی: ماوردی رحمہ اللہ (450ھ = 1058ء) 299

نگرانی کے لوازمات کے ذریعے نگرانی: امام نویری رحمہ اللہ (677- 733ھ = 178-1333ء) 300

امام نویری رحمہ اللہ نے ذمہ داری کے محاسبہ کو ضرورت کے حساب سے مختلف مواقع پر ذکر کیا ہے۔ 303

دسویں فصل:تجارت وصنعت میں خیر وبرکت کو بڑھانے والی صفات:۔ 308

باب نمبر پچیس 313

ضمیمہ جات 313

پہلی فصل:لغت برائے معاشیات، تجارت، مالیات ونظامت:۔ 313

- Controled economy= پابند معیشت ؟ control کے لیے تطبیط استعمال ہو رہا ہے 315

- Mass Communication=؟ 315

دوسری فصل: حوالہ جات کے مآخذ ومراجع 316

تیسری فصل: مشکل الفاظ 317

اردو میں استعمال ہونے والی اصطلاحات 317

انونٹری : مخزون 317

اثاثہ جات (ایسٹس) 317

واجبات (لائبلٹیز) 317

سرمایہ (کیپیٹل) 317

آمدنی (انکم) 317

اخراجات (ایکسپنسز) 318

نفع (پروفٹ) 318

نقصان (لاس) 318

گوشوارہ اثاثہ جات و واجبات (بیلنس شیٹ) 318

گوشوارہ آمدنی (انکم سٹیٹ منٹ) 318

کھاتہ/حساب (حساب کتاب) 318

دہرے اندراج کا نظام 318

بنام اور جمع کے ضوابط (کریڈٹ اینڈ رولز آف ڈیبٹ) 318

کاروباری معاملات ولین دین (بزنس ٹرانزکشنز) 318

فہرست کھاتہ جات (چارٹ آف اکاؤنٹ) 318

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد

محترم ومکرم جناب_______________صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حامدا ومصلیا ومسلما

اس کے بعد:

ہماری کم نصیبی سے زندگی کے شعبوں میں دین کی شکلیں مٹی ہوئی ہیں ان کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کے سلسلے میں اللہ تعالی نے ساتھیوں کو فکر مند اور اس کام کی طرف متوجہ فرمایا۔

اللہ تعالی نے ہمیں کمزور بنایا ہے اور ہر انسان اپنی ذات سے خود دین کے نیک اعمال میں بھرپور خدمات سرانجام دے نہیں سکتا، اللہ تعالی نے دوسروں کو فائدہ پہنچاکر اور خاص کر دین کو دوسروں میں زندہ کر کے ان کے اعمال میں حصہ دار بننے کا بڑا ہی اچھا ذریعہ بنایا ہے، جسے صدقۂ بھی جاریہ کہتے ہیں اور اس کا بہت بڑی شکل میں حصہ مندرجہ ذیل کام سرانجام فرماکر آپ کے مقدر ہونے والا ہے۔

دور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وخیر القرون اور قرون اولی میں دین کے مطابق تجارت کی جو شکلیں تھیں وہ آج ہماری زندگیوں سے مٹ چکی ہیں، اب کچھ ساتھیوں نے گذشتہ اڑھائی تین سال سے مسلسل کوشش ومحنت کر کے اسلام اور مزاج شریعت کے مطابق تجارت کی شکل قائم کی ہے، جسے زیر تحریر لایا گیا ہے، جو ابھی مسودہ کی شکل میں ہے۔

جو ساتھی اسلامی تجارت کے نصاب کے کام میں معاونت فرمانا چاہتے ہیں ان سے درخواست ہے کہ منسلک اسلامی تجارت کے حصے آپ کی خدمت میں ارسال کئے جارہے ہیں آپ سے درخواست ہے کہ اسے حرفاحرفاخود بھی مطالعہ فرمائیں اور اکابر اہل علم حضرات کی نظر بھی اس کام پر ڈلوالیں، کیونکہ ہم اکابر کے قدم قدم پر محتاج ہیں، اللہ تعالی ہمیں ان حضرات پاک طینت کی قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائے۔

درج ذیل ذکر کی گئی غلطیوں کے متعلق اصلاح، غلطیوں کی نشاندہی اور اس میں بہتری وعمدگی پیدا کرنے کی طرف رہنمائی فرماکر اس کار خیر میں حصہ ڈال کرامت کی سرپرستی اور رہنمائی کی درخواست ہے، اللہ تعالی ہمیں استعمال فرماکر ہم سے دین کے زندہ کرنے کا کام لے لیں تو اس سے بڑی سعادت کوئی نہیں ہے۔

اسلامی طریقۂ تجارت کے نصاب کے کام کو بہت ہی احتیاط سے کرنے کی کوشش کی گئی ہے، تاہم پھر بھی بشری تقاضے کے تحت غلطیوں سے امکانات ہیں، یہ کام جتنی زیادہ نظروں سے گذرے گا ان شاء اللہ اتنا ہی بہتر ہوتا جائے گا اور امت کے سامنے دین کو تجارت میں زندہ کرنے کی کاوش اسی قدر کامیاب ہوگی۔

اکابر اہل علم حضرات کی سرپرستی اسلامی تجارت کی جماعت کے لئے بڑی خوش نصیبی کی بات ہے، بے شک ان کا وقت بہت ہی قیمتی ہوتا ہے، لیکن ان کی توجہ اور نظر ان شاء اللہ اسلامی تجارت کے کام کو چار چاند لگانے کے ساتھ ساتھ باطل طریقوں سے بچنے اور حق کی طرف رہنمائی میں بہت ہی اہم کردار ادا کرسکتی ہے، ہماری سعادت ہوگی اگر آپ کے ذریعہ ان حضرات کی نظر بھی اس کام پر ڈل جائے اور ان کی سرپرستی بھی حاصل ہوجائے۔

<u>وہ امور جن کو اس مسودہ میں سرانجام دینا باقی ہے:</u>

أ. عبارت اور املاء میں غلطی کی نشاندہی۔
ب. جملوں کی ترتیب میں غلطی کی نشاندہی۔
ت. غیر مربوط جملے، پیراگراف، فصول، ابواب، عناوین اور مضامین وغیرہ کی نشاندہی۔
ث. غیر متعلقہ یا غیر ضروری مضمون کی طرف نشاندہی۔

ج. لفظی غلطی یا بہتر الفاظ کی طرف نشاندہی۔

ح. نمبر اور بلٹ نما گولیاں لگانے میں غلطی کی نشاندہی۔

خ. احادیث کی تخریج کی نظر ثانی اور درستگی۔

د. قرآنی آیات کے حوالوں کی اصلاح۔

ذ. قرآنی آیات کے ترجمہ کی اصلاح۔

وہ امور جن پر اہل علم حضرات کی توجہ و سرپرستی کی ضرورت ہے:

١. جو مضامین ساتھیوں سے دستیاب نہیں ہو سکے اور جہاں کمی رہ گئی وہاں کمنٹ یعنی اشارہ حاشیہ میں لگا دیا گیا ہے، اس کے متعلق مضامین جو آپ کو حاصل ہوں شامل فرما دیں۔

٢. حضرات علماء کرام و ماہرین اپنے علم و مہارت کی روشنی میں کسی علمی و مہارتی مضمون کو شامل کرنا چاہیں تو اس کی طرف اشارہ فرما دیں۔

٣. قرآنی آیات میں غلطی کی نشاندہی۔

٤. احادیث میں غلطی کی نشاندہی۔

٥. کسی مضمون کے متعلق قرآن کریم سے مزید تائید جو آپ کے نزدیک مناسب ہو۔

٦. کسی مضمون کی حدیث مبارک سے مزید تائید جو آپ کے علم کی روشنی میں آپ کو مناسب لگے۔

٧. علماء کرام و ماہرین کے نزدیک کوئی مضمون ان کے علم کی روشنی میں غیر مناسب ہو اس کی طرف نشاندہی۔

٨. کوئی متبادل لفظ، جملہ یا مضمون جو آپ کے نزدیک زیادہ بہتر ہو۔

٩. کسی مضمون کو دوسرے کے ذیل میں لانے میں غلطی کی نشاندہی۔

١٠. ابواب کی ترتیب میں غلطی کی نشاندہی اور بہتر ترتیب جو آپ کے نزدیک ہو۔

١١. فصول کی ترتیب میں غلطی کی نشاندہی اور بہتر ترتیب جو آپ کے نزدیک ہو۔

طے یہ ہوا ہے کہ جنوری 2011ء تک اسلامی تجات سے متعلق اس نصاب کو آزمائشی طور پر شروع کر دیا جائے جس میں وقت بہت کم رہ گیا ہے، اس میں شک نہیں ہے کہ آپ حضرات کا وقت انتہائی قیمتی ہے، لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے درخواست ہے کہ اس کام کو سب سے پہلی فرصت میں جتنا جلد ممکن ہو کر لیا جائے، تاکہ آپ کی ان نشاندہیوں کو مشورہ میں لاکر شامل کر کے نصاب کو حتمی شکل میں لا کر امت کے استفادہ کے لئے پیش کیا جاسکے۔

آپ کی طرف سے مدد، تعاون اور رہنمائی و سرپرستی پر شکر گذار ہیں اور دعاؤں کے طلب گار ہیں کہ اللہ تبارک و تعالی آپ کو اور ہمیں اپنے دین کو زندگی کے تمام شعبوں میں زندہ کرنے کے کام کیلئے قبول فرمالیں اور اس کام کو امت کے لئے نافع بنادیں۔

فقط والسلام

باحترامات فراواں

جماعت برائے اسلامی تجارت، لاہور، پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد

اس حصے میں تجارت کے لئے سرمایہ کے بندوبست کے طریقے اور سرمایہ وسامان تجارت کی فروخت حاصل ہونے والی رقوم کا انتظام وحفاظت اور تجارت کے لئے اسلامی حساب کتاب کے طریقے لکھے گئے ہیں، تاکہ مسلمان تاجر مالیات اور حسابات اسلامی طریقہ سے مستفید ہوتے ہوئے بہتر طریقے سے کاروبار کے لئے اسلامی مالیاتی وحساباتی طریقوں کے مطابق کرکے اپنی دنیا بھی بنالے اور آخرت بھی، بلکہ اپنے اسلامی طرز مالیات وحسابات کے ذریعے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین وتبع التابعین رحمہم اللہ تعالی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی تجارت وکاروبار سے دوسروں کو اسلام سے متاثر اور اسلام کی طرف راغب کرکے دعوت کا ذریعہ بھی بنائے اور کامیابی سے بھی ہم کنار ہو، اس حصے میں آنے والے ابواب کی تفصیل یوں ہے:

اس حصہ میں مندرجہ ذیل ابواب ہیں:

- ✓ باب نمبر تیئیس:اسلامی مالیات کے انتظامات
- ✓ باب نمبر چوبیس:اسلامی حساب کتاب کے انتظامات
- ✓ باب نمبر پچیس:ضمیمہ جات

باب نمبر تیئیس

اسلامی مالیات کے انتظامات

اس باب میں درج ذیل فصلیں ہیں:

- پہلی فصل: تجارت کے لئے سرمائے کا حصول
- دوسری فصل: غسیل الاموال کا حکم اور حرام مال سے چھٹکارے کا طریقہ
- تیسری فصل: موجودہ سودی بینکاری نظام کی مضرتیں اور نقائص
- چوتھی فصل: مسلمان تاجر کی نقدر قوم وقیمتی اشیاء کی حفاظت اور استعمال کی اسلامی ترتیب

پہلی فصل: تجارت کیلئے سرمائے کا حصول

کاروبار کے لئے سرمایہ کے حصول کی تدابیر

کاروبار میں سب سے اہم چیز اس کا سرمایہ ہوتا ہے، جس کے ذریعے کاروبار کو چلانا ہوتا ہے، سرمایہ کاروبار کی اہم ضرورت ہوتی ہے، لیکن کاروبار میں یہ بات بہت ہی اہم ہوتی ہے کہ کم سے کم سرمائے سے زیادہ سے زیادہ کاروبار کیا جائے، جس کے درج ذیل دو طریقہ ہیں:

ا. سادگی

سب سے مناسب طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کاروبار میں اسراف، فضولی خرچی، شاہانہ وغیر پیداواری اور غیر ضروری اخراجات سے بچا جائے اور حتی الامکان یہ کوشش کی جائے کہ اخراجات کم سے کم اور بقدر ضرورت ہی ہوں تاکہ اس کا بوجھ چیز کی قیمت اور صارف پر نہ پڑے اس حکمت عملی سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ منافع زیادہ اور سرمائے کا بوجھ بھی کم ہو جاتا ہے اور کاروبار تیزی سے ترقی کرتا جاتا ہے نیز بیرون کاروبار سے سرمائے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اسلام نے اسراف سے مسلمان کو منع کیا ہے، اس کو کرنے سے کاروباری اخراجات بڑھ کر منافع کی کمی کا موجب بنتے ہیں اور اللہ کے حکم کے ٹوٹنے سے کاروبار میں برکتی بھی ہوتی ہے، اگر کاروبار کو سادگی کے ساتھ کیا جائے تو کم محنت سے زیادہ منافع مل جاتا ہے اور خریدار کی زیادہ بہتر انداز میں خدمت ہو جاتی ہے ورنہ زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے ایک طرف کاروباری اخراجات بڑھ جاتے ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے کمانا بھی زیادہ پڑتا ہے دوسری طرف خریدار وصارف پر بوجھ پڑتا ہے اور اسے ان اخراجات کی قیمت چکانی پڑتی ہے، جس سے اس کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے، جس کا اثر کاروبار پر ہی پڑتا ہے۔

۲. قناعت

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اتنا ہی کاروبار کیا جائے جتنا سرمایہ موجود ہے، ضرب المثل ہے کہ "جتنی چادر ہے اتنی ٹانگیں پساری جائیں" جتنا سرمایہ ہو اس قدر ہی کاروبار کیا جائے، اس صورت میں فائدہ یہ ہوتا ہے کہ کاروباری لحاظ سے کسی کے مقروض و دین دار ہونے کی نوبت نہیں آتی اور آسانی سے کاروباری ادائیگیاں و معاملات سرانجام پاتے ہیں اگر اس کاروبار سے ضروریات زندگی با حسن طریقہ سے پوری ہو رہی ہوں تو یہی بہتر ہے، مزید سرمایہ لے کر کاروبار میں ڈالنے کوشش نہ کی جائے، قناعت مسلمان کے لئے ایک بہت بڑا ہتھیار ہے اس سے کسی دوسرے کی محتاجی نہیں رہتی اور الگ کی پریشانی سے بچت بھی رہتی ہے، کسی سرمایہ لینا، اسے کاروبار میں ڈالنا، اگر نفع نہ ہو یا نقصان ہو جائے تو سرمایہ کی واپسی مشکل ہو جاتی ہے جس سے پریشانی میں مبتلا ہونا پڑتا ہے۔

تاہم بعض اوقات واقعتاً سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے یہاں تک کہ سرمایہ کی عدم دستیابی سے کاروبار کا حرج ہو رہا ہوتا ہے یا سرمایہ کے اضافہ سے خریدار کی ضرورت کو زیادہ بہتر طریقہ سے پورا کیا جاسکتا ہے، تو سرمائے کی اس کمی کو دور کرنے اور تجارت کیلئے سرمائے کے حصول کے لئے اسلام نے بہت سی ممکنہ شکلیں متعارف کرائی ہوئی ہیں جن کو استعمال کر کے تجارت کیلئے سرمایہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور غیر شرعی طریقوں سے حصول سرمائے سے بچا جاسکتا ہے۔

من جملہ ان کے درج ذیل ہیں:

۱. مشارکہ
۲. مضاربہ
۳. قرض حسن
۴. مالی معاونت، ہدیہ
۵. وراثتی مال
۶. استصناع (چیز بنانے کیلئے خریدار سے پیشگی قیمت کا حصول)

۷. مرابحہ

۸. بیع سلم

۹. کرایہ داری

۱۰. عاریۃ

۱۱. ہدیہ ومالی معاونت

ان میں سے بہت سی اقسام کی تفصیل اسلامی تجارت کے تیسرے حصے میں گذر چکی ہے، تاہم کاروبار میں سرمائے کے حصول کی متوقع شکلوں کو اختصار کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے، جن سے کاروبار میں سرمائے کی کمی کو پورا کیا جاسکتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱. مشارکہ

مشارکہ کا تعارف

"مشارکہ" اصل میں عربی زبان کا لفظ ہے جس کا لغوی معنی شریک ہونا (حصہ دار بننا) ہے۔ کاروبار اور تجارت کے سیاق وسباق میں اس سے مراد ایک ایسا مشترکہ کاروبار ہوتا ہے جس میں سب حصہ دار مشترکہ کاروباری مہم کے نفع یا نقصان میں شریک ہوتے ہیں۔ یہ سود پر مبنی تمویل کا ایک مثالی متبادل ہے جس کے دولت کی پیدائش اور تقسیم دونوں پر دور رس اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جدید سرمایہ دارانہ معیشت میں سود واحد ذریعہ ہے جسے ہر قسم کی تمویل (فراہمئ سرمایہ) کے لئے بے دھڑک استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلام میں سود چونکہ حرام ہے اس لئے اسے کسی قسم کی تمویل (فائنانسنگ) کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے اسلامی اصولوں پر مبنی معیشت میں مشارکہ بڑا جاندار کردار ادا کرسکتا ہے۔

سودی نظام میں فائنانشر (تمویل کار) کی طرف سے دئے جانے والے قرضہ پر زائد واپس کی جانے والی مقدار پہلے سے طے کرلی جاتی ہے قطع نظر اس سے کہ قرض لینے والے کو نفع ہوتا ہے یا نقصان، جبکہ مشارکہ میں واپس کی جانے والی رقم کی شرح پہلے سے طے نہیں کی جاسکتی بلکہ اس میں منافع مشترکہ کاروباری مہم میں حاصل ہونے والے حقیقی نفع پر مبنی ہوتا ہے۔

سودی قرضہ میں سرمایہ فراہم کرنے والا صاحب مال (فائنانشر) کبھی بھی نقصان نہیں اٹھاتا، جبکہ مشارکہ میں فائنانشر کو نقصان بھی ہو سکتا ہے جبکہ مشترکہ کاروباری مہم اپنے ثمرات ظاہر کرنے میں ناکام رہے۔ اسلام نے سود کو غیر منصفانہ طریقہ قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کا نتیجہ قرض دینے اور لینے والے دونوں کے لئے ناانصافی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ اگر مقروض کو کاروبار میں خسارہ ہو جاتا ہے تو قرض دینے والے کی طرف سے متعین زیادتی کی شرح کے ساتھ واپسی کا مطالبہ ناانصافی ہے، اور اگر قرض لینے والا بہت بڑا نفع کما لیتا ہے تو نفع کا معمولی سا حصہ قرض دینے والے کو دے کر باقی سب اپنے پاس رکھ لینا ناانصافی ہے۔

جدید معاشی نظام میں بینک ہی ہیں جو اکاؤنٹ ہولڈرز کی رقوم سے صنعت کاروں اور تاجروں کو قرضے فراہم کرتے ہیں۔ اگر کسی صنعت کار کے پاس اپنے صرف دس ملین ہیں تو وہ بینکوں سے نوے ملین حاصل کرے گا اور اس سے ایک بہت بڑا نفع بخش پراجیکٹ شروع کر دے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ پراجیکٹ کا نوے فیصد حصہ عام کھاتہ داروں کی رقوم سے وجود میں آیا ہے اور صرف دس فیصد اس کے اپنے سرمایہ سے۔ اگر اس پراجیکٹ میں بہت بڑا نفع حاصل ہوتا ہے تب بھی اس کا چھوٹا سا حصہ (مثلاً چودہ یا پندرہ فیصد) بینکوں کے ذریعے عام کھاتہ داروں تک جائیگا، جبکہ باقی سارا کا سارا نفع صنعت کار کو حاصل ہو گا، جس کا پراجیکٹ میں اپنا حصہ دس فیصد سے زائد نہیں تھا۔ پھر یہ چودہ یا پندرہ فیصد نفع بھی صنعتکار واپس لے لیتا ہے، اس لئے کہ شرح سود کو وہ اپنی پیداوار کی لاگت میں شمار کرتا ہے (جس سے مصنوعات کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں)۔ آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کاروبار کا سارا کا سارا نفع ان لوگوں کو چلا جاتا ہے جن کا اپنا سرمایہ کل سرمایہ کے دس فیصد سے زائد نہیں تھا۔ جبکہ جو عوام نوے فیصد سرمایہ کاری کے مالک تھے انہیں متعین شرح کے ساتھ سود کے علاوہ کچھ نہیں ملتا اور یہ بھی مصنوعات کی قیمت بڑھا کر ان سے واپس لے لیا جاتا ہے۔ اس کے برخلاف اگر غیر معمولی صورت حال میں صنعت کار دیوالیہ ہو جائے تو اس کا اپنا نقصان دس فیصد سے زائد نہیں ہو گا جبکہ نوے فیصد خسارہ مکمل طور پر بینک کو اور بعض حالات میں کھاتہ داروں کو اٹھانا پڑے گا۔ اس طرح سے شرح سود، اس نظام تقسیم دولت کی ناہمواریوں کا اصل سبب ہے جس میں مستقل طور پر امیر کی حمایت میں اور غریب کے مفادات کے خلاف رجحان پایا جاتا ہے۔

اس کے برعکس اسلام میں سرمایہ فراہم کرنے والے کے لئے ایک بہت واضح اصول موجود ہے، وہ یہ کہ سرمایہ فراہم کرنے والے کو لازمی طور پر یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ وہ اس انسانی ہمدردی کی بنیاد پر مقروض کی مدد کرنے کیلئے قرضہ فراہم کر رہا ہے یا سرمایہ لینے والے کے منافع میں شامل ہونا چاہتا ہے۔ اگر یہ صرف مقروض کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنے دئے ہوئے قرضہ کی اصل مقدار سے زائد کسی مطالبہ سے بچنا چاہئے۔ اس لئے کہ اس کا مقصد ہی اس کی مدد کرنا ہے۔ لیکن اگر وہ سرمایہ لینے

والے کے نفع میں شریک ہونا چاہتا ہے تو یہ ضروری ہو گا کہ اس کے نقصان میں بھی شریک ہو، لہٰذا مشارکہ میں فائنانشر کا منافع کاروبار کے ذریعے حاصل ہونے والے حقیقی نفع سے وابستہ ہوتا ہے۔ کاروبار میں نفع میں جتنا زیادہ ہو گا فائنانشر کے منافع کی شرح بھی اتنی ہی بڑھ جائے گی۔ اگر کاروبار بہت زیادہ نفع کمالیتا ہے تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ وہ سارا کا سارا صنعتکار یہ بلا شرکت غیرے سنبھال لے، بلکہ بینک کے کھاتہ دار ہونے کی حیثیت سے عام لوگ بھی اس میں حصہ دار ہوں گے۔ اس طرح مشارکہ میں ایک ایسا رجحان پایا جاتا ہے جو صرف امیر کی بجائے عام لوگوں کی حمایت میں ہے۔

یہ ہے وہ بنیادی فلسفہ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام مشارکہ کو سودی تمویل (فائنانس) کے متبادل کے طور پر کیوں تجویز کرتا ہے۔ بے شک مشارکہ کو ایک عمومی طریقۂ تمویل کی شکل میں مکمل طور پر اپنانے میں بہت سی عملی مشکلات بھی ہیں، بعض اوقات یہ خیال بھی کیا جاتا ہے کہ مشارکہ ایک قدیم طریقۂ تمویل ہے جو تیز رفتار معاملوں کی نت نئی ضرورتوں کا ساتھ نہیں دے سکتا، لیکن اس خیال کا منشا مشارکہ کے شرعی اصولوں سے کماحقہ واقفیت نہ ہونا ہے۔ اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے مشارکہ کی کوئی لگی بندھی شکل یا متعین طریقہ کار مقرر ہی نہیں کیا، بلکہ اس نے چند عمومی اصول بتائے ہیں جن میں مختلف عملی شکلوں اور طریقہ ہائے کار کی گنجائش ہے۔ مشارکہ کی کسی نئی شکل یا طریقہ کار کو محض اس بنیاد پر مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ ماضی میں اسکی نظیر نہیں ملتی۔ درحقیقت مشارکہ کی ہر نئی شکل شریعت کی نظر میں قابل قبول ہے جب تک کہ وہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ مشارکہ کو اپنی روایتی اور قدیم شکل میں ہی اپنایا جائے۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل ج۵ ص ۲۷-۲۹)

مشارکہ کے بنیادی قواعد

مشارکہ یا شرکۃ الاموال ایک ایسا تعلق ہے جو متعلقہ فریقوں کے باہمی معاہدے سے قائم ہوتا ہے، اس لئے یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں کہ کسی عقد کے صحیح ہونے کے لئے جو لوازم ہوتے ہیں ان کا یہاں پایا جانا بھی ضروری ہے، مثال کے طور پر دونوں پارٹیوں میں عقد کرنے کی اہلیت بھی ہو (ان میں سے کوئی مجنون وغیرہ نہ ہو)، یہ عقد کسی دباؤ، دھوکہ دہی اور غلط بیانی کے بغیر فریقین کی آزادانہ مرضی سے مکمل ہونا چاہئے، وغیرہ وغیرہ۔ البتہ کچھ ایسے لوازم بھی ہیں جو "مشارکہ" کے معاہدے کے ساتھ ہی خاص ہیں، ان پر یہاں مختصر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

منافع کی تقسیم

شرکاء میں تقسیم ہونے والے منافع کی شرح معاہدے کے نافذ العمل ہونے کے وقت طے ہو جانی چاہئے۔اگر اس طرح شرح منافع طے نہ کی گئی تو عقد شرعاً درست نہیں ہو گا۔

ہر شریک کے نفع کی شرح کاروبار میں حقیقتاً ہونے والے نفع کی نسبت سے طے ہونی چاہئے،اس کی طرف سے کی جانے والی سرمایہ کاری کی نسبت سے نہیں۔یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شریک کے لئے کوئی بندھی مقدار مقرر کر لی جائے یا نفع کی ایک شرح طے کر لی جائے جو اس کی طرف سے لگائے گئے سرمائے سے منسلک ہو (یعنی کسی شریک کے بارے میں یہ طے کرنے کے بجائے کہ حقیقی منافع کا اتنا فیصد لے گا یہ طے کر لینا کہ وہ اپنی لگائی ہوئی رقم کا اتنا فیصد لے گا جائز نہیں ہے)

لہذا اگر "الف" اور "ب" ایک شراکت کرتے ہیں،اور یہ طے کر لیا جاتا ہے کہ "الف" ماہانہ دس ہزار روپیہ نفع میں سے اپنے حصہ کے طور پر لے گا اور باقی ماندہ سارا نفع "ب" کا ہو گا تو یہ شرکت شرعاً صحیح نہیں ہو گی۔اسی طرح اگر اس بات پر اتفاق کر لیا جاتا ہے کہ "الف" اپنی سرمایہ کاری کا پندرہ فیصد بطور منافع وصول کرے گا تو بھی یہ عقد صحیح نہیں ہو گا۔نفع تقسیم کرنے کی صحیح بنیاد یہ ہے کہ کاروبار کو حاصل ہونے والے حقیقی نفع کا فیصد طے کیا جائے۔

اگر کسی شرکت کے لئے کوئی لگی بندھی رقم یا اس کی سرمایہ کاری کا متعین فیصدی حصہ طے کیا جاتا ہے تو معاہدے میں اس بات کی بھی اچھی طرح تصریح ہونی چاہئے کہ یہ مدت کے اختتام پر ہونے والے آخری حساب کتاب کے تابع ہو گا۔اس طرح سے اس کا مطلب یہ ہو گا کہ کوئی بھی حصہ دار اپنی جتنی رقم نکلوائے گا اس کے ساتھ جزوی اور ضمنی ادائیگی (پے منٹ اون اکاؤنٹ)والا معاملہ کیا جائیگا اور اسے حقیقی نفع میں ایڈجسٹ کر لیا جائیگا جس کا وہ مدت کے اختتام پر مستحق ہو گا۔اگر کاروبار میں کوئی نفع ہوا ہی نہیں یا توقع اور اندازے سے کم ہوا ہے تو اس شریک نے جو رقم نکلوائی ہے سو واپس کرنا ہو گی۔

نفع کی شرح

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عام حالات میں تو نفع کا تناسب سرمایہ کاری کے تناسب سے مختلف ہو سکتا ہے لیکن اگر کوئی شریک معاہدے میں یہ صریح شرط لگا دیتا ہے کہ وہ "مشارکہ" کے لئے کوئی کام نہیں کرے گا۔اور مشارکہ کی

پوری مدت کے دوران وہ غیر عامل حصہ دار (سلیپنگ پارٹنر) رہے گا تو نفع میں اس کے حصے کا تناسب اس کی سرمایہ کاری کے تناسب سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔

نقصان میں شرکت

لیکن نقصان کی صورت میں تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ ہر شریک اپنی سرمایہ کاری کی نسبت ہی سے نقصان برداشت کرے گا، لہٰذا اگر ایک حصہ دار نے چالیس فیصد سرمایہ لگایا ہے تو اسے لازماً خسارے کا بھی چالیس فیصد ہی برداشت کرنا ہو گا، اس سے کم یا زیادہ نہیں، اس کے خلاف معاہدے میں جو شرط بھی لگائی جائے گی اس سے معاہدہ غیر صحیح ہو جائیگا۔ اس اصول پر (کہ نقصان سرمایہ کاری کی نسبت سے برداشت کرنا ہو گا) فقہاء کا اجماع ہے۔

"الربح على ما اصطلحا عليه و الوضعية على قدر المال"

"نفع فریقین میں طے پانے والی نسبت پر مبنی ہو گا اور خسارہ راس المال کے مطابق"

سرمایہ کی نوعیت

اکثر فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ مشارکہ میں لگایا جانے والا سرمایہ نقد شکل میں بھی ہو سکتا ہے اور غیر نقد اشیاء کی شکل میں بھی۔ دوسری صورت میں غیر نقد اشیاء کی بازاری قیمت کے ذریعے رآس المال میں اس شریک کے حصہ کا تعین کیا جائے گا۔

مشارکہ کی تنظیم

مشارکہ کا عام اصول یہ ہے کہ ہر شریک کو اس کے انتظام (مینجمنٹ) میں حصہ لینے اور اس کے لئے کام کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے، تاہم شرکاء اس شرط پر بھی اتفاق کر سکتے ہیں کہ مینجمنٹ ان میں سے ایک شریک کے ذمہ ہو گی اور باقی شرکاء میں سے کوئی بھی مشارکہ کے لئے کام نہیں کرے گا، لیکن اس صورت میں غیر عامل شریک (سلیپنگ پارٹنر) اپنی سرمایہ کاری کی حد تک یہ نفع کا مستحق ہو گا اور اس کے لئے خاص کی گئی نفع کی نسبت اس کی سرمایہ کاری کی نسبت سے زائد نہیں ہو گی۔

اگر سارے شرکاء مشترکہ کاروباری مہم کیلئے کام کرنے پر اتفاق کرتے ہیں تو اس کاروبار کے تمام معاملات میں ہر شریک دوسروں کا وکیل سمجھا جائے گا اور کاروبار کے عام حالات میں ان میں کوئی شریک جو کام بھی کرے گا اس کے بارے میں یہ تصور کیا جائے گا اس کے بارے میں یہ تصور کیا جائے گا کہ دوسروں نے بھی اس کی منظوری دی ہے۔

مشارکہ کو ختم کرنے کا طریقہ

مندرجہ ذیل حالات میں سے کسی بھی حالت میں مشارکہ ختم تصور کیا جائے گا۔

(ا) ہر شریک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی وقت دوسرے شریک کو نوٹس دے کر مشارکہ ختم کر دے۔ ایسے نوٹس کے ذریعے مشارکہ ختم تصور کیا جائے گا۔

اس صورت میں اگر مشارکہ کے سارے اثاثے نقد شکل میں ہیں تو انہیں شرکاء کے درمیان ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کر لیا جائے گا، لیکن اگر اثاثہ جات سیال شکل میں نہیں ہیں تو شرکاء دو باتوں میں کسی پر اتفاق کر سکتے ہیں، یا تو اثاثہ جات کی تنفیض کر لیں (یعنی بیچ کر نقد میں تبدیل کر لیں) یا انہیں اسی حالت میں تقسیم کر لیں۔ اگر اس معاملے پر شرکاء کے درمیان اختلاف موجود ہو یعنی بعض تنفیض (لیکوڈیشن) چاہتے ہوں اور بعض خود اثاثہ جات کو غیر نقد شکل میں تقسیم کرنا چاہتے ہوں تو مؤخر الذکر (اثاثہ جات کی اسی حالت میں تقسیم) کو ترجیح دی جائے گی، اس لئے کہ مشارکہ کے اختتام کے بعد تمام اثاثہ جات حصہ داروں کی ملکیت ہیں، اور کسی چیز پر مشترکہ ملکیت رکھنے والوں میں سے ہر ایک کو تقسیم یا اپنا حصہ الگ کرنے کے مطالبے کا حق حاصل ہوتا ہے، اور کوئی بھی اسے تنفیض (لیکوڈیشن) پر مجبور نہیں کر سکتا، تاہم اگر اثاثہ جات ایسے ہیں کہ انہیں تقسیم کر کے ان کے حصے الگ الگ نہیں کئے جا سکتے، جیسے مشینری، تو ان اثاثہ جات کو بیچ کر وصول ہونے والی رقم کو تقسیم کر لیا جائے گا۔

(۲) اگر مشارکہ کی مدت کے دوران شرکاء میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو مرنے والے کے ساتھ مشارکہ کا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اس صورت میں اس کے وارثوں کو اختیار ہوگا، چاہیں تو مرنے والے کا حصہ واپس لے لیں اور اگر چاہیں تو مشارکہ کے اس معاہدہ کو جاری رکھیں۔

(۳) اگر شرکاء میں سے کوئی مجنون ہو جائے یا کسی اور وجہ سے تجارتی معاہدے کرنے کا اہل نہ رہے تو مشارکہ ختم ہو جائے گا۔

کاروبار ختم کئے بغیر مشارکہ ختم کرنا

اگر شرکاء میں سے کوئی ایک مشارکہ ختم کرنا چاہے جبکہ دوسرا شریک یا باقی شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہیں تو باہمی معاہدے سے یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ جو شرکاء کاروبار جاری رکھنا چاہتے ہیں وہ اس شریک کا حصہ خرید سکتے ہیں جو اپنی شراکت ختم کرنا چاہتا ہے، اس لئے کہ ایک شریک کے ساتھ مشارکہ ختم ہونے کا عملاً یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ مشارکہ دوسرے شرکاء کے ساتھ بھی ختم ہو جائے۔

اس صورت میں مشارکہ چھوڑنے والے شریک کے حصہ کی قیمت کا تعین باہمی رضامندی سے ہونا ضروری ہے۔ اگر اس حصے کی قیمت کے تعین میں اختلاف ہو اور شرکاء کے درمیان کوئی متفق قیمت طے نہ پاسکے تو مشارکہ چھوڑنے والا حصہ دار جو شراکت سے علحدہ ہونا چاہتا ہے اسے اپنا حصہ دوسروں کو بیچنا پڑے گا اور وہ دوسرے حصہ داروں کو کاروبار کی تقسیم یا لیکویڈیشن پر مجبور نہیں کرے گا۔

اسلامی فقہ کی کتابیں اس سوال پر عموماً خاموش نظر آتی ہیں، تاہم ظاہر یہی ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ شرکاء مشارکت کے بالکل آغاز میں اس طرح کی شرط پر اتفاق کرلیں۔ بعض حنبلی فقہاء نے اس طرح کرنے کی صراحتاً اجازت دی ہے۔

یہ شرط جدید صورت حال میں خاص طور پر قرین انصاف معلوم ہوتی ہے، اس لئے کہ آج کل اکثر حالات میں کاروبار کی نوعیت اپنی کامیابی کے لئے تسلسل کا تقاضہ کرتی ہے، اور صرف ایک شریک کی خواہش پر لیکویڈیشن یا تقسیم کاروبار سے دوسرے شرکاء کو ناقابل برداشت نقصان ہو سکتا ہے۔

اگر ایک بھاری رقم کے ساتھ ایک کاروبار شروع کیا جاتا ہے اور یہ رقم کسی طویل المیعاد منصوبے میں لگادی جاتی ہے، اور حصہ داران میں سے ایک شخص منصوبے کے ایام طفولیت میں ہی لکویڈیشن کا تقاضہ کرتا ہے تو اس صورت میں اسے بلاوجہ لیکویڈیشن یا تقسیم کا اختیار دینا دوسرے شرکاء کے مفادات کے لئے اسی طرح سخت نقصاندہ ہوگا۔ جس طرح کہ معاشرے کی معاشی نشوونما کے لئے۔ اس لئے اس طرح کی شرط قرین انصاف معلوم ہوتی ہے اور اس کی تائید ایک اصول سے بھی ہوتی ہے جسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک معروف حدیث میں بیان فرمایا ہے۔

"المسلمون علی شروطھم الا شرطا احل حراما او حرم حلالا "

"مسلمانوں کے معاملے ان کی آپس میں طے شدہ شرطوں کے مطابق ہی ہوتے ہیں، سوائے ایسی شرط کے جو" حلال کو حرام یا حرام کو حلال کرے"۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل ج۵ ص۲۹-۴۰)

۲. مضاربہ

"مضاربہ" شراکت کی ایک خاص شکل ہے جس میں ایک شریک دوسرے کو کاروبار میں لگانے کے لئے رقم فراہم کرتا ہے۔ سرمایہ کاری پہلے شخص کی طرف سے کی جاتی ہے اور اسے "رب المال" کہا جاتا ہے، جبکہ کاروبار کا انتظام و انصرام (مینجمنٹ)اور عمل کی ذمہ داری دوسرے فریق کے ساتھ خاص ہے جسے مضارب" کہا جاتا ہے۔

مشارکہ اور مضاربہ میں فرق درج ذیل نکات میں مختصراً بیان کیا جاسکتا ہے۔

(۱) مشارکہ میں سرمایہ دونوں طرف سے فراہم کیا جاتا ہے، جبکہ مضاربہ میں سرمایہ لگانا صرف رب المال کی ذمہ داری ہے۔

(۲) مشارکہ میں تمام شرکاء کاروبار کے لئے کام کرسکتے اور اس کے انتظام و انصرام (مینجمنٹ) میں حصہ لے سکتے ہیں، جبکہ مضاربہ میں رب المال مینجمنٹ میں حصہ لینے کا کوئی حق نہیں رکھتا بلکہ اسے صرف مضارب ہی انجام دے گا۔

(۳) مشارکہ میں تمام شرکاء اپنی سرمایہ کاری کے تناسب کی حد تک نقصان میں شریک ہوتے ہیں، جبکہ مضاربہ میں اگر کوئی خسارہ ہو تو وہ صرف رب المال کو برداشت کرنا ہوگا، اسلئے کہ مضارب تو کوئی سرمایہ ہی نہیں لگاتا، اس کا نقصان اس حقیقت تک محدود رہے گا کہ اس کی محنت رائیگاں گئی اور اسے اس کے عمل کا کوئی صلہ نہیں ملا۔

لیکن یہ اصول اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مضارب نے اس پوری احتیاط اور ذمہ داری کے ساتھ کام کیا جو کہ عموماً اس طرح کے کاروبار کے لئے ضروری سمجھی جاتی ہے۔ اگر غفلت اور لاپرواہی کے ساتھ کام کیا یا کسی بد دیانتی کا ارتکاب کیا تو وہ اس نقصان کا ذمہ دار ہو گا جو کہ لاپرواہی یا بے ضابطگی کی وجہ سے ہوا ہے۔

(۴) مشارکہ میں عموماً حصہ داروں کی ذمہ داری غیر محدود ہوتی ہے، لہٰذا اگر کاروبار کی ذمہ داریاں اس کے اثاثہ جات سے بڑھ جاتی ہیں اور نوبت کاروبار کی لیکویڈیشن تک پہنچ جاتی ہے تو اثاثوں سے زائد ذمہ داریاں حصہ داران کو اپنے اپنے متناسب حصے کے مطابق اٹھانا ہوں گی۔ تاہم اگر تمام شرکاء نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ کوئی شریک کاروبار کی مدت کے دوران کوئی قرض نہیں لے گا تو اس صورت میں زائد ذمہ داریاں صرف اسی شریک کو اٹھانا ہوں گی جس نے مذکورہ شرط کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کاروبار پر قرض کا بوجھ ڈالا ہے۔

مضاربہ میں صورت حال اس سے مختلف ہے۔ یہاں رب المال کی ذمہ داری اس کی سرمایہ کاری تک محدود ہو گی، الا یہ کہ وہ مضارب کو اس (رب المال) کی طرف سے قرض اٹھانے کی اجازت دیدے۔

(۵) مشارکہ میں جب بھی حصہ داران اپنا سرمایہ خلط ملط کر لیں گے تو مشارکہ کے تمام اثاثہ جات شرکاء کی سرمایہ کاری کے تناسب سے ان کی مشترکہ ملکیت بن جائیں گے (اور وہ سب مشاعاً ان کے مالک بن جائیں گے) اس لئے ان میں سے ہر ایک ان اثاثوں کی قیمتوں میں اضافے سے بھی مستفید ہو گا، اگرچہ انہیں بیچ کر نفع حاصل نہ کیا گیا ہو۔

مضاربہ کی صورت اس سے مختلف ہے۔ مضاربہ میں خریدی ہوئی ساری اشیاء صرف رب المال کی ملکیت ہیں، اور مضارب صرف اسی صورت میں منافع میں سے اپنا حصہ حاصل کر سکتا ہے جبکہ وہ انہیں نفع پر بیچ دے، لہٰذا وہ خود اثاثہ جات میں اپنے حصے کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں رکھتا، اگرچہ ان کی قیمت بڑھ گئی ہو۔

مضاربہ کا کاروبار

رب المال، مضارب کے لئے خاص کاروبار متعین بھی کر سکتا ہے، اس صورت میں مضارب رقم صرف اسی کاروبار میں لگائے گا، اس کو المضاربۃ المقیدہ کہا جاتا ہے، لیکن اگر وہ مضارب کو آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ جو کاروبار وہ چاہے کرے تو اسے یہ اختیار ہو گا کہ جس کاروبار کو وہ مناسب سمجھے اس میں وہ رقم لگا دے، اس کو المضاربۃ المطلقۃ کہا جاتا ہے (یعنی غیر مشروط مضاربہ)۔

ایک رب المال ایک ہی عقد میں ایک سے زائد افراد کے ساتھ بھی مضاربہ کا معاملہ طے کر سکتا ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ یہ رقم "الف" اور "ب" دونوں کو (مشترکہ طور پر) پیش کر سکتا ہے، لہٰذا ان دونوں میں سے ہر ایک اس کے لئے بطور مضارب کام کر سکتا ہے اور مضاربہ کا سرمایہ دونوں مشترکہ طور پر استعمال کریں گے اور مضارب کا حصہ ان دونوں کے درمیان طے شدہ تناسب سے تقسیم کیا جائے گا۔ اس صورت میں دونوں مضارب کاروبار ایسے چلائیں گے جیسا کہ دونوں آپس میں شریک ہوں۔

مضارب، خواہ ایک ہو یا زیادہ، ہر وہ کام کر سکتے ہیں جو کہ عموماً اس طرح کے کاروبار میں کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر وہ ایسا غیر معمولی کام کرنا چاہتے ہیں جو تاجروں کے عام معمول اور عادت سے ہٹ کر ہو تو یہ کام رب المال کی صریح اجازت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا۔

منافع کی تقسیم

مضاربہ کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ فریقین، بالکل شروع میں، حقیقی منافع کے خاص تناسب پر متفق ہوں جس کے مطابق رب المال اور مضارب میں سے ہر ایک منافع کا مستحق ہو گا۔ شریعت نے منافع کی کوئی متعین نسبت بیان نہیں کی بلکہ اسے فریقین کی باہمی رضامندی پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ وہ نفع میں برابر نسبت کے ساتھ بھی شریک ہو سکتے ہیں اور رب المال اور مضارب کے لئے الگ الگ نسبت بھی متعین کی جا سکتی ہے، تاہم وہ کسی فریق کے لئے رقم کی لگی بندھی مقدار خاص نہیں کر سکتے، اسی طرح وہ کسی فریق کا نفع راس المال کے کسی متناسب حصے کے ساتھ بھی متعین نہیں کر سکتے۔ مثال کے طور پر اگر راس المال ایک لاکھ روپے ہے تو وہ اس شرط پر اتفاق نہیں کر سکتے کہ کل منافع میں سے دس ہزار روپے مضارب کے ہوں

گے اور نہ ہی وہ یہ طے کر سکتے ہیں کہ (مثلاً) راس المال کا بیس فیصد رب المال کو دیا جائے گا، البتہ وہ یہ طے کر سکتے ہیں کہ حقیقی نفع کا چالیس فیصد مضارب کو ملے گا اور ساٹھ فیصد رب المال کو، یا اس کے بر عکس۔

یہ بھی جائز ہے کہ مختلف حالات میں نفع کی مختلف نسبتیں طے کر لی جائیں۔ مثلاً رب المال مضارب سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم گندم کا کاروبار کرو گے تو تمہیں کل نفع کا پچاس فیصد ملے گا اور اگر آٹے کا کاروبار کرو گے تو کل منافع کا تینتیس فیصد۔ اسی طرح وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تم اپنے شہر میں کاروبار کرو گے تو تم نفع کے تیس فیصد کے مستحق ہو گے اور اگر تم کسی دوسرے شہر میں کاروبار کرو گے تو نفع میں سے تمہارا حصہ پچاس فیصد ہو گا۔

نفع کے طے شدہ متناسب حصے کے علاوہ مضارب مضاربہ کے لئے کئے گئے اپنے کام پر کسی قسم کی تنخواہ، فیس یا معاوضے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ تمام فقہی مکاتب فکر اس نقطے پر متفق ہیں، البتہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ مضارب کو اس بات کی اجازت دیتے ہیں کہ وہ مضاربہ اکاؤنٹ سے صرف یومیہ خوراک کے اخراجات وصول کر لے۔ فقہاء حنفیہ کے نزدیک مضارب کو یہ حق صرف اس صورت میں حاصل ہو گا جبکہ وہ اپنے شہر سے باہر کسی کاروباری سفر پر ہو، اس صورت میں وہ ذاتی قیام وطعام وغیرہ کے اخراجات حاصل کر سکتا ہے، اپنے شہر میں ہونے کی صورت میں وہ کسی یومیہ الاؤنس کا مستحق نہیں ہوتا۔

اگر کاروبار کو بعض معاملات میں نقصان ہو اور بعض میں نفع، تو پہلے اس نفع سے نقصان کو پورا کیا جائے گا، پھر بھی اگر بچ جائے تو اسے طے شدہ تناسب سے فریقین میں تقسیم کیا جائے گا۔

مضاربہ کو ختم کرنا

مضاربہ کا عقد فریقین میں سے کوئی بھی کسی وقت ختم کر سکتا ہے۔ شرط صرف یہی ہے کہ دوسرے فریق کو اس کی باقاعدہ اطلاع کر دی جائے۔ اگر مضاربہ کے تمام اثاثہ جات نقد شکل میں ہیں اور اس مال پر کچھ نفع بھی کمایا جا چکا ہے تو انھیں فریقین میں نفع کے طے شدہ تناسب کے مطابق تقسیم کر لیا جائے۔ لیکن اگر مضاربہ کے اثاثہ جات نقد شکل میں نہیں ہیں تو مضارب کو موقع دیا جائیگا کہ وہ ان اثاثہ جات کو بیچ کر نقد میں تبدیل کرے، تاکہ حقیقی نفع کا تعین ہو سکے۔

مسلم فقہاء کے اس سوال کے بارے میں مختلف نقطہ ہائے نظر ہیں کہ کیا مضاربہ ایک متعین مدت کے لئے مؤثر ہو سکتا ہے کہ اس مدت کے گزرنے پر مضاربہ خود بخود ختم ہو جائے۔ حنفی اور حنبلی مکاتب فکر کے مطابق مضاربہ کو ایک خاص

مدت کے اندر محدود کیا جاسکتا ہے، مثلاً ایک سال، چھ ماہ وغیرہ، جس کے بعد مضاربہ بغیر کسی نوٹس کے ختم ہو جائے گا،اس کے برعکس مالکی اور شافعی فقہاء کا نقطہ نظریہ ہے کہ مضاربہ کو خاص مدت کے اندر محدود نہیں کیا جاسکتا۔

بہر حال اس اختلاف کا تعلق مضاربہ کی مدت کی آخری اور زیادہ سے زیادہ حد کے ساتھ ہے۔ کیا فریقین کی طرف سے مضاربہ کی کم سے کم مدت بھی طے کی جاسکتی ہے، جس سے پہلے مضاربہ کو ختم نہ کیا جاسکے؟ اسلامی فقہ کی کتابوں میں اس سوال کا صریح جواب نہیں ملتا، لیکن ایک ضابطہ جو عموماً یہاں ذکر کیا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی کوئی مدت متعین نہیں کی جاسکتی، اور ہر فریق کو جب وہ چاہے معاہدہ ختم کرنے کا اختیار ہے۔

فریقین کا مضاربہ ختم کرنے کا یہ غیر محدود اختیار موجودہ حالات میں بعض مشکلات پیدا کر سکتا ہے، اس لئے کہ آجکل اکثر کاروباری مہمیں اپنے ثمرات دکھانے کے لئے کچھ وقت کی محتاج ہوتی ہیں، انہیں پیچیدہ اور مستقل مزاجی والی کوششیں درکار ہوتی ہیں، اس لئے اگر رب المال کاروباری مہم کے بالکل شروع ہی میں مضاربہ ختم کر دیتا ہے تو یہ بات اس منصوبہ کے لئے بڑی مشکل کا باعث ہوگی۔ خاص طور پر مضارب کے لئے شدید دھچکا ہو گا جو کہ اپنی تمام کوششوں کے باوجود کچھ کما نہیں سکے گا۔ اس لئے اگر عقد مضاربہ میں داخل ہوتے وقت ہی فریقین اس بات پر متفق ہو جاتے ہیں کہ کوئی فریق بھی ایک معینہ مدت کے اندر چند مخصوص حالات کے علاوہ مضاربہ کو ختم نہیں کرے گا تو یہ بات بظاہر شریعت کے کسی اصول کے خلاف معلوم نہیں ہوتی، بالخصوص اس حدیث کی روشنی میں جس کا پہلے بھی حوالہ دیا جاچکا ہے، جس میں یہ آیا ہے کہ:

"المسلمون علی شروطھم الا شرطا احل حرام او حرم حلالا"

"مسلمانوں کے درمیان طے شدہ شرطوں کو برقرار رکھا جائے گا سوائے ان شرطوں کے جو کسی حرام کی اجازت دیدیں یا کسی حلال کو حرام کر دیں"۔

مشارکہ اور مضاربہ کا اجتماع

عام حالات میں یہی تصور کیا جاتا ہے کہ مضارب نے مضاربہ میں کوئی سرمایہ نہیں لگایا، وہ صرف مینجمنٹ کا ذمہ دار ہے، جبکہ سرمایہ سارا رب المال کی طرف سے ہوتا ہے، لیکن ایسی صورت حال بھی ہو سکتی ہے کہ مضارب بھی اپنا کچھ سرمایہ مضاربہ کے کاروبار میں لگانا چاہے۔ اس صورت حال میں مشارکہ اور مضاربہ دو عقد اکٹھے ہو جائیں گے۔ مثلاً □، □ کو ایک لاکھ

روپیہ مضاربہ کے طور پر دیتا ہے اور □، □ کی رضامندی سے پچاس ہزار اپنی جیب سے شامل کر لیتا ہے۔اس طرح کی شراکت کے ساتھ مشارکہ اور مضاربہ کے اجتماع والا معاملہ کیا جائے گا۔یہاں مضارب اپنے لئے بطور شریک نفع کا خاص فیصدی حصہ متعین کر سکتا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ وہ بطور مضارب اپنی مینجمنٹ اور عمل کی وجہ سے نفع کا ایک اور فیصدی حصہ متعین کر سکتا ہے، مذکورہ مثال میں منافع کی تعین کی بنیاد یہ ہو گی کہ حقیقی نفع کا ایک تہائی حصہ اپنی سرمایہ کاری کی وجہ سے حاصل کرے گا، باقی ماندہ دو تہائی نفع دونوں میں برابر تقسیم ہو گا، لیکن (اس حصے کی تقسیم میں) فریقین کسی اور نسبت پر بھی متفق ہو سکتے ہیں، شرط صرف یہ ہے کہ غیر عامل شریک (سلیپنگ پارٹنر) اپنے سرمائے کے تناسب سے زیادہ حاصل نہیں کر سکتا۔لہٰذا مذکورہ مثال میں اپنے لئے کل نفع کے دو تہائی سے زیادہ متعین نہیں کر سکتا، اس لئے کہ اس نے جو سرمایہ لگایا ہے وہ کل سرمائے کے دو تہائی سے زیادہ نہیں۔

مشارکہ اور مضاربہ کے چند بنیادی اصول

مشارکہ اور مضاربہ کا تصور چند بنیادی اصولوں پر مبنی ہے، ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے ان پر عمل کی شکلیں زمانے کے بدلنے سے بدل سکتی ہیں۔تفصیل میں جانے سے پہلے ہمیں ان بنیادی اصولوں پر ایک نظر ڈال لینی چاہئے:۔

۱. مشارکہ اور مضاربہ کے ذریعے تمویل رقم بطور قرض دینے کے ہم معنی نہیں ہے، بلکہ مشارکہ کی صورت میں اس تمویل کا مطلب ہے اپنی تمویل (لگائے ہوئے سرمائے) کے تناسب سے اس کاروبار کے اثاثہ جات میں شریک ہونا۔
۲. سرمایہ کار / تمویل کار کو اپنی تمویل کی حد تک کاروبار کو ہونے والے نقصان میں بھی لازماً شریک ہونا ہو گا۔
۳. شرکاء کو یہ آزادی حاصل ہے کہ وہ باہمی رضامندی سے اپنے میں سے ہر ایک کے لئے نفع کی جو نسبت چاہیں مقرر کر سکتے ہیں، تاہم جو شریک صراحتاً خود کو کاروبار کے لئے کام کرنے کی ذمہ داری سے الگ کر لیتا ہے وہ اپنی سرمایہ کاری کے تناسب سے زائد شرح منافع کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔
۴. خسارہ ہر ایک کو اپنی سرمایہ کاری کے تناسب سے برداشت کرنا ہو گا۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل ج۵ ص۴۳-۴۹)

مسائل:

(ماخوذ از بہشتی زیور مع اضافات مفتی عبد الواحد صاحب دامت برکاتہم)

- تم نے تجارت کے لئے کسی کو کچھ روپے دیئے کہ اس سے تجارت کرو جو کچھ نفع ہو گا وہ ہم تم بانٹ لیں گے۔ یہ جائز ہے، اس کو مضاربت کہتے ہیں لیکن اس کی کئی شرطیں ہیں، اگر ان شرطوں کے موافق ہو تو صحیح ہے، نہیں تو ناجائز اور فاسد ہے، ایک تو جتنا روپیہ دینا ہو وہ بتادو اور اس کو تجارت کے لئے دے بھی دو، اپنے پاس نہ رکھو۔ اگر روپیہ اس کے حوالہ نہ کیا اپنے ہی پاس رکھا تو یہ معاملہ فاسد ہے۔ دوسرے یہ کہ نفع بانٹنے کی صورت طے کرلو اور بتادو کہ تم کو کتنا ملے گا اور اس کو کتنا۔ اگر یہ بات طے نہیں ہوئی بس اتنا ہی کہا کہ نفع ہم تم دونوں بانٹ لیں گے تو یہ فاسد ہے۔ تیسرے یہ کہ نفع تقسیم کرنے کو اس طرح نہ طے کرو کہ جس قدر نفع ہو اس میں سے ایک ہزار روپے ہمارے باقی تمہارے۔ یا ہزار روپے تمہارے باقی ہمارے۔ غرض کہ کچھ خاص رقم مقرر نہ کرو کہ اتنی ہماری یا اتنی تمہاری بلکہ یوں طے کرو کہ آدھا ہمارا، آدھا تمہارا۔ یا ایک حصہ اس کا دو حصے اس کے یا ایک حصہ ایک کا باقی تین حصے دوسرے کے غرض کہ نفع کی تقسیم حصوں کے اعتبار سے کرنا چاہئے نہیں تو معاملہ فاسد ہو جائے گا۔ اگر کرچھ نفع ہو گا تب تو وہ کام کرنے والا اس میں سے اپنا حصہ پائے گا اور اگر کچھ نفع نہ ہوا تو کچھ نہ پائے گا۔ اگر یہ شرط کرلی کہ اگر نفع نہ ہوا تب بھی ہم تم کو اصل مال میں سے اتنا دیں گے تو یہ معاملہ فاسد ہے۔ اسی طرح اگر یہ شرط کی کہ اگر نقصان ہو گا تو اس کام کرنے والے کے ذمہ پڑے گا یا دونوں کے ذمہ ہو گا یہ بھی فاسد ہے بلکہ حکم یہ ہے کہ جو کچھ نقصان ہو وہ مالک کے ذمہ ہے اسی کا روپیہ گیا۔
- جب تک اس کے پاس روپیہ موجود ہو اور اس نے اسباب نہ خریدا ہو تب تک تم کو اس کے موقوف کر دینے اور روپیہ واپس لینے کا اختیار ہے اور جب وہ مال خرید چکا تو اب موقوفی کا اختیار نہیں ہے۔
- اگر یہ شرط کی کہ تمہارے ساتھ ہم کام کریں گے یا ہمارا فلاں آدمی تمہارے ساتھ کام کرے گا تو یہ (معاملہ) فاسد ہے۔
- مضاربت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ معاملہ صحیح ہوا ہے کوئی فاسد شرط نہیں لگائی ہے تو نفع میں دونوں شریک ہیں جس طرح طے کیا ہو بانٹ لیں اور اگر کچھ نفع نہ ہوا یا نقصان ہوا تو اس آدمی (یعنی کام کرنے والے) کو کچھ نہ ملے گا اور نقصان کا تاوان اس کو نہ دینا پڑے گا۔ اور اگر وہ معاملہ فاسد ہو گیا ہے تو پھر وہ کام کرنے والا نفع میں شریک

نہیں ہے۔ بلکہ وہ بمنزلہ نوکر کے ہے۔ یہ دیکھو کہ اگر ایسا آدمی نوکر رکھا جائے تو کتنی تنخواہ دینی پڑے گی، بس اتنی ہی تنخواہ اس کو ملے گی، نفع ہو تب بھی اور نہ ہو تب بھی بہر حال تنخواہ پائے گا۔ اور نفع سب مالک کا ہے لیکن اگر تنخواہ زیادہ بنتی ہے اور جو نفع طے ہوا تھا اگر اس کے حساب سے دیں تو کم بنتا ہے تو اس صورت میں تنخواہ نہ دیں گے نفع بانٹ دیں گے۔

- مضاربت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک مقید دوسری مطلق۔ مقید اس مضاربت کو کہتے ہیں جس میں روپے دینے والا کسی خاص جگہ کی یا کسی خاص مدت کی یا کسی خاص کاروبار کی قید لگا دے یعنی وہ یہ کہہ دے کہ اس روپے سے تم صرف ملتان یا لاہور ہی میں کام کر سکتے ہو، دوسری جگہ نہیں یا یہ کہہ دے کہ صرف ایک سال کے لئے میں مضاربت پر روپے دے رہا ہوں یا یہ کہہ دے کہ یہ روپے صرف مثلاً کپڑے ہی کے کام میں لگائے جائیں۔ اور مطلق مضاربت وہ ہے جس میں ان میں سے کوئی قید نہ لگی ہو بلکہ مضارب یعنی کام کرنے والے کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہو۔
- مطلق مضاربت کی صورت میں یعنی جبکہ مالک نے مضارب کو کہا ہو کہ تم اپنی صوابدید سے جو چاہو کرو تو مضارب اس مال کو آگے کسی اور کو مضاربت پر بھی دے سکتا ہے کسی کے ساتھ شرکت بھی کر سکتا ہے اور اپنے مال کے ساتھ بھی ملا سکتا ہے۔
- مضارب کے آگے کسی کو مضاربت پر مال دینے کی دو صورتیں ہیں:

اَ- مالک نے مضارب اول سے کہا ہو کہ اس رقم پر جو نفع ہو وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہو گا۔ مضارب اول نے آگے مضارب ثانی کو مال دیا کہ مضارب ثانی کا حصہ ایک تہائی ہو گا۔ اس صورت میں کل نفع میں سے مالک کو نصف ملے گا۔ مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور باقی چھٹا حصہ مضارب اول کا ہو گا۔

ب- مالک نے مصارب اول کو کہا کہ تمہیں جو نفع ہو وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہو گا۔ مضارب ثانی کے لئے تہائی طے ہوا ہو تو مضارب ثانی کو تہائی ملے گا اور باقی دو تہائی جو مضارب اول کو ملے گا وہ اس کے اور مالک کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو گا۔

- اپنے مال کے ساتھ ملانے اور مخلوط کرنے کی صورت یہ ہے کہ مضارب خود اپنا کاروبار بھی کرتا ہے مثلاً اس کے کاروبار میں اس کے دس ہزار روپے لگے ہوئے ہیں۔ اب زید نے اس کو دس ہزار دیئے اور کہا کہ اپنی صوابدید سے جو چاہے کام کرو اور ہمارا نفع نصف نصف ہو گا۔ مضارب زید کے دس ہزار اپنے کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ پھر اگر نفع چار ہزار ہو تو زید کی رقم پر نفع دو ہزار ہوا جو مضارب اور زید کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو گا۔ اس طرح سے اس وقت مضارب کو تین ہزار اور زید کو ایک ہزار نفع ملے گا۔
- مضاربت مطلق ہو تو مضارب کو نقد یا ادھار مال خریدنے، بیچنے، کسی اور کو اپنی مدد کے لئے تنخواہ پر یا روزانہ اجرت دے کر رکھ لینے کا بھی حق ہے، اس میں مالک کوئی مداخلت نہیں کر سکتا۔
- مضاربت مطلق ہو تب بھی مضارب کو قرض لینے دینے کا اختیار نہیں جب تک مالک خود اس کی مستقل طور پر اجازت نہ دے دے۔
- مضارب اگر اپنے وطن میں کاروبار کرے تو کھانا کپڑا مضاربت کے مال سے نہیں لے سکتا البتہ سواری کا خرچ اس صورت میں لے سکتا ہے جب بڑا شہر ہو اور ایک حصے سے دوسرے حصے میں آنے جانے میں کچھ خرچ ہوتا ہو۔ البتہ اگر کسی دوسرے شہر میں جا کر کسی مال کو خریدنے یا بیچنے کی ضرورت پیش آ جائے تو وہ کھانے پینے، سواری، کپڑے کی دھلائی کا خرچ لے سکتا ہے۔ لیکن اخراجات کے لینے میں اس کو اس کا لحاظ کرنا پڑے گا کہ جس حیثیت کا وہ خود ہے اس سے زیادہ خرچ نہ کرے مثلاً وہ ذاتی سفر میں جتنا خرچ کرتا ہے یا اس کے مرتبے کے تاجر عموماً جتنا خرچ کرتے ہیں اسے بھی اتنا ہی لینے کا حق ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ اپنا ذاتی سفر تو وہ سے کنڈ کلاس میں کرے اور مضارب کی حیثیت سے سفر کرے تو فرسٹ کلاس میں کرے۔ اسی طرح اگر وہ گھر میں دال روٹی کھاتا ہے تو مضارب کی حیثیت سے سفر میں بھی اتنا ہی خرچ کرے گوشت روٹی کا خرچہ نہ لے۔
- مضارب اگر مضاربت کا روپیہ اپنی ضرورت میں خرچ کر لے تو یہ غصب ہے اور غصب شدہ رقم میں مضاربت باقی نہیں رہتی۔
- مقید مضاربت کی صورت میں مالک کی بتائی ہوئی قید کے خلاف کرنے سے بھی مضارب غاصب بنتا ہے اور کیا جانے والا کام مضاربت میں شمار نہیں ہوتا بلکہ جب مضارب غاصب بنا تو ہونے والا نفع سارا اس کی ملک ہوا لیکن

وہ نفع اس کے لئے پاکیزہ نہیں اور اس پر اس کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ علاوہ ازیں مضارب کے ذمے ہوگا کہ وہ مالک کو اس کی پوری رقم لوٹائے خواہ اس کو اپنے کئے ہوئے کام میں نقصان ہی ہوا ہو۔

- غصب کی مذکورہ بالا صورتوں میں مضارب کو گناہ بھی ہوتا ہے۔
- مضارب کے لئے ضروری ہے کہ وہ کاروبار کا مکمل حساب کتاب رکھے اور جو واقعی نفع ہوا ہے اس کو آپس میں تقسیم کرے۔
- اگر مضاربت میں کچھ نقصان ہو جائے تو اول وہ نفع سے پورا کیا جائے گا اصل روپے کو باقی اور محفوظ سمجھیں گے، لیکن جب نقصان نفع سے زیادہ ہوا ہو اب اصل سرمایہ پر ڈالا جائے گا۔ مثلاً مالک نے مضارب کو دس ہزار روپے دیئے۔ مضارب نے کام کیا اور ایک ہزار روپے نفع کمائے۔ ابھی یہ نفع آپس میں تقسیم نہیں ہوا تھا کہ اگلے سودے میں مضارب کو نقصان ہوا۔ اگر نقصان ہزار روپے تک ہو تو پہلے حاصل ہونے والا نفع اس نقصان میں منہا ہو گیا اور طرفین میں سے کسی کو کچھ نہ ملے گا اور اگر نقصان ڈیڑھ ہزار کا ہوا تو ہزار نفع میں سے منہا ہوئے۔ باقی پانچ سو مالک کے سرمایہ میں سے گئے۔

۳. قرض حسن

کسی سے قرض لے کر اس کو تجارت کے سرمائے کے طور پر استعمال کیا جائے، قرض دینا بڑے اجر کا ثواب ہے اور قرض لینے والے کے ذمہ بھی اس کی کچھ ذمہ داریاں آتی ہیں، شدید ضرورت کے بغیر ادھار کا لین دین اچھا نہیں لیکن بسا اوقات اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے قناعت اور کفایت شعاری سے تجارتی امور سرانجام دیئے جائیں اور قرض یعنی ادھار لین دین سے بچا جائے۔

آج کے دور میں تجارتی امور اور کاروباری عام ضروریات میں ادھار خوب چلتا ہے لیکن ادھار لین دین کے جس مرحلے میں بھی اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی ہوتی ہے وہاں فساد پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسلام نے ادھار کے معاملے میں جو تعلیمات دی ہیں ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

ایک طرف تو اسلام نے ادھار دینے والے "قرض خواہ" کے لئے اصول بتائے ہیں دوسری طرف ادھار لینے والے "مقروض" کو آداب سکھائے ہیں۔

قرض خواہ کے آداب

ادھار دینے والے کیلئے اسلام نے یہ آداب واصول بتائے کہ وہ اپنے ضرورت مند بھائی کو جب قرض حسن یا سودا ادھار دے تو اگر وہ تنگ دست ہے تو اسے مہلت دے اگر وہ اتنا مفلس ہے کہ ادا نہیں کر سکتا تو اسے معاف کر کے اپنے پروردگار کے ہاں نیکیوں کا خزانہ جمع کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ترجمہ: اگر ادھار لینے والا تنگدست ہے تو اسے فراخی تک مہلت دو اور اگر معاف ہی کر دو تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے،

(البقرہ:۲۸۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہلت دینے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا" جس شخص کا کسی پر حق ہو اور وہ اسے مہلت دے تو اس کیلئے ہر ن کے عوض صدقہ کا ثواب ہے۔

(مسند احمد عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ)

ایک اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "جس کسی کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن کی سختیوں سے بچالے تو اسے چاہئے کہ تنگدست مقروض کو مہلت دے یا اسے معاف ہی کر دے"۔

(مسلم مشکوۃ کتاب البیوع)

ایک حدیث میں ہے کہ جس کسی نے تنگدست کو مہلت دی یا اسے قرضہ معاف کر دیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن اپنے سایہ میں جگہ دینگے۔

(مشکوۃ کتاب البیوع)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اگر ادھار دینے والے کو معاف کرنے کی ہمت نہ ہو یعنی ایسے معاشی حالات نہ ہوں کہ معاف کیا جا سکے تو پھر بھی ادھار لینے والے سے نرمی کے ساتھ تقاضا کرو۔ مقروض کی غربت اور مجبوری کا

احساس دلا کر باتیں بنا کر دل نہ دکھائے۔ صحیح بخاری میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شریف انسان پر جو جب بیچے اور جب خریدے اور جب ادھار کا تقاضا کرے تو نرمی کرے اور در گزر سے کام لے۔

مقروض کے آداب

دوسری طرف اسلام نے ادھار لینے والے کو بھی خوب ہدایات دیں اور بتایا کہ ادھار لین دین ایک معاہدہ ہوتا ہے اور عہد کی باز پرس ہوگی اور بتایا کہ ادھار لینے والا استطاعت کے باوجود قرض ادا نہ کرے ٹال مٹول کرے اس کی اس مجرمانہ غفلت کو ظلم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے "مال دار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے"۔

(بخاری و مسلم)

قرض خواہ ایسے مقروض کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کر کے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔ قرض ادا نہ کرنا اتنا بڑا جرم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے شخص کی نماز جنازہ نہیں پڑھایا کرتے تھے جو قرض ادا کئے بغیر مر جاتا تھا جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے بارے میں تفصیلی واقعہ منقول ہے۔

(بخاری مشکوۃ باب الافلاس والانظار)

جب اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کے بعد دنیوی رحمتوں کے دروازے امت پر کھول دیئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود غریب امتیوں کا قرض ادا فرما دیتے۔

بخاری شریف میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا۔ میں مسلمانوں کو ان کی جانوں سے بھی زیادہ محبوب ہوں ان مومنین میں سے جو مر جائے اور قرضہ چھوڑ جائے تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جو کوئی مال چھوڑ کر وفات پا جائے وہ مال اس کے وارثوں کو ملے گا۔

(بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۹۹)

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ اگر مقروض قرضہ ادا کئے بغیر انتقال کر جائے اور کوئی ایسی جائیداد یا سامان نہ چھوڑ جائے جس سے قرض کی ادائیگی کا بندوبست کیا جا سکے تو پھر اسلامی مملکت کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے انتقال کرنے والے

مقروض کے قرضہ کی ادائیگی کا بندوبست کرے تا کہ وہ مقروض آخرت کی بازپرس سے بھی بچ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی ارشادات میں قرض کو ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے حتیٰ کہ شہید سے بھی قرض کا مطالبہ ہو گا فرمایا شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جائیں گے مگر قرض معاف نہ ہو گا۔

(رواہ مسلم)

حضرت شرید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دینے کی قدرت رکھنے والے کی ٹال مٹول تاخیری حربے اور بہانے پیش کرنا، اس کی بے عزتی اور اس کو سزا دینا جائز کر دیتی ہے۔

(رواہ ابوداؤد و نسائی)

اسلام نے ادھار لینے والے کو یہاں تک تاکید کی ہے کہ وہ وقت پر ادا کرے اور اچھے طریقے سے ادا کرے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چالیس ہزار قرض لئے جب مال آیا تو آپ نے میرا قرض واپس کر دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے اہل اور مال میں برکت دے بے شک قرض کا بدلہ شکریہ ادا کرنا اور قرض ادا کرنا ہے۔

(مشکوۃ باب الافلاس والانظار حدیث نمبر ۲۶)

قرآن حکیم کے احکامات اور ارشادات نبوی کی روشنی میں ادھار لین دین کے جو آداب معلوم ہوئے وہ یہ ہیں۔

أ. ادھار لین دین بغیر ضرورت شدید کے پسندیدہ نہیں۔

ب. ادھار لین دین میں بھول چوک بددیانتی بے ایمانی اور جھگڑے کے احتمال کا دروازہ بند کرنے کی کوشش کی جائے اس کیلئے بہتر یہ ہے کہ ادھار لین دین کی باقاعدہ دستاویز اور یاداشت تحریر کر لی جائے جس میں تمام شرائط وضاحت سے لکھی جائیں۔ کتنی رقم؟ کب واپس ہو گی؟ کب رقم دی؟ قرض دار خود لکھے یا کسی دوسرے سے لکھوا لے پھر اپنے دستخط کر دیئے یا انگوٹھا لگا دے۔

ت. زیادہ قرض لینے دینے پر دو گواہ ضرور مقرر کرے ان کے بھی دستخط کروالے ادھار لینے والا ادھار لینے کے بعد بے فکر نہ ہو جائے۔ جلد از جلد ادائیگی کی فکر کرے اپنے غیر ضروری اخراجات میں کمی کرے جونہی موقعہ ملے فوراً ادا کرے۔

ث. ادھار لینے والا مقررہ مدت کے اندر اندر ہر حال میں ادا کر دے تاکہ آئندہ کیلئے تیار رہے۔

مسائل:

- جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز تم واپس دے سکتے ہو اس کا قرض لینا درست ہے جیسے اناج، انڈے، گوشت وغیرہ اور جو چیز ایسی ہو کہ اسی طرح کی چیز دینا مشکل ہے تو اس کا قرض لینا درست نہیں جیسے بکری، مرغی وغیرہ۔
- جس زمانے میں پچاس روپے کے دس سیر گیہوں ملتے تھے اس وقت تم نے پانچ کلو گیہوں قرض لئے پھر گیہوں سستے ہو گئے اور پچاس روپے کے بیس سیر ملنے لگے تو تم کو وہی پانچ کلو گیہوں دینا پڑیں گے۔ اسی طرح اگر گراں ہو گئے تب بھی جتنے لئے ہیں اتنے ہی دینا پڑیں گے۔
- جیسے گیہوں تم نے دیئے تھے اس نے اس سے اچھے گیہوں ادا کئے تو اس کا لینا جائز ہے یہ سود نہیں مگر قرض لینے کے وقت یہ کہنا درست نہیں کہ ہم اس سے اچھے لیں گے، البتہ وزن میں زیادہ نہ ہونا چاہئے۔ اگر تم نے دیئے ہوئے گیہوں سے زیادہ لئے تو یہ ناجائز ہو گیا، خوب ٹھیک تول کر لینا دینا چاہئے لیکن اگر تھوڑا جھکتا تول دیا تو کچھ ڈر نہیں۔
- کسی سے کچھ روپیہ یا غلہ اس وعدہ پر قرض لیا کہ ایک مہینہ یا پندرہ دن کے بعد ہم ادا کر دیں گے اور اس نے منظور کر لیا تب بھی مدت کا بیان کرنا لغو بلکہ ناجائز ہے۔ اگر اس کو اس مدت سے پہلے ضرورت پڑے اور تم سے مانگے یا بغیر ضرورت ہی مانگے تو تم کو ابھی دینا پڑے گا۔
- تم نے دو کلو گیہوں یا آٹا وغیرہ کچھ قرض لیا، جب اس نے مانگا تو تم نے کہا بھائی اس وقت گیہوں تو نہیں ہیں، اس کے بدلے تم دس روپے لے لو اس نے کہا اچھا، تو یہ پیسے اسی وقت سامنے رہتے رہتے دے دینا چاہئے، اگر پیسے نکالنے اندر گئے اور اس کے پاس سے الگ ہو گئے تو وہ معاملہ باطل ہو گیا۔ اب پھر سے کہنا چاہئے کہ تم اس ادھار گیہوں کے بدلے دس روپے لے لو کیونکہ حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے کہ قرض کی بیع قرض سے کی جائے۔

- چاندی کے ایک روپے کے چاندی کے پیسے قرض لئے پھر پیسے گراں ہو گئے اور روپے کے ساڑھے پندہ آنے چلنے لگے تو اب سولہ آنے دینا واجب نہیں ہیں بلکہ اس کے بدلے چاندی کا روپیہ دے دینا چاہئے۔ وہ یوں نہیں کہ سکتا کہ میں روپیہ نہیں لیتا پیسے لئے تھے وہی لاؤ۔
- کسی سے ہزار روپے قرض لئے۔ اس وقت چاندی سو روپے تولہ کے حساب سے ایک ہزار روپے کی دس تولہ آتی تھی۔ جب مثلاً سال بعد قرض واپس کرنے لگے تو اس وقت چاندی کے نرخ بڑھے ہوئے تھے اور ایک ہزار کی نو تولہ چاندی ملنے لگی۔ تو قرض خواہ مقروض سے روپوں کے بجائے دس تولہ وصول کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر نرخ گر گئے تب مقروض کو حق حاصل ہے کہ وہ قرض خواہ کو صرف دس تولہ چاندی واپس دے۔
- گھروں میں دستور ہے کہ دوسرے گھر سے اس وقت دس پانچ روٹی قرض منگالی۔ پھر جب اپنے گھر پک گئی تو گن کر بھیج دی یہ درست ہے۔

۴. مالی معاونت وہدیہ

جاننے والے دوست احباب یا عزیز و اقارب سے ہدیہ کی صورت میں مالی معاونت حاصل کرنا بھی کاروبار میں مالی ضروریات کے پورا کرنے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے، اگرچہ دوسروں سے مانگنا مناسب نہیں ہو گا، لیکن قریبی لوگوں یا ایسے افراد سے مالی معاونت کی درخواست کرنا جو آپ کی معاونت کر کے خوش ہوں، سود پر یا کسی غیر شرعی ذرائع سے سرمایہ حاصل کرنے سے لامحالہ بہتر ہے۔

یہاں تک تو اصحاب اموال کے اموال کو تجارت میں سرمائے کے طور پر استعمال کرنے کے مختلف طریقے بیان ہوئے ہیں، اب ذیل میں بیوع یعنی خرید و فروخت کے بھی کچھ ایسے طریقے ہیں، جنہیں سرمائے کی کمی کو دور کرنے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے، وہ یہ ہیں:

۵. استصناع یعنی چیز بنانے کیلئے خریدار سے پیشگی قیمت کا حصول

اوپر ذکر کردہ مالی ذرائع کے علاوہ بیوع کی کچھ قسمیں بھی کاروبار کی مختلف مالی ضروریات پوری کرنے میں معاون ہوسکتی ہیں، جن کی تفصیل چوتھے حصے میں بیوع کی اقسام میں آرہی ہے، یہاں صرف ان کی طرف اشارہ کرنا کافی ہوگا، جو درج ذیل ہیں:

استصناع بیع کی ایک قسم ہے جس میں سودا چیز کے وجود میں آنے سے پہلے ہی ہو جاتا ہے۔ استصناع کا معنی ہے کوئی تیار کنندہ (مینوفیکچرر) اپنے پاس سے خام مال لگا کر خریدار کے لئے چیز تیار کرنے کی ذمہ داری قبول کر لیتا ہے تو استصناع کا عقد وجود میں آجائے گا، لیکن استصناع کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ قیمت فریقین کی رضامندی سے طے کرلی جائے اور مطلوبہ چیز (جس کی تیاری مقصود ہے) کے ضروری اوصاف بھی متعین کر لئے جائیں۔

استصناع کے معاہدے کی وجہ سے تیار کنندہ پر یہ اخلاقی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ وہ اس چیز کو تیار کرے، لیکن تیار کنندہ کے اپنا کام شروع کرنے سے پہلے فریقین میں سے کوئی بھی دوسرے کو نوٹس دے کر معاہدہ منسوخ کر سکتا ہے۔ البتہ تیار کنندہ کے کام شروع کر دینے کے بعد معاہدہ یک طرفہ طور پر ختم نہیں کیا جاسکتا۔

استصناع بطور طریقہ تمویل

استصناع کو مخصوص معاہدوں میں تمویل کی سہولت فراہم کرنے کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے، خاص طور پر ھاؤس بلڈنگ فائنانس کے شعبے میں۔

اگر صارف وعمیل (کلائنٹ) کے پاس اپنی زمین ہے اور گھر کی تعمیر کیلئے تمویل چاہتا ہے تو تمویل کار اس کھلی زمین پر استصناع کی بنیاد پر گھر تعمیر کر دینے کی ذمہ داری قبول کر سکتا ہے اور کلائنٹ کے پاس اپنی زمین نہیں ہے اور وہ زمین بھی خریدنا چاہتا ہے تو بھی تمویل کار یہ ذمہ داری قبول کر سکتا ہے کہ وہ اسے زمین کے ایسے قطعے پر تعمیر شدہ گھر مہیا کرے گا جس کی تفصیلات پہلے سے طے کرلی گئی ہوں۔

چونکہ استصناع میں یہ ضروری نہیں کہ قیمت پیشگی ادا کی جائے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ بیع پر قبضے کے وقت ادا کی جائے (بلکہ قیمت فریقین کے طے شدہ معاہدے کے مطابق کسی بھی وقت تک مؤجل ہو سکتی ہے) اسلئے فریقین جس طرح چاہیں قیمت کی ادائیگی کا وقت اس کے مطابق طے کیا جاسکتا ہے۔ قیمتوں کی ادائیگی قسطوں میں بھی ہو سکتی ہے۔

یہ بھی ضروری نہیں کہ تمویل کار گھر کی خود تعمیر کرے، بلکہ وہ کسی تیسرے فریق کے ساتھ متوازی استصناع کے معاہدے میں داخل ہو سکتا ہے یا وہ کسی ٹھیکے دار کی خدمات بھی حاصل کر سکتا ہے (جو کلائنٹ کے علاوہ ہو) دونوں صورتوں میں وہ لاگت کا حساب لگا کر استصناع کی قیمت کا تعین اس انداز سے کر سکتا کہ اس سے اسے لاگت پر معقول منافع حاصل ہو جائے۔ اس صورت میں کلائنٹ کی طرف سے قسطوں کی ادائیگی عین اس وقت سے بھی شروع ہو سکتی ہے جب فریقین نے معاہدے پر دستخط کئے ہیں اور تعمیر کے دوران اور مکان کلائنٹ کے حوالے کیے جانے کے بعد بھی جاری رہ سکتی ہیں۔ قسطوں کی ادائیگی محفوظ بنانے کے لئے زمین یا مکان یا کسی اور جائیداد کا ملکیت نامہ آخری قسط کی ادائیگی تک تمویل کار کے پاس بطور توثیق کے رکھا جاسکتا ہے۔

تمویل کار کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ معاہدے میں طے شدہ بیانات کے بالکل مطابق مکان تعمیر کرے۔ کسی بھی فرق کی صورت میں ہر ایسا خرچہ جو اسے معاہدے کی شرائط کے مطابق بنانے کے لئے ضروری ہو، تمویل کار کو برداشت کرنا پڑیگا۔

استصناع کے ذریعے کو منصوبوں کی تمویل (پراجیکٹ فائنانسنگ) کے لئے بھی انہی خطوط پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی کلائنٹ اپنی فیکٹری میں ائیر کنڈیشن پلانٹ لگوانا چاہتا ہے اور پلانٹ تیار کرنے کی ضرورت ہے تو تمویل کار استصناع کے معاہدے کے ذریعے پہلے بیان کردہ طریق کار کے مطابق پلانٹ مہیا کرنے کی ذمہ داری قبول کر سکتا ہے، اسی طرح استصناع کے معاہدے کو کسی پل یا شاہراہ کی تعمیر کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

جدید (بی او ٹی) معاہدات (خرید و چلاؤ اور منتقل کرو) کو بھی استصناع کی بنیادوں پر تشکیل دیا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی حکومت ایک ہائی وے تعمیر کرنا چاہتی ہے تو وہ سڑک بنانے والی کمپنی کے ساتھ استصناع کا عقد کر سکتی ہے، اور قیمت کے طور پر اسے مخصوص مدت تک شاہراہ کو چلانے اور قیمت بطور (ٹول) حاصل کرنے کا اختیار دیا جاسکتا ہے۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل ج ۵ ص ۱۴۷-۱۵۷)

توجہ طلب امر:

استصناع سلم اور اجارہ میں فرق اور اس کے مسائل اور مکمل تفصیل اسلامی تجارت کے تیسرے حصے میں بیوع کے باب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۶. مرابحہ

۱. مرابحہ بیع کی ایک خاص قسم ہے جس میں بیچنے والا شخص بیچی جانے والی چیز کی لاگت صراحتاً بیان کرتا اور اس پر کچھ منافع شامل کر کے دوسرے شخص کو بیچتا ہے۔

۲. مرابحہ میں نفع (مارک اپ) کا تعین باہمی رضامندی سے دو طریقوں میں سے کسی طریقے سے کیا جاسکتا ہے۔ یا تو لگی بندھی مقدار طے کر لی جائے (مثلاً اصل لاگت پر اتنے روپے زائد) یا اصل لاگت پر خاص تناسب طے کر لیا جائے (یعنی اصل لاگت پر اتنے فیصد زائد)۔

۳. بیچی جانے والی اشیاء حاصل کرنے کے لئے بائع کو جتنا خرچ کرنا پڑا ہے مثلاً مال برداری کا کرایہ اور کسٹم ڈیوٹی وغیرہ وہ سب لاگت میں شامل ہو گا اور نفع (مارک اپ) اس مجموعی لاگت پر لاگو کیا جائیگا، لیکن کاروبار کے وہ خرچے جو ایک ہی مرتبہ چیز حاصل کرنے پر نہیں ہوتے بلکہ بار بار ہوتے رہتے ہیں جیسے ملازمین کی تنخواہیں، عمارت کا کرایہ وغیرہ انہیں انفرادی معاملے میں لاگت میں شامل نہیں کیا جاسکتا، البتہ اصل لاگت پر جو نفع متعین کیا جائیگا اس میں خرچوں کا بھی لحاظ رکھا جاسکتا ہے۔

مرابحہ اسی صورت میں صحیح ہو گا جبکہ چیز کی پوری لاگت متعین کی جاسکتی ہو۔ اگر چیز کی پوری لاگت متعین نہ کی جاسکتی ہو تو اسے مرابحہ کے طور پر نہیں بیچا جاسکتا۔ اس صورت میں وہ چیز مساومہ (بارگیننگ) کی بنیاد پر ہی بیچی جاسکتی ہے، یعنی لاگت اور اس پر طے شدہ نفع کے حوالے کے بغیر۔ اس صورت میں قیمت باہمی رضامندی سے ایک متعین مقدار میں طے کی جائیگی۔

توجہ طلب امر:

یہاں صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ بعض صورتوں میں مرابحہ کو بھی اس کی شرائط کے ساتھ کاروبار کی مالی ضروریات کے پورا کرنے میں ذریعہ بنایا جاسکتا ہے، جس کے لئے مرابحہ کی مکمل تفصیل اور اس کے مسائل اسلامی تجارت کے چوتھے حصے میں بیوع کے باب میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

۷. بیع سلم

"سلم" ایک ایسی بیع ہے جس کے ذریعے بائع یہ ذمہ داری قبول کرتا ہے کہ وہ مستقبل کی کسی تاریخ میں متعین چیز خریدار کو فراہم کرے گا اور اس کے بدلے میں مکمل قیمت بیع کے وقت ہی پیشگی لے لیتا ہے۔

یہاں قیمت نقد ہے لیکن بیع (بیچے جانے والی چیز) کی ادائیگی مؤجل اور مؤخر ہے۔ خریدار کو "رب السلم" اور بائع کو "مسلم الیہ" اور خریدی ہوئی چیز کو "مسلم فیہ" کہا جاتا ہے۔

سلم کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مخصوص شرائط کے ساتھ اجازت دی تھی۔ اس بیع کا بنیادی مقصد چھوٹے کاشتکاروں کی ضرورت کو پورا کرنا تھا جنہیں اپنی فصل اگانے کے لئے اور فصل کی کٹائی تک اپنے بیوی بچوں کے اخراجات پورے کرنے کیلئے رقم کی ضرورت ہوتی تھی۔ ربا کی حرمت کے بعد وہ سودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے، اس لئے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اپنی زرعی پیداوار پیشگی قیمت پر فروخت کردیں۔

اسی طرح عرب تاجر دوسرے علاقوں کی طرف کچھ اشیاء برآمد کرتے تھے۔ اس مقصد کیلئے انہیں رقم کی ضرورت ہوتی تھی۔ ربا کی حرمت کے بعد یہ لوگ سودی قرضہ نہیں لے سکتے تھے۔ اسلئے انہیں اجازت دی گئی کہ وہ پیشگی قیمت پر یہ اشیاء فروخت کردیں۔ نقد قیمت وصول کرکے یہ لوگ اپنا مذکورہ بالا کاروبار با آسانی جاری رکھ سکتے تھے۔

سلم سے بائع کو بھی فائدہ پہنچتا تھا اس لئے کہ قیمت پیشگی مل جاتی تھی اور خریدار کو بھی فائدہ پہنچتا تھا اسلئے کہ سلم میں قیمت عموماً نقد سودے کی نسبت کم ہوتی تھی۔

سلم کی اجازت اس عام قائدے سے استثناء ہے جس کے مطابق مستقبل کی طرف منسوب بیع جائز نہیں ہے۔ سلم کی یہ اجازت چند کڑی شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔

توجہ طلب امر:

سلم کی شرائط کو پورا کر کے سلم کو بھی کاروبار کی مالی ضروریات کے پورا کرنے میں استعمال کیا جاسکتا ہے، سلم کی یہ شرائط اور سلم کے مسائل اور اس کے متعلق مزید تفصیل اسلامی تجارت کے چوتھے حصے میں بیوع کے باب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۸. اجارۃ (کرایہ داری)

"اجارہ" کی ایک قسم کا تعلق انسانی خدمات کے ساتھ نہیں بلکہ اثاثہ جات اور جائیداد کے منافع (حق استعمال) کے ساتھ ہے۔ اس مفہوم میں "اجارہ" کا معنی ہے "کسی متعین مملوکہ چیز کے منافع کسی دوسرے شخص کو ایسے کرائے کے بدلے میں منتقل کر دینا جس کا اس سے مطالبہ کیا جائے"۔ اس صورت میں "اجارہ" کی اصطلاح انگریزی اصطلاح لیزنگ کے ہم معنی ہوگی، کرایے پر دینے والا (لیسر) "موجر" کہلاتا ہے اور کرایہ پر لینے والے (لیسی) کو "مستاجر" کہا جاتا ہے، اور موجر کو جو کرایہ دیا جاتا ہے اسے "اجرت" کہتے ہیں۔

اجارے کی دونوں قسموں پر اسلامی فقہی لٹریچر میں تفصیلی بحث کی گئی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے اپنے قواعد و ضوابط ہیں۔ لیزنگ کے مفہوم میں اجارے کے قواعد بیع کے قواعد کے کافی مشابہ ہیں، اس لئے کہ دونوں صورتوں میں کوئی چیز دوسرے شخص کو معاوضے کے بدلے میں منتقل کی جاتی ہے۔ بیع اور اجارہ میں فرق صرف یہ ہے کہ بیع میں جائیداد بذات خود خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اجارے کی صورت میں جائیداد خود منتقل کرنے والے کی ملکیت میں رہتی ہے، صرف اسے استعمال کرنے کا حق مستاجر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

اس لئے یہ بات آسانی سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ اجارہ اپنی اصل کے اعتبار سے کوئی طریقہ تمویل نہیں ہے، بلکہ بیع کی طرح ایک معمول کی کاروباری سرگرمی ہے۔ تاہم بعض وجوہات کی بنیاد پر، خاص طور پر اس میں جو ٹیکسوں کی سہولتیں ہیں ان کی وجہ سے، بعض ملکوں میں اسے تمویل کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض مالیاتی اداروں نے سادہ سودی

قرضے دینے کی بجائے بعض اشیاء اپنے کلائنٹس کو لیز پر دینا شروع کر دیں۔ان اشیاء کا کرایہ متعین کرتے وقت یہ مالیاتی ادارے اس مجموعی لاگت کا بھی حساب لگاتے ہیں جو انہیں ان اثاثوں کی خریداری کیلئے اٹھانا پڑی اور اس میں وہ متعین کرایہ بھی شامل کرلیتے ہیں جو لیز کی مدت میں اس رقم پر وہ حاصل کرسکتے ہیں۔اس طریقے سے حساب کی ہوئی مجموعی رقم کو لیز (اجارہ) کی مدت کے مہینوں پر تقسیم کرلیا جاتا ہے، اور اس بنیاد پر ماہانہ کرایہ متعین کرلیا جاتا ہے۔

لیز کو شرعاًبطور تمویل استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں یہ سوال کسی معاہدے کی شرائط پر موقوف ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا لیز ایک معمول کا کاروباری عقد ہے، طریقہ تمویل نہیں ہے، اس لئے لیز پر وہ تمام قواعد لاگو ہوں گے جو شریعت میں اجارے کے لئے بیان کئے گئے ہیں، لہٰذا ہمیں لیز کے متعلق ان قواعد پر گفتگو کرلینی چاہئے جو اسلامی فقہ میں بیان کئے گئے ہیں۔یہ جاننے کے بعد ہم یہ سمجھنے کے قابل ہوسکیں گے کہ کونسی شرائط کے تحت اجارے کو تمویل کے مقصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے اور کب نہیں۔

اجارہ کی پہلی قسم

"اجارہ" اسلامی فقہ کی اصطلاح ہے، جس کا لغوی معنی ہے کوئی چیز کرائے پر دینا۔ اسلامی فقہ میں "اجارہ" کی اصطلاح دو مختلف صورتوں کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ پہلی صورت میں اجارے کا معنی ہے کسی شخص کی خدمات حاصل کرنا جس کے معاوضے میں اسے تنخواہ دی جاتی ہے۔ خدمات حاصل کرنے والے کو "مستاجر" اور اس ملازم کو "اجیر" کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر "الف" "ب" کو اپنے دفتر میں ماہانہ تنخواہ کی بنیاد پر منیجر یا کلرک رکھتا ہے تو "الف" مستاجر ہے اور "ب" اجیر ہے۔ اسی طرح اگر "الف" کسی قلی (پورٹر) کی خدمات حاصل کرتا ہے تاکہ وہ اس کا سامان ائرپورٹ تک پہنچائے تو "الف" مستاجر ہے جبکہ پورٹر اجیر ہے، اور دونوں صورتوں میں فریقین کے درمیان طے پانے والا معاملہ "اجارہ" کہلائے گا۔ اجارے کی اس قسم میں تمام وہ معاملات شامل ہیں جن میں کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی خدمات (سروسز) حاصل کرتا ہے جس کی خدمات حاصل کی گئی ہیں وہ کوئی ڈاکٹر، قانون دان، معلم، مزدور یا کوئی ایسا شخص ہوسکتا ہے جو ایسی خدمات مہیا کرسکتا ہو جن کی کوئی قیمت لگائی جاسکتی ہو۔ اسلامی فقہ کی اصطلاح کے مطابق ان میں سے ہر شخص کو "اجیر" کہا جاسکتا ہے، اور جو شخص ان کی خدمات حاصل کرتا ہے اسے مستاجر کہا جائے گا، جبکہ اجیر کو دی جانے والی تنخواہ "اجرت" کہلائے گی۔

اجارہ کی دوسری قسم

"اجارہ" کی دوسری قسم کا تعلق انسانی خدمات کے ساتھ نہیں بلکہ اثاثہ جات اور جائیداد کے منافع (حق استعمال) کے ساتھ ہے۔ اس مفہوم میں "اجارہ" کا معنی ہے "کسی متعین مملوکہ چیز کے منافع کسی دوسرے شخص کو ایسے کرائے کے بدلے میں منتقل کر دینا جس کا اس سے مطالبہ کیا جائے"۔ اس صورت میں "اجارہ" کی اصطلاح انگریزی اصطلاح لیزنگ کے ہم معنی ہو گی، کرایے پر دینے والا (لیسر) "موجر" کہلاتا ہے اور کرایہ پر لینے والے (لیسی) کو "مستاجر" کہا جاتا ہے، اور موجر کو جو کرایہ دیا جاتا ہے اسے "اجرت" کہتے ہیں۔

اجارے کی دونوں قسموں پر اسلامی فقہی لٹریچر میں تفصیلی بحث کی گئی ہے اور ان میں سے ہر ایک کے اپنے قواعد و ضوابط ہیں۔ پلی قسم کے متعلق آگے افرادی قوت کی فصل میں تفصیل سے آئے گی یہاں سے متعلق دوسری قسم ہے۔

لیزنگ کے مفہوم میں اجارے کے قواعد بیع کے قواعد کے کافی مشابہ ہیں، اس لئے کہ دونوں صورتوں میں کوئی چیز دوسرے شخص کو معاوضے کے بدلے میں منتقل کی جاتی ہے۔ بیع اور اجارہ میں فرق صرف یہ ہے کہ بیع میں جائیداد بذات خود خریدار کی طرف منتقل ہو جاتی ہے اور اجارے کی صورت میں جائیداد خود منتقل کرنے والے کی ملکیت میں رہتی ہے، صرف اسے استعمال کرنے کا حق مستاجر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

اس لئے یہ بات آسانی سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ اجارہ اپنی اصل کے اعتبار سے کوئی طریقہ تمویل نہیں ہے، بلکہ بیع کی طرح ایک معمول کی کاروباری سرگرمی ہے۔ تاہم بعض وجوہات کی بنیاد پر، خاص طور پر اس میں جو ٹیکسوں کی سہولتیں ہیں ان کی وجہ سے، مغربی ملکوں میں اسے تمویل کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض مالیاتی اداروں نے سادہ سودی قرضے دینے کی بجائے بعض اشیاء اپنے کلائنٹس کو لیز پر دینا شروع کر دیں۔ ان اشیاء کا کرایہ متعین کرتے وقت یہ مالیاتی ادارے اس مجموعی لاگت کا بھی حساب لگاتے ہیں جو انہیں ان اثاثوں کی خریداری کیلئے اٹھانا پڑی اور اس میں وہ متعین سود بھی شامل کر لیتے ہیں جو لیز کی مدت میں اس رقم پر وہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس طریقے سے حساب کی ہوئی مجموعی رقم کو لیز (اجارہ) کی مدت کے مہینوں پر تقسیم کر لیا جاتا ہے، اور اس بنیاد پر ماہانہ کرایہ متعین کر لیا جاتا ہے۔

لیز کو شرعاً بطور تمویل استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں یہ سوال کسی معاہدے کی شرائط پر موقوف ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا لیز ایک معمول کا کاروباری عقد ہے، طریقہ تمویل نہیں ہے، اس لئے لیز پر وہ تمام قواعد لاگو ہوں گے جو شریعت میں اجارے کے لئے بیان کئے گئے ہیں، لہٰذا ہمیں لیز کے متعلق ان قواعد پر گفتگو کر لینی چاہئے جو اسلامی فقہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ جاننے کے بعد ہم یہ سمجھنے کے قابل ہو سکیں گے کہ کونسی شرائط کے تحت اجارے کو تمویل کے مقصد کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے اور کب نہیں۔

اگرچہ "اجارہ" کے اصول اتنے زیادہ ہیں کہ ان کیلئے ایک مستقل جلد درکار ہے، ہم اس باب میں صرف ان بنیادی اصولوں کو مختصراً بیان کرنے کی کوشش کریں گے جن کا جاننا اس عقد کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے اور جن کی عموماً جدید معاشی سرگرمیوں میں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اصول یہاں مختصر نوٹس کی شکل میں بیان کئے جارہے ہیں تاکہ قارئین انہیں مختصر حوالے کے لئے استعمال کر سکیں۔

(أ) اجارہ (لیزنگ) کے بنیادی قواعد

(۱) لیزنگ ایک ایسا عقد ہے جس کے ذریعے کسی چیز کا مالک طے شدہ مدت کے لئے طے شدہ معاوضے کے بدلے میں اس چیز کے استعمال کا حق کسی اور شخص کی طرف منتقل کر دیتا ہے۔

(۲) لیز ایسی چیز کا ہو سکتا ہے جس کا کوئی ایسا استعمال ہو جس کی کوئی قدر و قیمت ہو لہٰذا جس چیز کا کوئی استعمال نہ ہو وہ لیز پر نہیں دی جاسکتی۔

(۳) لیز کے صحیح ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی گئی چیز کی ملکیت مؤجر (لیسر) ہی کے پاس رہے اور مستاجر (لیسی) کو صرف حق استعمال منتقل ہو، لہٰذا ہر ایسی چیز جسے صرف کئے بغیر (یعنی ختم کئے بغیر یا اپنے پاس سے نکالے بغیر) استعمال نہیں کیا جاسکتا ان کی لیز بھی نہیں ہو سکتی، اس لئے نقد رقم، کھانے پینے کی اشیاء ایندھن اور گولہ بارود وغیرہ کی لیز ممکن نہیں ہے، اسلئے کہ انہیں خرچ کئے بغیر ان کا استعمال ممکن نہیں ہے۔ اگر اس نوعیت کی کوئی چیز لیز پر دے دی گئی ہے تو اسے ایک قرض سمجھا جائے گا اور قرض کے سارے احکام اس پر لاگو ہوں گے۔ اس غیر صحیح لیز پر جو بھی کرایہ لیا جائے گا وہ قرض پر لیا جانے والا سود ہو گا۔

(۴) لیز پر دی گئی جائیداد بذات خود چونکہ موجر (لیسر) کی ملکیت میں ہے اس لئے ملکیت کی وجہ سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کو بھی وہ خود ہی اٹھائے گا، لیکن اس کے استعمال کے متعلق ذمہ داریوں کو متاجر (لیسی) اٹھائے گا۔

مثال:

"الف" نے اپنا گھر "ب" کو کرایہ پر دیا۔ خود اس جائیداد کی طرف منسوب ٹیکس "الف" کے ذمے ہوں گے، جبکہ پانی کا ٹیکس، بجلی کے بل اور مکان کے استعمال کے حوالے سے دیگر اخراجات "ب" یعنی متاجر پر ہوں گے۔

(۵) لیز کی مدت کا تعین واضح طور پر ہو جانا چاہئے۔

(۶) لیز کے معاہدے میں لیز کا جو مقصد متعین ہوا ہے متاجر (لیسی) اس اثاثے کو اس کے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے استعمال نہیں کر سکتا۔ اگر معاہدے میں کوئی مقصد طے نہیں ہوا تو متاجر اسے ان مقاصد کیلئے استعمال کر سکتا ہے جن کے لئے عام حالات میں اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر وہ اسے غیر معمولی مقصد کیلئے استعمال کرنا چاہتا ہے (جس کیلئے عموماً وہ چیز استعمال نہیں ہوتی) تو ایسا وہ موجر (مالک) کی تصریح اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا۔

(۷) متاجر کی طرف سے اس چیز کے غلط استعمال یا غفلت و کوتاہی کی وجہ سے جو نقصان ہو وہ اس کا معاوضہ دینے کا ذمہ دار ہے۔

(۸) لیز پر دی گئی چیز لیز کی مدت کے دوران موجر (لیسر) کے ضمان (رسک) میں رہے گی، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے نقصان ہو جائے جو متاجر (لیسی) کے اختیار سے باہر ہو تو یہ نقصان موجر (مالک) برداشت کرے گا۔

(۹) جو جائیداد دو یا زیادہ شخصوں کی مشترکہ ملکیت میں ہو وہ بھی لیز پر دی جا سکتی ہے اور کرایہ مالکان کے درمیان ملکیت میں ان کے حصے کے تناسب سے تقسیم ہو گا۔

(۱۰) جو شخص کسی جائیداد کی ملکیت میں شریک ہو وہ اپنا متناسب حصہ اپنے شریک کو کرائے پر دے سکتا ہے کسی اور شخص کو نہیں۔

(۱۱) لیز کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی جانے والی چیز فریقین کے لئے اچھی طرح متعین ہونی چاہئے۔

مثال:

"الف" "ب" سے کہتا ہے کہ میں تمہیں اپنی دو کانوں میں سے ایک کرایہ پر دیتا ہوں۔ "ب" بھی اس سے اتفاق کر لیتا ہے تو یہ اجارہ باطل ہو گا اِلا یہ کہ دونوں دکانوں میں سے ایک کی تعین اور شناخت ہو جائے۔

کرائے کا تعین

(۱) لیز کی پوری مدت کیلئے کرائے کا تعین عقد کے وقت ہی ہو جانا چاہئے۔

یہ بھی جائز ہے کہ لیز کی مدت کے مختلف مراحل کے لئے کرایہ کی مختلف مقداریں طے کر لی جائیں، لیکن شرط یہ ہے کہ ہر مرحلے کے کرائے کی مقدار کا پوری طرح تعین لیز کے روبہ عمل آتے ہی ہو جانا چاہئے۔ اگر بعد میں آنے والے کسی مرحلے کا کرایہ طے نہیں کیا گیا یا اسے موجر کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا تو یہ اجارہ صحیح نہیں ہو گا۔

مثال:

أ. "الف" اپنا گھر پانچ سال کی مدت کیلئے "ب" کو کرائے پر دیتا ہے۔ پہلے سال کا کرایہ دو ہزار ماہانہ مقرر کیا گیا ہے اور یہ بھی طے پا گیا ہے کہ ہر اگلے سال کا کرایہ پچھلے سال سے دس فیصد زیادہ ہو گا، تو یہ اجر (لیز) صحیح ہے۔

ب. مذکورہ مثال میں "الف" معاہدے میں شرط لگاتا ہے کہ دو ہزار ماہانہ کرایہ صرف ایک سال کے لئے مقرر کیا گیا ہے، اگلے سالوں کا کرایہ بعد میں موجر کی مرضی سے طے ہو گا، تو یہ اجارہ باطل ہے اس لئے کہ کرایہ غیر متعین ہے۔

(۲) کرائے کا تعین اس مجموعی لاگت کی بنیاد پر کرنا جو موجر کو اس چیز کی خریداری پر پڑی ہے، جیسا کہ عموماً تمویلی اجارہ (فائنشل لیز) میں ہوتا ہے، یہ بھی شریعت کے اصولوں کے خلاف نہیں ہے، بشرطیکہ اجارہ صحیحہ کی دوسری شرعی شرائط پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔

(۳) موجر (لیسر) یکطرفہ طور پر کرائے میں اضافہ نہیں کر سکتا، اور اس طرح کی شرط رکھنے والا معاہدہ بھی صحیح نہیں ہو گا۔

(۴) مستاجر (لیسی) کو کرائے پر دیا گیا اثاثہ سپرد کرنے سے پہلے کرایہ یا اس کا کچھ حصہ پیشگی بھی قابل ادا قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن موجل اس طرح سے جو رقم حاصل کرے گا وہ علی الحساب (آن اکاؤنٹ) ادائیگی کی بنیاد پر ہو گی اور کرائے کے واجب الادا ہونے کے بعد اسے اس میں ایڈجسٹ کر لیا جائے گا۔

(۵) اجارے کی مدت اس تاریخ سے شروع ہو گی جبکہ اجارے پر دیا گیا اثاثہ مستاجر کے سپرد کر دیا جائے، چاہے وہ اسے استعمال کرنا شروع کرے یا نہ کرے۔

(۶) اگر اجارے پر دی گئی چیز اپنا متعلقہ کام کھو بیٹھتی ہے جس کے لئے وہ چیز کرائے پر دی گئی تھی اور اسکی مرمت بھی ممکن نہیں ہے تو اجارہ اس تاریخ سے فسخ ہو جائے گا جس تاریخ کو اس طرح کا نقصان ہوا ہے۔ تاہم اگر یہ نقصان مستاجر کے غلط استعمال یا اس کی غفلت کی وجہ سے ہوا ہے تو وہ موجر کو قیمت میں واقع ہونے والی کمی کی ادائیگی کا ذمہ دار ہو گا، یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ نقصان سے ذرا پہلے اس کی قیمت کیا تھی اور اب نقصان کے بعد کیا ہے۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل ج ۵ ص ۱۲۵-۱۲۹)

(ب) اجارہ یعنی اجرت پر لینے دینے اور کام کرنے کا بیان

اجرت کی تین قسمیں ہیں:

- ✓ **ایک** تو وہ اجرت جو آدمی کرایہ کی صورت میں لیتا یا دیتا ہے۔
- ✓ **دوسری** وہ اجرت جو آدمی پیشہ ور اجے روں مثلاً سنار، درزی، لوہار، بڑھئی، دھوبی وغیرہ کو دیتا ہے۔
- ✓ **تیسری** وہ اجرت جو آدمی بحیثیت ملازم یا مزدور دوسروں کو دیتا ہے یا لیتا ہے۔

کرایہ پر لینا یا دینا

اپنی کسی چیز کو کرایہ پر دینا یا کسی دوسرے کی چیز کو کرایہ پر لینا جائز ہے، اس کے بارے میں چند ضروری مسائل یہ ہیں۔

مسائل:

- کرایہ کا معاملہ آمنے سامنے بھی طے ہو سکتا ہے اور خط و کتابت سے بھی، اگر کوئی گونگا ہے، تو اشارہ سے بھی معاملہ طے ہو سکتا ہے، اسی طرح تعاطی یعنی بات چیت کے بغیر طرز عمل سے بھی معاملہ طے ہو سکتا ہے، مثلاً تم بس یا ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور بس اور ٹیکسی والے نے مطلوبہ جگہ پہنچا دیا اور میٹر کے مطابق کرایہ تم نے اسے دے دیا اور کوئی بات نہیں ہوئی، اس کو تعاطی کہتے ہیں۔
- کرایہ پر دینے والے اور لینے والے دونوں کا عاقل ہونا ضروری ہے یعنی وہ برے بھلے اور نقصان فائدہ کی تمیز کر سکتا ہے، بالغ ہونا ضروری نہیں ہے۔
- اگر کوئی چیز کرایہ پر لی جائے تو دو باتیں طے ہونی چاہئے ں، ایک یہ کہ اس کا کرایہ کتنا ہو گا؟ دوسرے یہ کہ وہ کتنے دنوں کے لئے یا کس کام کے لئے کرایہ پر لے رہا ہے، مثلاً اگر کوئی مکان کرایہ پر لیا، یا سواری برتن یا کپڑا کرایہ پر لیا تو اس کا کرایہ بھی طے ہونا چاہئے اور مدت بھی یعنی ایک سال دو سال یا ایک ماہ دو ماہ یا ایک دن دو دن کے لئے لے رہا ہے، یا گھنٹے دو گھنٹے کے لئے، سواری میں کرایہ کے ساتھ یہ بھی طے ہونا چاہئے کہ وہ سواری کس کام کے لئے اور کتنی مسافت کے لئے لے رہا ہے، مثلاً کسی نے موٹر سائیکل یا گاڑی کو کرایہ پر لیا تو یہ بتا دینا چاہئے کہ سوار ہونے کے لئے لے رہا ہے یا سامان ڈھونے کے لئے، اور وہ اسے کہاں تک یا کتنے مے ل لے جائے گا، تاکہ بعد میں دونوں میں کوئی اختلاف نہ ہو اور اگر کرایہ میں مدت سے بھی فرق پڑ تا ہو تو مدت کا ذکر بھی کرنا ضروری ہے۔
- اگر سو روپے ماہوار کے حساب سے کرایہ طے ہوا تو یہ معاملہ صرف ایک مہینہ کے لئے سمجھا جائے گا دوسرے مہینہ میں دونوں کو پھر سے معاملہ کرنا چاہئے، اگر مالک مکان چاہے تو ایک ماہ کے بعد کرایہ دار سے

مکان خالی کرا سکتا ہے، البتہ اگر مالک مکان نے دوسرے مہینہ کی پہلی تاریخ کو کوئی اعتراض نہ کیا تو پھر وہ دوسرے مہینہ میں اسی کرایہ پر رہ سکتا ہے۔

- اس صورت میں ہر ماہ مالک مکان کرایہ بڑھا بھی سکتا ہے اور اپنا مکان خالی بھی کرا سکتا ہے، لیکن اگر کرایہ دار نے سال دو سال یا دس بیس سال کے لئے کوئی مکان یا زمین مدت اور کرایہ مقرر کر کے لی تو پھر اس مدت تک مالک کو نہ تو کرایہ بڑھانے کا حق ہے، اور نہ اس کو نکالنے کا۔
- اگر سواری کرایہ پر لی تو اس پر اتنے ہی آدمی سوار ہو سکتے ہیں جتنے آدمی سوار ہونے کے لئے وہ بنائی گئی ہے، یا جتنے آدمی اس میں عام طور پر سوار ہوتے ہیں، مثلاً تم نے کار کرایہ پر لی تو اس میں چار یا پانچ آدمیوں سے زیادہ کو سوار ہونا جائز نہیں الا یہ کہ مالک سے اجازت لے لی ہوں۔
- مشترک مکان، دکان یا کسی اور مشترک چیز میں ایک شریک اپنا حصہ کسی غیر شریک کو کرایہ پر نہیں دے سکتا۔ اسی طرح اگر اس کے علاوہ دو یا زائد شریک ہوں یہ اپنا حصہ ان میں سے ایک کو کرایہ پر نہیں دے سکتا۔
- مکان یا دکان کو کرایہ پر لیا مگر یہ نہیں بتایا کہ اس میں کون رہے گا، یا وہ کس چیز کی دکان کرے گا تو مکان میں چاہے خود رہے یا دوسرے کو اس میں رکھے، یا اس میں سامان کرے، مگر مکان یا دکان میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جائے گا جو مکان کو خراب کر دینے یا اس کو کمزور کر دینے کا سبب ہو، اس کے لئے مالک سے دوبارہ اجازت لینی ضروری ہے، مثلاً اس نے دکان میں بھٹی لگائی ہو یا مکان میں آٹا پیسنے کی چکی نصب کرنی ہو تو اس کو اجازت لینی چاہئے، کیونکہ دونوں کاموں سے مکان اور دکان کے خراب اور کمزور ہونے کا اندیشہ ہے، اسی طرح اگر کرایہ کے مکان میں جانور رکھنے کی ضرورت ہو تو اس بارے میں وہاں کا عام رواج دیکھا جائے گا، اگر عام طور پر جانور مکانوں میں رکھے جاتے ہوں جیسا کہ دیہاتوں میں ہوتا ہے تو رکھنا جائز ہوگا، اور اگر عام طور سے نہ رکھے جاتے ہیں مثلاً شہروں میں تو شہر کے مکانات میں ان کے رکھنے سے مالک مکان روک سکتا ہے، یوں اجازت دے دے تو پھر ہر جگہ رکھے جاسکتے ہیں۔

- جب تم نے مہینہ بھر کے لئے گھر کرایہ پر لیا اور اپنے قبضہ میں کر لیا تو مہینے کے بعد کرایہ دینا پڑے گا، چاہے اس میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو یا خالی پڑا رہا ہو، کرایہ بہر حال واجب ہے۔
- جو مکان یا دکان کرائے پر لی ہو اس کو موجود اجرت یا اس سے کم اجرت پر آگے کسی اور کو کرایہ پر دے سکتا ہے۔ اگر زائد اجرت پر کرائے پر دی تو زائد رقم صدقہ کرنا ہو گی البتہ اگر مکان یا دکان میں کوئی اضافہ کیا ہو مثلاً کوئی الماری لگوا دی ہو تو زائد اجرت لینا جائز ہے۔
- اگر کرایہ دار نے کرایہ پر لی ہوئی دکان کا ایک حصہ آگے کسی کو کرایہ پر دے دیا تو بھی جائز ہو گا۔
- دلہن کا بناؤ سنگھار مشاطہ سے اجرت پر کرانا جائز ہے لیکن کام اور مدت کا ذکر ہونا چاہیئے۔

اجارہ میں خیار شرط، خیار رؤیت اور خیار عیب

جس طرح بیع و شراء میں خیار شرط، خیار رؤیت اور خیار عیب کی آسانی دی گئی ہے، اسی طرح اجارہ میں بھی ان کی سہولت ہے، مثلاً ایک شخص ایک مکان یا دکان کرایہ پر لینا چاہتا ہے اور مالک مکان سے کرایہ وغیرہ کی بات چیت طے ہو چکی ہے، مگر مالک یا کرایہ دار نے کہا کہ کل آخری جواب دوں گا، تو جس نے بھی یہ کہا ہے اسے دوسرے دن تک لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے۔ اسی طرح کرایہ دار نے ایک مکان یا دکان کا معاملہ کر لیا اگر اس نے دیکھا نہیں تھا، اب دیکھنے کے بعد اسے وہ مکان یا دکان پسند نہیں آئی یا کرایہ زیادہ محسوس ہوا تو اسے معاملہ کو فسخ کر دینے کا اختیار ہو گا، اسی طرح مکان یا دکان میں آنے کے بعد اس میں کوئی ایسا عیب نظر آیا جس سے رہائش میں یا دکان کرنے میں شدید پریشانی نظر آتی ہے تو اسے معاملہ کو فسخ کر دینے کا اختیار ہے، البتہ اگر کچھ دن وہ رہ چکا ہے تو اسے اتنے دن کا کرایہ دینا ہو گا۔

اجارہ باطل کا بیان

جو اجارہ اصل سے ہی جائز نہ ہو وہ باطل ہوتا ہے اور اجارہ باطل پر کام کرنے والا اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔

اجارہ کے باطل ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں:

(أ) طرفین میں سے کسی ایک کی عدم رضامندی ہو۔

مثلاً ظالم لوگ بے کسوں سے زبردستی بے گار اور مزدوری لیں۔

(ب) عاقد متعین نہ ہو

کسی کی کوئی چیز گم ہو گئی۔ اس نے کہا جو کوئی ہماری چیز بتلا دے کہ کہاں ہے اس کو ایک روپیہ دیں گے۔ تو اگر کوئی بتا دے تب بھی روپیہ پانے کا مستحق نہیں ہے۔ کیونکہ یہ اجارہ صحیح نہیں ہوا۔

اور اگر کسی خاص آدمی سے کہا ہو کہ اگر تو بتلا دے تو تجھے روپیہ دوں گا تو اگر اس نے اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے یا کھڑے کھڑے بتلا دیا تو کچھ نہ ملے گا کیونکہ اشارہ کرنا یا رہنمائی کے طور پر محض بتلانا ایسا عمل نہیں ہے جس پر اجرت کا استحقاق بنتا ہو۔ ہاں اگر اس نے تلاش کے لئے کچھ چل کر بتلایا ہو تو اجرت کا مستحق ہو گا۔

(أ) جس منفعت کے لئے اجارہ ہوا ہے وہ حرام ہو

مثلاً گانا بجانا، بندر نچانا، ویڈیو فلمیں اور تصویریں بنانا اور بت تراشنا، ناحق قتل کرنا، چوری کرنا، راہزنی کرنا، شراب بنانا اور پلانا، جھوٹی گواہی دینا، شرک و بدعت کا کام کرنا، سود کی لکھت پڑھت کرنا، جوئے کا معاملہ کرنا، غیر شرعی لباس سینا اور جسم کا گودنا وغیرہ۔

(ب) جو شے کرائے پر دی جا رہی ہے وہ دینے والے کی ملکیت نہ ہو۔

مثلاً اپنی زمین میں جانور شکار کرنے کے لئے کسی سے اجرت کا معاملہ کرنا یا اپنے تالاب میں مچھلی پکڑنے کے لئے کسی سے اجرت پر معاملہ کرنا یعنی دوسرے سے اجرت لے کر اس کو اجازت دے دے کہ وہ اس کی زمین میں اور تالاب میں شکار کر سکے۔

(ت) جس کام پر اجارہ ہوا ہے وہ اجارہ کے قابل ہی نہ ہو

(ث) جس شخص کا اجرت پر کام کرنا طے ہوا اس پر وہ کام کرنا پہلے سے واجب ہو

جیسے اولاد کے لئے والدین کی خدمت کرنا۔ بیوی کے لئے خاوند کی خدمت کرنا اس کے طعام ولباس کی دیکھ بھال کرنا اور اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرنا۔ ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانا وغیرہ۔

مسئلہ:

- سرکاری ملازم اور وہ ملازم بھی جو کسی نجی ادارے میں ملازم ہوں وہ اپنے کرنے کے کاموں پر ضرورت مندوں سے اجرت طے کریں تو یہ اجرت جائز نہیں ہے بلکہ یہ رشوت ہے کیونکہ ملازمت اور ادارے کے ساتھ اجارہ کی وجہ سے وہ کام کرنا اس پر پہلے ہی سے واجب تھا اور ایک کام پر دو اجرتیں نہیں ہو سکتیں۔

(ج) وہ کام اگرچہ واجب نہ ہو لیکن محض ثواب کے ہوتا ہو

جیسے تسبیح تہلیل تلاوت قرآن اور نوافل۔ چونکہ یہ کام محض عبادت اور ثواب کے ہوتے ہیں لہٰذا اگر ان میں دنیا کی اجرت کو بھی مقصود بنالیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے ساتھ بندے سے اجرت کی شرکت لازم آئے گی اور اللہ تعالیٰ شرکت کو قبول نہیں کرتے لہٰذا وہ عمل صرف دنیا کی اجرت کے لئے رہا۔ اور محض عبادت اور ثواب کا کام جب اصل مقصود یعنی ثواب اور اللہ کی رضا سے خالی رہے تو وہ عبادت نہیں رہتا اور اس کی صحت ختم ہو جاتی ہے اور محض ایک لغو حرکت رہ جاتی ہے۔

مسئلہ:

- کسی حافظ کو نوکر رکھا کہ اتنے دن فلانے کی قبر پر قرآن پڑھا کرو اور ثواب بخشا کرو۔ یہ صحیح نہیں باطل ہے، نہ پڑھنے والے کو ثواب ملے گا نہ مردے کو اور یہ کچھ تنخواہ پانے کا مستحق نہیں۔

(ح) وہ منفعت کرایہ پر دینے کے قابل نہ ہو۔

اَ۔ محض گھر سجانے کے لئے جھاڑ فانوس وغیرہ کرایہ پر لینا درست نہیں۔ اگر لایا بھی تو وہ دینے والا کرایہ پانے کا مستحق نہیں۔ یہی حکم سجاوٹ کی چھوٹی بتیوں کا ہے۔ البتہ اگر جھاڑ فانوس جلانے کے لئے لایا ہو (تاکہ ضرورت کی روشنی حاصل ہو) اور اس سے ضمناً سجاوٹ بھی حاصل ہوگئی ہو تو درست ہے۔

ب- کار یا گھوڑا کرایہ پر لیا تاکہ گھر کے باہر کھڑا کرے اور دیکھنے والے کہیں کہ یہ اس کا گھوڑا یا اس کی کار ہے تو یہ اجارہ باطل ہے۔

ت- پڑھنے کے لئے کوئی کتاب کرایہ پر لی تو یہ صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔

ث- بکری، گائے بھینس کے گابھن کرانے کے لئے جس کا بکرا یا بیل بھینسا ہو اس کو گابھن کرائی لینا یعنی جانور کی جفتی پر اجرت لینا حرام ہے۔

اجارہ فاسد کا بیان

اجارہ کا وہ معاملہ جو اپنی اصل کے اعتبار سے جائز ہو لیکن کسی غیر مناسب وصف وغیرہ کی وجہ سے اس میں فساد آئے" اجارہ فاسد" کہلاتا ہے۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس طرح کا معاملہ کرنے میں گناہ بھی ہوتا ہے لہٰذا اس کو توڑ کر از سر نو صحیح طریقے پر معاملہ کیا جائے۔ لیکن اگر کسی نے فاسد معاملہ کے مطابق کام کر لیا تو جو کچھ اجرت طے ہوئی ہے کام کرنے والے کو وہ نہیں دلائی جائے گی بلکہ اتنے کام کے لئے جتنی مزدوری اور اجرت کا دستور ہو یا اس جگہ کے لئے جتنے کرایہ کا دستور ہو وہ دلایا جائے گا۔ لیکن اگر دستور زیادہ ہے اور طے کم ہوا تھا تو پھر دستور کے موافق نہ دیا جائے گا بلکہ وہی ملے گا جو طے ہوا۔ غرض کہ جو کم ہو اس کے پانے کا مستحق ہے۔

اجارہ کے فاسد ہونے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں

١. اجرت یا منفعت میں جہالت یا تردد ہو۔

٢. اجرت میں جہالت: یعنی اجارہ کا معاملہ کیا لیکن یہ طے نہیں کیا کہ اجرت کتنی ہوگی۔

مسائل:

- اگر مکان کرایہ پر لیتے وقت کرایہ مقرر نہیں کیا یوں ہی لے لیا یا یہ شرط کرلی کہ جو کچھ اس میں ٹوٹ پھوٹ ہو گی وہ بھی ہم اپنے پاس سے بنوا دیا کریں گے یا کسی کو گھر اس وعدہ پر دیا کہ اس کو مرمت کرا دیا کرے اور اس کا یہی کرایہ ہے یہ سب اجارہ فاسد ہے کیونکہ اجرت یا تو سرے سے طے نہیں ہے یا متعین نہیں ہے۔
- اگر یوں کہہ دے کہ تم اس گھر میں رہو اور مرمت کرا دیا کرو کرایہ کچھ نہیں ہے تو یہ عارےت ہے اور جائز ہے۔

۳. اجرت کی مقدار میں تردد ہو

مسئلہ:

- درزی کو کہا کہ اگر تم نے یہ لباس آج سی دیا تو سو روپے ملیں گے اور آج کے بعد سیا تو پچاس روپے ملیں گے تو اجرت کی مقدار میں تردد کی بنا پر اجارہ فاسد ہو گا۔

۴. منفعت کی مقدار مجہول ہو

مسائل:

- اگر مکان کرایہ پر لیتے وقت کچھ مدت بیان نہیں کی کہ کتنے دن کے لئے کرایہ پر لیا ہے تو یہ اجارہ فاسد ہے۔
- کسی نے یہ کہہ کر مکان کرایہ پر لیا کہ دو سو روپے ماہوار کرایہ دیا کریں گے تو ایک ہی مہینے کے لے اجارہ صحیح ہوا۔ مہینے کے بعد مالک کو اس میں سے اٹھا دینے کا اختیار ہے۔ پھر جب دوسرے مہینے میں تم رہنے لگے تو ایک مہینہ کا اجارہ اب اور صحیح ہو گیا۔ اس طرح ہر مہینے میں نیا اجارہ ہوتا رہے گا۔ البتہ اگر یہ بھی کہہ دیا کہ چار مہینے چھ مہینے رہوں گا تو جتنی مدت بتلائی ہے اتنی مدت تک اجارہ صحیح ہوا۔ اس سے پہلے مالک تم کو نہیں اٹھا سکتا۔

اجرت مال مباح نہ ہو

مثلاً کرایہ پر مکان لیا یا کسی کو کام پر رکھا اور اجرت میں خمر یا خنزیر دینا طے کیا۔

عقد اجارہ میں کسی حرام بات کو شرط کیا

مثلاً کسی شخص کو جائز کام کے لئے رکھالیکن اس شرط پر کہ وہ آقا کو ساز بجاکے بھی سنایا کرے گا۔

اسی طرح کسی ملازم کو رکھااور شرط کی کہ بوقت ضرورت ناجائز رشوت دینے کے لئے اس کو کوشش کرنی پڑے گی۔

عقد اجارہ میں سود کا شبہ ہو

مثلاً ایک شخص نے اپنا مکان دوسرے کو رہائش کے لئے کرایہ پر دیااور اجرت میں دوسرے شخص کا مکان رہائش کے لئے لیالیا۔اسی طرح ایک شخص نے اپنی کار دوسرے کو سواری کے لئے کرایہ پر دی اور کرایہ یہ طے ہوا کہ پہلا شخص دوسرے کی کار پر سواری کرلی۔یہ اجارہ فاسد ہے۔

کرایہ پر دینے والا شے کو سپرد کرنے پر قادر نہ ہو۔

مثلاً مشترکہ مکان ہو اور تقسیم کئے بغیر ایک شریک کسی غیر شریک کو اپنا حصہ کرایہ پر دے یہ فاسد ہے۔

اسی طرح اگر کسی جائیداد میں تین شریک ہوں اور تقسیم کئے بغیر ایک شریک اپنا حصہ باقی دو میں سے کسی ایک کو کرایہ پر دے تو یہ فاسد ہے، کیونکہ ان دونوں صورتوں میں ایک شریک تنہا اپنا حصہ لینے والے کو دینے پر قادر نہیں ہے۔

البتہ اگر جائیداد میں صرف دو شریک ہوں اور ان میں سے ایک اپنا حصہ دوسرے کو کرایہ پر دے تو یہ جائز ہے، کیونکہ اس صورت میں دوسرے شریک کے لئے پوری جائیداد سے نفع اٹھانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

اجرت وہ چیز ہے جو اجیر کے عمل سے حاصل ہو

پیسنے کے لئے کسی کو گندم دی اور کہا کہ اسی میں سے پاؤ بھر آٹا پسپائی لے لینا۔ یا کھیت کٹوایا اور کہا کہ اسی میں سے اتنا غلہ مزدوری لے لینا یہ سب فاسد ہے۔ اسی طرح جولاہے کو کپڑا بننے کے لئے سوت دیا اور شرط کی کہ جو کپڑا وہ بنے گا اس میں سے اتنا کپڑا اس کو اجرت میں دیں گے تو یہ بھی فاسد ہے۔

مسئلہ:

- ادھار پر جانور دینا مثلاً زید نے خالد کو بکریوں کا ریوڑ دیا اور معاہدہ کیا کہ خالد اس کی پرورش کرے اور سال بعد ریوڑ میں جتنے جانوروں کا اضافہ ہو گا وہ آپس میں نصف نصف تقسیم کر لیں گے تو قاعدے کے مطابق یہ معاملہ فاسد ہونا چاہئے لیکن عام رواج پا جانے کی صورت میں یا شدید ضرورت کے موقع پر امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قول پر اس کی گنجائش ہے۔

عقد اجارہ میں شرط فاسد طے کی ہو

یعنی ایسی شرط طے کرنا جس میں کرایہ پر دینے والے یا لینے والے کا نفع ہو مثلاً اپنی زمین اس شرط کے ساتھ کرایہ پر دی کہ کرایہ لینے والا اس میں ہل چلا کر واپس کرے گا یا مکان اس شرط سے کرایہ پر لیا کہ مالک مکان کرایہ دار کے مال کی حفاظت کرے گا۔

شے ختم ہوئے بغیر اس سے نفع اٹھانا ممکن نہ ہو

اس وجہ سے بکری یا گائے بھینس کو دودھ پینے کے لئے کرایہ پر لینا جائز نہیں ہے۔

تاوان لینے کا بیان

مسائل:

- رنگریز، دھوبی، درزی وغیرہ کسی پیشہ ور سے کوئی کام کرایا تو وہ چیز جو اس کو دی ہے اس کے پاس امانت ہے اگر چوری ہو جائے یا کسی اور قدرتی آفت سے ضائع ہو جائے تو ان سے تاوان لینا درست نہیں۔ البتہ اگر اس نے اس طرح کپڑے کو لکڑی سے کوٹا کہ پھٹ گیا یا عمدہ ریشمی کپڑا بھٹی پر چڑھا دیا وہ خراب ہو گیا تو اس کا تاوان لینا جائز ہے۔ اسی طرح جو کپڑا اس نے بدل دیا تو اس کا تاوان لینا بھی درست ہے۔ اور اگر کپڑا کھویا گیا اور وہ کہتا ہے معلوم نہیں کے ونکر گیا اور کیا ہوا۔ اس کا تاوان لینا بھی درست ہے۔ اور اگر وہ کہے کہ میرے یہاں چوری ہو گئی اس میں چلا گیا تو تاوان لینا درست نہیں۔
- اور جو پیشہ ور نہیں بلکہ خاص تمہارے ہی کام کے لئے ہے مثلاً نوکر چاکر یا وہ مزدور جس کو تم نے ایک دن یا دو چار دن کے لئے رکھا ہے اس کے ہاتھ سے جو کچھ جاتا رہے اس کا تاوان لینا جائز نہیں۔ البتہ اگر وہ خود قصداً نقصان کر دے تو تاوان لینا درست ہے۔
- لڑکا کھلانے پر جو نوکر ہے اس کی غفلت سے اگر بچے کا زیور یا اور کچھ جاتا رہا تو اس کا تاوان لینا درست نہیں، کیونکہ وہ خاص تمہارے ہی کام کے لئے ہے۔
- درزی سے کہا اس ناپ کا کرتہ سی دو۔ اس نے چھوٹا سی دیا۔ اگر بہت معمولی سا فرق ہو جو برداشت کیا جا سکتا ہو تب تو کچھ حرج نہیں لیکن اگر زیادہ فرق ہو تو درزی پر تاوان آئے گا۔

اجارہ کے توڑ دینے کا بیان

مسائل:

- کوئی گھر کرایہ پر لیا، وہ بہت ٹپکتا ہے یا کچھ حصہ اس کا گر پڑا یا اور کوئی ایسا عیب نکل آیا جس سے اب رہنا مشکل ہے تو اجارہ کا توڑ دینا درست ہے اور اگر بالکل ہی گر پڑا تو خود ہی اجارہ ٹوٹ گیا، تمہارے توڑنے اور مالک کے راضی ہونے کی ضرورت نہیں رہی۔
- جب کرایہ پر لینے والے اور دینے والے میں سے کوئی مر جائے تو اجارہ ٹوٹ جاتا ہے۔

- اگر کوئی ایسا عذر پیدا ہو جائے کہ کرایہ کو توڑنا پڑے تو مجبوری کے وقت توڑ دینا صحیح ہے مثلاً کہیں جانے کے لئے تانگہ کرایہ پر لیا پھر رائے بدل گئی اب جانے کا ارادہ نہیں رہا تو اجارہ توڑ دینا صحیح ہے اور اگر سواریاں بٹھانے کے لئے تانگہ گھر تک لے آئے پھر ارادہ بدل گیا تو اتنے کام کی دستور کے موافق اجرت دینا ہو گی۔
- یہ جو دستور ہے کہ کرایہ طے کر کے اس کو کچھ بیعانہ دے دیتے ہے اگر جانا ہوا تو پھر اس کو پورا کرایہ دیتے ہیں اور وہ بیعانہ اس کرایہ میں مجرا ہو جاتا ہے اور جانا نہ ہوا تو وہ بیعانہ ہضم کر لیتا ہے، واپس نہیں دیتا، یہ درست نہیں بلکہ اس کو واپس دینا چاہیئے۔

۹. عاریۃ

کاروبار کے سرمائے میں کمی ہونے کی صورت میں اس طریقے سے بھی بعض مالی ضرورتوں کو پورا کیا جاسکتا ہے، کہ جو لوازامات، آلات یا اشیاء کاروبار کے لئے عارضی طور پر چاہئیں ان پر پیسے لگا کر خریدنے کی بجائے، ان کو کسی دوسرے تاجر یا صنعت کار سے عاریۃ مانگ لیا جائے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد انہیں واپس کر دیا جائے۔

عاریت کی تعریف

کسی معین اور مباح چیز کا نفع لینا جس کا نفع لینا مباح ہو اور نفع حاصل کرنے کے بعد اصل چیز کو مالک کو واپس کرنا ۔تو اس تعریف سے وہ چیز خارج ہو گی جس کا نفع حاصل کیا جائے تو وہ ضائع ہو جائے مثلا کھانے پینے والی چیزیں۔

الغرض کسی کو بغیر معاوضہ کے اپنی کوئی چیز فائدہ اٹھانے کیلئے دینا" عاریت" کہلاتا ہے اور استعارۃ کا مطلب ہے کہ کسی سے کوئی چیز مانگ لینا، آپ کچھ مدت کے لئے کسی کوئی چیز مانگ کر استعمال کریں یہ عاریت پر لینا کہلائے گا اور عاریت پر لینے والے کو مستعیر کہا جاتا ہے، مستعیر اس چیز سے استفادہ کر سکتا ہے لیکن وہ اس کا مالک نہیں ہوتا بلکہ اس کی ادائیگی اس کے ذمہ لازم رہتی ہے۔

مسلمانوں میں ایک دوسرے کی مدد کے لئے اشیائے ضروریہ ایک دوسرے سے عاریۃ لینے دینے کا عام رواج تھا، اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ سے گھوڑا عاریتا لیا تھا اور صفوان بن امیہ سے درعیں عاریتا حاصل کی

تھیں۔اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ایک دوسرے سے چیزیں عاریت پر لیا اور دیا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عاریۃ لینے اور دینے کے کا حکم بتایا، چنانچہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے سال خطبہ میں ارشاد فرماتے ہوئے سنا"عاریۃً لی ہوئی چیز واجب الادا ہے"۔

(جامع ترمذی شریف، ج ا، کتاب البیوع باب ماجاء ان العاریۃ مؤداۃ ص ۲۳۹ میں حدیث پاک ہے حدیث نمبر: ۱۱۸۶)

بہتر یہ ہے کہ کاروباری ضروریات کو پورا کرنے کے لئے اشیاء ولوازمات کو خریدا جائے، تاہم اگر مالی دشواری ہو اور خریدنا مشکل ہو تو پھر اشیائے ضروریہ کسی سے عاریت پر لینے میں حرج نہیں ہے، بلکہ یہ مسنون عمل ہے۔

عاریت کی مشروعیت

عاریت کتاب وسنت اور اجماع کے ساتھ مشروع ہے۔اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

{اور استعمال کرنے والی چیزوں سے روکتے ہیں}(الماعون:۷)

یعنی وہ چیزیں جو لوگ عام طور پر آپس میں لیتے دیتے ہیں، تو اللہ تعالی نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ضرورت کی چیزوں سے لوگوں کو روکتے اور عاریت نہیں دیتے۔

جو علماء کرام عاریت کو واجب کہتے ہیں انہوں نے اسی مندرجہ بالا آیت سے استدلال کیا ہے کہ اگر مالک غنی ہو تو اسے کوئی چیز عاریت دینے سے نہیں روکنا چاہئے۔

کسی محتاج اور ضرورت مند کو کوئی چیز عاریتا دینے میں دینے والے کو اجر وثواب اور قرب حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ عمومی طور پر نیکی اور بھلائی کے کاموں میں تعاون ہے۔

عاریت کے صحیح ہونے کے لیے چار شرطیں ہیں:

پہلی شرط:

عاریت دینے والے کی اہلیت: اس لیے کہ اعارہ میں تبرع کی قسم پائی جاتی ہے، اس لیے بچے اور مجنون نہ ہی بے وقوف کی عاریت صحیح ہو گی۔

دوسری شرط:

لینے والے کی اہلیت: یعنی جسے عاریت دی جا رہی ہے وہ بھی لینے کا اہل ہو، تا کہ اس کا قبول کرنا صحیح ہو۔

تیسری شرط:

عاریتا دی جا رہی چیز کا نفع مباح ہونا چاہیے: تو مسلمان غلام کافر کو عاریتا نہیں دیا جا سکتا، اور نہ ہی محرم کا شکار وغیرہ اس لیے کہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: {اور تم برائی اور دشمنی کے کاموں میں تعاون نہ کرو}۔

چوتھی شرط:

اصل کا باقی رہنا: کہ عاریتا دی گئی چیز سے نفع حاصل کرنے کے بعد اس کی اصل باقی رہنا ضروری ہے جس کے اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔

مسائل:

۱. عاریت دینے والے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جب چاہے اپنی چیز واپس لے لے لیکن اگر اس چیز کے واپس لینے سے عاریتا لینے والے کو کوئی نقصان ہونے کا خدشہ ہو پھر نہیں۔
جیسے کہ اگر کسی نے سامان اٹھانے کے لیے کشتی عاریتا لی تو اسے اس وقت تک واپس نہیں لیا جا سکتا جب تک کہ وہ سمندر میں ہے، اور اسی طرح اگر کسی نے دیوار عاریتا حاصل کی تا کہ وہ اپنی چھت اس پر رکھ سکے تو جب تک اس کے اوپر چھت کی لکڑیاں ہیں اس وقت تک اسے واپس نہیں لیا جا سکتا۔

۲. اسی طرح عایت لینے والے پر واجب ہے کہ وہ عاریتا لی گئی چیز کی حفاظت بھی اپنے مال کی طرح ہی کرے تا کہ اس کے مالک تک صحیح سالم لوٹائی جا سکے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے:

{یقیناً اللہ تعالی تمہیں یہ حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے مالکوں کو لوٹا دو}

تو یہ آیت امانت کے لوٹانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس میں عاریت بھی شامل ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آپ امانت کو امانت رکھنے والے کے پاس لوٹا دیں"۔

تو یہ نصوص انسان کے پاس امانت رکھی گئی چیز کی حفاظت اور اسے مالک کو صحیح سالم واپس کرنے کے وجوب پر دلالت کرتیں ہیں، اور اس عمومی حکم میں عاریت بھی شامل ہوتی ہے، اس لیے عاریت لینے والا اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے اور وہ چیز اس سے مطلوب بھی ہے، اور اس کے لیے تو صرف اس چیز سے نفع حاصل کرنا جائز ہے وہ بھی عرف عام کی حدود میں رہتے ہوئے، تو اس لیے وہ اسے ایسے استعمال نہیں کر سکتا کہ وہ چیز ہی ضائع ہو جائے اور نہ ہی اس کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اس کا ایسا استعمال کرے جو صحیح نہ ہو اس لیے کہ اس کے مالک نے اس کی اجازت نہیں دی۔

اور اللہ سبحانہ وتعالی کا فرمان ہے: {احسان کا بدلہ احسان ہی ہے}۔ اور اگر اسے جس کے لیے عاریتاً حاصل کیا گیا تھا استعمال نہیں کرتا بلکہ کسی اور چیز میں استعمال کرتا ہے اور وہ چیز ضائع ہونے کی صورت میں اس کا ضامن ہو گا اور اس کا نقصان دینا واجب ہے۔

اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (جو کچھ ہاتھ نے لیا اسے واپس کرنا ہے) اسے پانچ نے روایت کیا اور امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔ تو اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ انسان نے جو کچھ لیا ہے وہ اسے واپس کرنا ہے اس لیے کہ وہ دوسرے کی ملکیت ہے اس لیے وہ اس سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے مالک یا اس کے قائم مقام تک نہیں پہنچ جاتی۔

۳. اگر عاریتاً لی گئ چیز سے صحیح طریقے پر نفع حاصل کرتے ہوئے وہ چیز ضائع ہو جائے تو عاریتاً لینے والے پر کوئ ضمان نہیں اس لیے کہ دینے والے اس کے استعمال کی اجازت دی تھی اور جو کچھ اجازت شدہ پر مرتب ہو اس کی ضمانت نہیں ہوتی۔

۴. اور اگر عاریتاً لی گئ جس کام کے لیے لی گئی تھی اس کے علاوہ کسی اور استعمال میں ضائع ہو جائے تو اس کی ضمان میں علماء کرام کا اختلاف ہے:

أ. کچھ کا کہنا ہے کہ: اس پر ضمان واجب ہے چاہے وہ اس نے زیادتی کی یا نہیں کی اس کی دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ ذیل قول کا عموم ہے: "ہاتھ نے جو کچھ لیا ہے وہ اس کے ذمہ ہے حتی کہ وہ اسے واپس کردے"۔ یہ بھی اس جیسا ہی ہے کہ اگر کوئی جانور مر جائے یا کپڑے جل جائیں، یا جو چیز کی عاریتا لی گئی ہے وہ چوری ہو جائے۔

ب. کچھ علماء کا کہنا ہے کہ اگر وہ کوئی زیادتی نہیں کرتا تو اس پر ضمان نہیں ہے، اس لیے کہ زیادتی کے بغیر اس کے ذمہ کوئی ضمان نہیں، شائد کہ یہی قول راجح ہے اس لیے کہ عاریتا لینے والے نے مالک کی اجازت سے اپنے قبضہ میں کیا ہے تو وہ اس کے پاس امانت کی طرح ہی ہے۔

۵. مستعیر پر عاریتا لی گئی چیز کی حفاظت واجب ہے اسے چاہیے کہ وہ اس کا خیال رکھے اور جب اس کا کام ختم ہو جائے تو اسے مالک کی طرف جلدی لوٹائے اور اس میں کسی قسم کی بھی سستی اور کاہلی سے کام نہ لے اور نہ ہی اسے ضائع ہونے دے اس لیے کہ وہ اس کے پاس امانت ہے اور اس کے مالک نے اس پر احسان کیا ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے :{اور کیا احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ اور بھی ہے}؟۔

۶. اگر وہ چیز چوری ہو جائے یا ضائع ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ اس شخص نے اس چیز کی حفاظت وصیانت کا اہتمام کیا تھا یا اس میں غفلت ولاپرواہی برتی تھی اگر اس نے اس کی حفاظت کا پورا اہتمام کیا تھا اس کے باوجود وہ چیز گم ہو گئی یا چوری ہو گئی تو ازروئے شرع اس پر اس کا تاوان وضمان نہیں ہو گا اس کے برخلاف اگر اس نے اس کی حفاظت کرنے میں غفلت برتی اور تساہل سے کام لیا تھا تو شرعاً وہ اس کا ذمہ دار وضامن ہے اس کیلئے لازم وضروری ہے کہ مالک کو پوری قیمت ادا کرے۔

چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ کوئی شخص عاریۃً یا کرایہ سے کوئی سواری لے کر اس پر سوار ہو جائے پھر گلی میں سواری سے اتر کر اسے کھلا چھوڑ دے اور نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں داخل ہو جائے اس دوران سواری چوری ہو گئی تو یہ شخص اس کا ضامن ہو گا یعنی اس کی قیمت مالک کو ادا کرنا اس کے ذمہ لازم ہے۔ اور اگر وہ حفاظت ونگہبانی کیلئے سواری کسی کو دے کر جائے اور ایسی صورت میں سواری چوری ہو جائے تو ضامن نہیں ہو گا۔

(فتاوی عالمگیری ج ۴ کتاب العاریۃ الباب الخامس فی تضییع العاریۃ ومایضمنہ المستعیر ومالا یضمن ص ۳۶۶ میں ہے۔)

بہر حال ضرورت ہو تو اشیائے ضروریہ بقدر ضرورت عاریت پر لی جائے اور اسی طرح دوسروں کو عاریت پر دینا بھی چاہیے کیونکہ اس میں دوسروں کے ساتھ اعانت ہے اور اجر و ثواب بھی ہے۔

(تذکرہ السامع والمتکلم صفحہ ۲۸)

عاریت پر لینے کے آداب

۱۔ عاریت پر لینے والے کے لئے مناسب ہے کہ وہ دینے والا کا شکر گزار ہو اور اس پر اس کو اچھا ہدیہ دے۔

۲۔ بغیر ضرورت کے زیادہ دنوں تک اپنے پاس نہ رکھے۔

۳۔ جب دینے والا مانگے تو فوراً واپس کر دے اس سے لاپرواہی نہ کرے۔

۴۔ بغیر مالک کی اجازت کے اس کی چیز کو صلاح و درست نہ کرے۔

۵۔ اس میں کوئی تبدیلی یا اضافہ نہ کرے، ہاں اگر یہ جانتا ہو کہ اس سے دینے والا ناراض نہ ہو گا تو مناسب ہے۔

۶۔ کسی دوسرے کو عاریت پر بھی نہ دے۔

۷۔ کسی دوسرے کے پاس بلا ضرورت شرعی امانت نہ رکھوائے۔

۸۔ اس کے استعمال میں کسی قسم کی کوتاہی اور لاپرواہی نہ کرے۔

۹۔ اس کے استعمال کے بعد اس کو صاف ستھرا کر کے اور اچھی حالت میں واپس کرے، جس سے دوبارہ ملنا آسان ہو جاتا ہے۔

(تذکرہ السامع والمتکلم بتغیر، صفحہ ۱۶۹)

۱۰۔ جب مستعار لے یا واپس کرے تو دیکھ کر واپس کرے۔(کہ کوئی چیز اس میں سے نہ رہ جائے)۔

(تذکرہ السامع والمتکلم صفحہ ۱۷۲)

ان آداب کا لحاظ کیا گیا تو امید ہے کہ عاریۃ اشیاء کے حصول میں مشکلات پیش نہیں آئیں گی۔

دوسری فصل: غسیل الاموال کا حکم اور حرام مال سے چھٹکارے کا طریقہ

(یہ تمام فصل مقالہ "بحوث فی غسیل الاموال وبیان حکمہ فی الفقہ الاسلامی والنظم المعاصرۃ" للشیخ عبد اللہ محمد عبد اللہ کویت، سے لی گئی ہے، جسے جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ میں مارچ ۲۰۰۳ء میں منعقد ہونے والی اسلامی اقتصادیات کی تیسری کانفرنس میں پیش کیا گیا)

مسلمان تاجر کے سامنے آج کل سرمایہ وپیسہ کے متعلق بہت سے طریقہ پیش کئے جاتے ہیں جس کے شرعی حکم کے بارے میں اسے اندازہ نہیں ہوتا اور وہ مروجہ طریقوں کے مطابق ان کو استعمال کرتا ہے، لہذا ضروری محسوس ہوا کہ سرمایہ وپیسہ کے حصول کے لئے مروجہ طریقوں میں سے ایک طریقہ غسیل الاموال (منی لانڈرنگ) پیسہ کو دھو کر کاروبار میں استعمال کرنا ہے اس کے بارے میں شرعی حکم بھی معلوم ہوجائے اور کہیں لاعلمی میں کسی مسلمان تاجر سے پیسہ کو دھو کر کاروبار میں استعمال کرنے کا کام سرزد ہوگیا ہو یا کسی ناجائز وحرام طریقہ سے اس کے پاس سرمایہ آیا ہو تو اس کے تدارک کے طریقہ سے اس کا علاج کرسکے، ذیل میں اس کی تفصیل بیان کی جارہی ہے۔

غسیلِ اموال یعنی مال کا دھونا (منی لانڈرنگ) کا اسلامی شریعت میں کوئی تصور نہیں ہے۔

کیونکہ غسیلِ ثوب تو ممکن ہے کہ کپڑا اگر ناپاک ہوجائے تو اس کو دھولیا جائے تو وہ پاک ہوجائے گا، مگر مال اگر حرام طریقہ سے حاصل کیا ہو تو اس کو حلال کرنے کا کوئی طریقہ نہیں یہ جو آج کل عام طور پر یہ بات چل رہی ہے کہ حرام مال کمایا اور اس کے بعد اس کی منی لانڈرنگ کرلی اور وہ پاک ہوگیا، حرام طریقے سے کمائے ہوئے مال کی کسی بھی طریقہ سے منی لانڈرنگ کرنے سے یہ مال پاک نہیں ہوتا۔

مسلمان تاجر کی رہنمائی کے لئے مروجہ مختلف طریقوں کو بیان کیا جارہا ہے جو کہ عام طور پر استعمال کئے جاتے ہیں اور لوگ ان کے ذریعہ جائز وناجائز مال حاصل کرتے ہیں جیسے:۔

- درآمد کرنے کی بجائے مال کی بغیر کسٹم ٹیکس کی ادائیگی کے اسمگلنگ۔

- موجودہ ملکی قوانین کی خلاف ورزیاں کرتے ہوئے بلیک مارکیٹنگ اور اس سے حاصل شدہ مال، مثلاً جہاں غیر ملکی کرنسی سے معاملات کرنے کو منع کر دیا گیا ہے وہاں ملکی غیر ملکی کرنسی میں معاملات کرکے ان کے ذریعہ مال حاصل کرنا۔
- اشیاء کی اس طریقہ پر تجارت سے مال حاصل کرنا جس سے ملکی مصنوعات میں کمی واقع ہو اور اشیاء کی قیمتوں میں گرانی واقع ہو جائے اور حکومتی تعیین شدہ قیمتوں کی مخالفت لازم آجائے۔
- رشوت اور اداروں کا بگاڑ، جس سے غیر قانونی طریقوں سے مال کا کمانا نیز غیر قانونی طور پر حاصل شدہ رعایتوں سے مال حاصل کرنا۔
- قانونی خلاف ورزیوں کے ساتھ حساب کتاب میں گڑبڑ اور اعداد وشمار میں ہیر پھیر کرکے ٹیکس سے بھاگنا۔ آمدنی کو چھپا کر اپنے کاروبار پر غلط طریقہ سے ٹیکس کو کم کرانا۔
- غیر قانونی ذرائع سے حاصل کیے گئے مال کو غیر ملکی بینکوں میں بھیجنا اور وہاں جمع کرنا۔
- کرنسی کا چند لوگوں کے ہاتھ میں آجانا اور اس کے ہیر پھیر سے مال کمانا۔
- اسلحہ کی غیر قانونی تجارت وخرید وفروخت کے ذریعے۔
- غیر قانونی سرمایہ کاری، ٹیکنالوجی یا غیر قانونی تجارت کے ذریعہ۔
- غیر قانونی یا سیاسی سرگرمیوں کے ذریعہ مال حاصل کرنا، مثلاً ملکی جاسوسی اور رازوں کی چوری اور انہیں ملک کے دشمنوں کے ہاتھ فروخت کرنا۔
- ملکی بینکوں سے غیر کافی ضمانت کے عوض قرضوں کو لینا اور پھر اس مال کو باہر منتقل کرنا اور ان ملکی بینکوں اور ان کے کھاتہ داروں کا حق مارنا۔
- قرض خواہوں کے مال کے ساتھ غیر ملک فرار ہو جانا اس وقت جلاوطنی اختیار کئے رکھنا جب تک کہ ان پر سے جرائم کے کیس ختم نہ ہو جائیں۔
- بینک کھاتہ داروں کے اموال کی باہر اسمگلنگ کرکے اصحاب اموال کیلئے ناکافی ضمانت کے ساتھ غیر ملکی بینکوں میں ڈپازٹ رکھوانا اور یہ سب ایسے لوگوں کی موجودگی میں کرنا جو ان اموال کو جائیداد اور تجارتی

منڈیوں وغیرہ میں استعمال کرتے ہیں پھر ان کا واپس اپنے ملک میں غیر قانوں طور پر آنے کیلئے راستہ ہموار کرنے کی خاطر ان مالوں کو ان کے متولیوں کو بیچ دینا۔

- افرادی قوت کی باہر اسمگلنگ کی چالوں اور ان کو دھوکہ دہی سے حاصل ہونے والی آمدنی وغیرہ۔
- جعلی ڈگریاں اور جعلی پاسپورٹ حاصل کرنے میں رغبت رکھنے والوں سے فائدہ اٹھا کر مال کمانا یا چال بازی کر کے ان کا مال اینٹھنا۔
- تجارت میں دھوکے یا غلط قسم کی چیزوں کی تجارت یا بین الاقوامی خریداروں کی ایڈوانس کی رقوم کو ہڑپ کر لینا۔
- یا کتابوں و نئی تصنیفات یا کرنسی میں جعل سازی سے حاصل شدہ آمدنی۔
- بینکی چیک میں جعل سازی کے ذریعے حاصل شدہ رقم،اور جعلی چیک یا منی آرڈر یا بینکوں کی تصدیق شدہ اعتماد کی حد (کریڈٹ لمٹس) میں جعل سازی کے ذریعے لوکل بینکوں سے بھاری رقم نکالنا۔
- مضاربہ کمپنیوں کے ذریعہ عالمی بازار حصص لوگوں کو دھوکہ دے کر غیر قانونی منافع حاصل کرنا یا مال بنانا۔
- سیاسی اثر ور سوخ سے رقوم ہتھیانا۔

الغرض: مختلف جائز و ناجائز ذرائع سے لوگوں کے مالوں کو چھیننا یا ہڑپ کرنا، جن کو چھپا کر رکھا جاتا ہے اور کسی طرح سے لوگوں کے سامنے نہیں لایا جاتا۔

مذکورہ بالا مثالوں سے العیاذ باللہ مسلمانوں کی کمیاں اور ان کے عیوب ذکر کرنے کا قصد ہر گز نہیں ہے، صرف ان معاملات کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اوپر کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں جو آج کل عام طور پر زیر استعمال ہیں اور ان کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان تاجر لاعلمی میں مروجہ طریقوں سے رقوم حاصل کرکے اور ان کو غسیل (لانڈرنگ) کرکے اپنے لئے جائز نہ سمجھ لے۔

الغرض یہ اور اس طرح کے اور بہت سے طریقہ جائز و ناجائز دولت کے حاصل کرنے کیلئے استعمال کئے جاتے ہیں، ان میں سے بعض طریقے ایسے ہیں جو شرعی اعتبار سے ناجائز ہیں اور بعض طریقے ایسے ہیں جو قانونی اعتبار سے غلط ہیں تو ان میں

سے جو شرعی اعتبار سے ناجائز ہیں ان سے حاصل شدہ اموال کو دھونے (منی لانڈرنگ کرنے سے) حرام مال حلال نہیں ہوتا وہ حرام ہی رہے گا، ان مالوں کو دھونا (منی لانڈرنگ) کرنے سے جو کہ آج کل معروف ہے انسان حکومتی قانون اور لوگوں کی نظروں سے تو بچ سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی نظر سے نہ بچ سکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخرو ہو سکتا ہے۔

حرام مال کی اسلام میں ممانعت

اسلام نے حرام مال سے بچنے کا حکم دیا ہے، خاص کر وہ مال جو حرام چیز مثلاً شراب ونشہ آور چیز یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں استعمال ہونے والی چیز کی خرید وفروخت سے کمایا ہو، یا رشوت، غبن، جعل سازی، فراڈ اور دھوکہ دہی کے مختلف طریقوں وغیرہ سے حاصل کیا ہو، اس طرح سے کمائے گئے مال کے حرام ہونے میں کوئی شبہہ نہیں ہے، یہ مال خبیث ہے ، اس سے بچنا نہایت ضروری ہے، اس طرح کے مال کا استعمال صاحب مال کو فسق کے درجہ تک پہنچادے گا، امام ابن حجر الہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے حرام کمائی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{وَلَا تَأْكُلُوٓا۟ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ وَتُدْلُوا۟ بِهَآ إِلَى ٱلْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا۟ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَٰلِ ٱلنَّاسِ بِٱلْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ} (البقرة:۱۸۸)

ترجمہ: "اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو"

بعض اہل علم نے اس سے مراد ربا، قمار، غصب، چوری کا مال، خیانت، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم، عاریہ لے کر واپس نہ کرنا، رشوت وزن کم کر کے بیچنا، دھوکہ دہی، عیب والی چیز بیچ کر اس سے حاصل کردہ مال ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ سے خطاب تمام امت محمد کو ہے، کہ تم میں سے ایک دوسرے کا مال بغیر حق کے نہ کھائے، چنانچہ اس میں

قمار، جوا، دھوکہ، غبن وغصب، دوسروں کے حقوق کو دبا کر مال حاصل کرنا، ایسا مال جس کا مالک دینے پر راضی نہ ہو اور وہ مال جس کے لینے کو شریعت نے حرام کر دیا ہو وغیرہ سب داخل ہیں۔

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالی مزید فرماتے ہیں کہ جس نے غیر مشروع طریقہ سے دوسرے کے مال کو ہڑپ کیا تو اس کا اس مال کو کھانا اکل الباطل شمار ہو گا اور اگر قاضی (عدالت) اس کے حق میں بھی فیصلہ دیدے تو بھی اس کے لئے جائز نہیں ہو گا، اس کو تو معلوم ہے کہ یہ مال باطل اور حرام کا مال ہے، تو قاضی (عدالت) کے حلال کہدینے سے وہ حلال نہیں ہو گا، قاضی (عدالت) تو ظاہر کا فیصلہ صادر کرتی ہے۔

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے تھے اور ایک شخص اس کی نکیل پکڑے ہوئے تھا آپ نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر) فرمایا: یہ کون سا دن ہے؟ تو ہم چپ رہے، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ عنقریب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے (اصلی) نام کے سوا کچھ اور (نام اس کا) بتائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی کہ ہاں۔ پھر آپ نے پوچھا: یہ کون سا مہینہ ہے؟ تو ہم نے پھر سکوت کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا نام بدل کر بتائیں گے تو آپ نے فرمایا: کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ ہم نے عرض کی ہاں۔ (اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقینا تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں آپس میں ایسے ہی حرام ہیں جیسے تمہارے اس دن میں، تمہارے اس مہینہ میں، تمہارے اس شہر میں حرام (سمجھے جاتے) ہیں، چاہیے کہ (جو لوگ) حاضر (ہیں وہ) ان کو یہ خبر پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں اس لیے کہ شاید اس وقت سننے والا ایسے شخص کو یہ حدیث پہنچائے جو اس سے کہیں زیادہ اس کو یاد رکھے۔

(بخاری شریف، حدیث نمبر:٦١)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”: لوگوں پر ایک وقت ایسا آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی کچھ پروانہ ہو گی کہ حلال طریقہ سے مال حاصل کیا ہے یا حرام طریقہ سے۔“

(بخاری شریف، حدیث نمبر: ۹۸۹)

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) فرمایا " : اللہ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی کرنا اور لڑکیوں کا زندہ درگور کرنا حرام کر دیا ہے اور حق نہ ادا کرنا اور ناحق چیز کا لینا (بھی حرام کر دیا ہے) اور تمہارے لیے قیل و قال (فضول بحث کرنے) اور کثرت سوال اور اضاعت مال (مال کے ضائع کرنے) کو ناپسند کیا ہے۔"

(بخاری شریف، حدیث نمبر: ۱۱۰۷)

حرام مال کھانے پر توبہ کرنا

جب مسلمان تاجر کو حرام مال کے بارے میں احساس وندامت ہو تو مال حرام سے بچنے کی ابتداء توبہ سے کرے اور سب سے پہلے تو فوراً اس حرام کام کے ارتکاب پر توبہ کرے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُوْلَئِكَ يَتُوبُ اللهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللهُ عَلِيماً حَكِيماً} (النساء:۱۷)

ترجمہ: "اللہ انہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھے ہیں۔ پھر جلد توبہ قبول کر لیتے ہیں پس ایسے لوگوں پر اللہ مہربانی کرتا ہے۔ اور وہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے"

{أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِن بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ} (الانعام:۵۴)

ترجمہ: "جو کوئی تم میں نادانی سے کوئی بری حرکت کر بیٹھے پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور نیکوکار ہو جائے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے"

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں آیتوں میں توبہ کا حکم کفر اور معاصی (گناہوں) دونوں کے لئے ہے، کیونکہ گناہ کرنے والا بھی لاعلمی کی وجہ سے گناہ کرتا ہے اور اس وقت تک وہ گناہ کے انجام سے لاعلم ہوتا ہے جب تک کہ وہ توبہ

نہ کرلے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے کہ ہر معصیت کا ارتکاب لاعلمی کی وجہ سے ہوتا ہے، جان بوجھ کر ہو یا جہالت سے ہو، وہ لذت فانیہ کو لذت باقیہ پر ترجیح دے کر جہالت کا مرتکب ہوا ہوتا ہے، بندوں کے آپس میں ظلم کرنے میں توبہ کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ حرام مال اصلی حالت میں یا اس کا متبادل اس کے مالک تک پہنچادے، اگر اس طرح کرنا ممکن نہ ہو تو یہ عزم کرے کہ میں جیسے ہی ممکن ہوا سب سے پہلی فرصت میں اس تک پہنچادوں گا، کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کی صورت میں نقصان کے ازالہ کی کوشش بھی کرے، پھر اس سے معافی بھی مانگے، اگر اس نے معاف کر دیا تو اس کے اوپر سے اس کا گناہ اتر جائے گا۔

حرام مال سے چھٹکارے کا طریقہ

ناجائز و حرام مال سے پیچھا چھڑانا

مسلمان تاجر کی حرام مال کو کاروبار میں لگانے کی تو گنجائش ہی نہیں ہے، چاہے وہ مال دھونے (منی لانڈرنگ) کے ذریعہ سفید ہو گیا ہو، اپنے کاروبار کو پاکیزہ اور طیب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ اگر غلطی سے بھی حرام مال شامل کرلیا گیا ہو تو اس میں موجود حرام مال سے چھٹکارا حاصل کرے، اسلام نے حرام مال والے شخص کے بارے میں سخت تاکید کی ہے، چنانچہ فقہاء کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جس کا سارا کا سارا مال حرام ہو اسے کسی دوسرے شخص سے معاملہ اور لین دین کرنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ کوئی مالی تصرف بھی نہیں کر سکتا ہے۔

لہٰذا جو شخص حرام طریقوں سے مال حاصل کر چکا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس مال سے اپنی جان چھڑائے، جس کی مختلف صورتیں ہیں جب تک ان میں سے کوئی ایک صورت اختیار نہ کرے گا اس وقت تک جان چھوٹنا ممکن نہیں ہے، اس کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا و آخرت میں پکڑ ہو گی اور اسے دوسروں کے مال کے ہڑپ کرنے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

پہلے مرحلہ میں: مال حرام کی تحدید کرنا

۱. حرام مال جس کی تحدید ہو سکے

کسی کے پاس کوئی حرام مال ہے اور اس کو اس کی مقدار کا اندازہ بھی ہے اور اسے آسانی سے باقی مال سے الگ بھی کر سکتا ہے، تو اس مال حرام سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مثلاً سود سے حاصل کیا ہو تو جس سے سود لیا ہے اسے واپس کر دے، تاہم اگر اس کی زندگی سے مایوس ہو جائے تو اس مال کو صدقہ کر دے اور اگر ظلم کا مال ہو تو اس کی بھی یہی صورت ہے کہ جس پر ظلم کر کے چھینا ہے اسے واپس لوٹائے۔

۲. حرام مال جس کی تحدید نہ ہو سکے

البتہ اگر اس کے پاس حلال و حرام مال مخلوط ہے اور اس کو پتہ نہ چلے کہ اس کے پاس کتنا مال حرام ہے اور کتنا حلال تو کوشش کر کے اندازہ لگا کے اتنا مال علیحدہ کر لے جس سے اسے شک نہ رہے کہ اس کے بعد اس کے مال میں حرام مال موجود ہے اور یہ یقین ہو جائے کہ اس مال کے نکالنے کے بعد جو مال اس کے پاس ہے وہ حلال اور خالص مال ہے پھر اس مال کو جسے علیحدہ کیا ہے، جس پر ظلم کیا ہے یا جس سے سود لیا تھا، کو واپس کر دے اور اگر اسکی زندگی سے ناامیدی ہو تو اس کی طرف سے صدقہ کر دے۔

۳. حرام مال جس کی ادائیگی بس سے باہر ہو

اور اگر ظلم سے حاصل کردہ یا حرام مال میں اس قدر پھنس جائے جس سے وہ یہ سمجھے کہ اتنے زیادہ مال کا ادا کرنا اس کے بس سے باہر ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کے پاس جتنا بھی مال موجود ہے اسے تو مساکین پر صدقہ کر دے یا اس کام میں لگا دے جسمیں مسلمانوں کی بھلائی ہو، یہاں تک کہ اس کے پاس صرف اتنا مال بچ جائے جس سے اس کی نماز ہو سکے یعنی اس قدر لباس جو ستر ڈھانپ سکے اور ایک دن کا کھانا وغیرہ باقی سب صدقہ کر دے، کیونکہ اسے صرف مجبوری کی حالت میں اتنی مقدار میں دوسروں کا مال استعمال کرنیکی اجازت ہے۔

چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ تائب کے اپنے ظلم کیے ہوئے مال سے نکلنے کی صورت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جس شخص نے توبہ کی اور اس کے ہاتھ میں جو مال ہے وہ حلال اور حرام سے مخلوط ہے تو اس پر مندرجہ ذیل دو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں:

۱. ایک تو اس کے پاس جو مال ہے اس کو حرام سے پاک کرنے کی
۲. دوسری اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرنیکی

ایک صورت یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس نے توبہ کی اور اس کے پاس اصل حرام مال موجود ہو مثلاً غصب یا ودیعت یا امانت وغیرہ تو اس کا کام آسان ہے اسے چاہیے کہ حرام مال کو الگ کرے۔

اور اگر مخلوط ہو تو مندرجہ ذیل دو صورتوں سے خالی نہیں ہو گا:۔

۱. وہ ایسے مال میں سے ہو جسکی مثال بھی موجود ہو جیسے کہ اناج، غلہ یا نقدی یا عطر وغیرہ
۲. وہ ایسے مال میں سے ہو جسکی مثال عام طور پر نہیں ہوتی جیسا کہ گھر، کپڑے وغیرہ

تو اگر مثال والے مال سے ہو یا پورے مال پر پھیلا ہو جیسا کہ کسی نے تجارت کے ذریعے مال کمایا اور وہ جانتا ہے کہ اس نے نفع کی خاطر جھوٹ بھی بولا ہے اور نہیں بھی یا جس نے عطر یا تیل غصب کیا اور اس کو اپنے تیل کے ساتھ ملا دیا یا اسی طرح اناج، غلہ اور روپے پیسے وغیرہ تو یا تو اسے اس کی مقدار معلوم ہو گی یا نہ ہو گی اگر معلوم ہو مثلاً اس کا نصف مال کی مقدار حرام ہے تو اس سے آدھا مال اپنا نکالنا ہو گا۔

اور اگر مقدار معلوم نہ ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں

۱. جتنے مال پر اسے یقین ہے کہ وہ حرام ہے اسے نکال لے
۲. اگر یقین کی صورت نہ ہو تو غالب ظن کے مطابق نکال لے

دوسرا مسئلہ: کیسے خرچ کرے؟اور کہاں کرے؟

تو اگر حرام مال نکالا تو اس کی تین صورتیں ہیں:

۱. اس کا مالک متعین شخص ہو تو اس کو ادا کرنا یا اس کے ورثاء کو دینا لازمی ہے اور اگر غائب ہو تو آنے کا انتظار کرے یا اس کو تلاش کرکے اس تک پہنچائے اور اگر اس دوران اس میں کچھ منفعت یا زیادتی ہو تو اس کے آنے تک اس کے منافع وزیادتی کو جمع کرکے رکھا جائے۔
۲. اس کا مالک متعین شخص نہ ہو اور اس کے ملنے کی مایوسی ہو اور اسے یہ بھی معلوم نہیں ہو رہا ہے کہ اس نے کوئی وارث بھی چھوڑا ہے یا نہیں یعنی ایسی صورت بن جائے کہ اس کے مالک کو واپس کرنا محال ہے یا یہ بھی ممکن ہے کہ واپسی کی صورت بالکل نہ ہو مثلاً اس مال کے مالک بہت سارے ہوں جیسے غنیمت کے مال میں خیانت وغیرہ کا مال وغیرہ کیونکہ وہ مجاہدین کے الگ ہونیکے بعد ان کو جمع نہیں کرسکتا، تو اس مال کو روکے رکھے یہاں تک بات واضح ہو جائے۔
۳. اور اگر وہ فئی کا مال (وہ مال غنیمت جو لڑائی کے بغیر حاصل ہو) یا مسلمانوں کے مصالح عامہ کے مال میں سے ہو تو اس مال کو پل اور مساجد اور سرحد کے بنانے اور پہرے داری یا ان کمپنیوں کو جو دین دار ہوں اور مکہ مکرمہ کے روڈ وغیرہ صحیح کررہے ہیں اور اسی طرح وہ کام جس سے تمام امت مسلمہ نفع اٹھاسکے اس پر خرچ کردے۔

غیر شرعی کمائی سے جان چھڑانے کیلئے یا حرام مال کو پاک کرنے کیلئے یہ درج بالا صورتیں بیان کی گئی ہیں۔جن کو استعمال کرکے اپنے مال کو پاک کرلے، تاکہ اس کا کاروبار پاکیزہ اور طیب ہو جائے اور اللہ تعالی مدد ونصرت اس کے شامل حال ہو جائے۔

(یہ تمام فصل مقالہ "بحوث فی غسیل الاموال وبیان حکمہ فی الفقہ الاسلامی والنظم المعاصرۃ" للشیخ عبداللہ محمد عبداللہ کویت، سے لی گئی ہے، جسے جامعہ ام القری، مکہ مکرمہ میں مارچ ۲۰۰۳ء میں منعقد ہونے والی اسلامی اقتصادیات کی تیسری کانفرنس میں پیش کیا گیا)

تیسری فصل: موجودہ سودی بینکاری نظام کی مضرتیں اور نقائص

سود پر مبنی موجودہ بینکاری اسلامی تجارت سے کسی طرح جوڑ نہیں کھاتی ہے لہذا یہ ضروری محسوس ہوا کہ مسلمان تاجر کے سامنے اس کی تفصیل آجائے تاکہ وہ غیر شعوری طور پر اس کے نقصانات میں مبتلا ہونے سے بچ سکے، جس کی تفصیل اس فصل میں بیان کی گئی ہے۔

(جدید مالیاتی نظام کا اسلامی تصور صفحہ نمبر ۹)

ظاہر بات ہے کہ موجودہ بینکوں میں سودی نظام رائج ہے اور سودی کاروبار کے نقصانات مخفی نہیں ہیں۔اب دیکھئے کہ جو قرض تجارت یا دیگر کاروباری مقاصد کیلئے لیا جاتا ہے اس پر سود لینے کی صورت میں کئی معاشی نقصانات ہیں۔

یہ بات ماہرین معاشیات اور اس میں بصیرت رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ تجارت اور عام نفع اور کاموں کی معاشی بہتری یہ تقاضہ کرتی ہے کہ جتنے لوگ کسی کاروبار میں کسی بھی نوعیت میں شریک ہوں وہ سب کے سب اپنے مشترکہ کاروبار کے فروغ سے پوری پوری دلچسپی رکھتے ہوں۔وہ کاروبار کے نفع کو اپنا نفع سمجھتے اور نقصان کو اپنا نقصان سمجھتے ہوں، تاکہ اس کے پروان چڑھانے میں ان کی پوری طاقت خرچ ہو۔اس نقطہ نگاہ سے اگر دیکھا جائے تو سودی کاروبار میں ان مفید جذبات کی کوئی رعایت نہیں ہے بلکہ بعض اوقات معاملہ اس کے برعکس ہو جاتا ہے کیونکہ سود خور سرمایہ دار کو صرف اپنے نفع سے سروکار ہوتا ہے، اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ جس شخص نے کاروباری قرضہ لیا ہے۔اس کے کاروبار میں نفع ہو رہا ہے یا نہیں؟ وہ تو مسلسل اپنے دیئے ہوئے قرضے پر سود لینا چاہتا ہے۔بلکہ بسا اوقات اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مقروض کو اپنے کاروبار میں نقصان ہو، تاکہ یا وہ اس سے مزید شرح سود پر قرضہ لے یا پہلے لئے ہوئے قرضہ کی ادائیگی کا عرصہ طویل ہو جائے، تاکہ اتنے عرصہ تک وہ مزید سود وصول کرتا رہے۔

سودی کاروبار سے جنم لینے والے نقصانات

ا۔ سرمایہ داری کا ایک بڑا حصہ اس انتظار میں کاروبار میں نہیں لگاتا ہے کہ جب پیسہ کی مانگ بڑھے گی، اور شرح سود میں اضافہ ہوگا، تو سرمایہ سودی قرضہ پر دونگا۔حالانکہ اسکے سامنے بہت سے ایسے مصارف ہوتے ہیں جن میں وہ سرمایہ لگا

سکتا ہے اور ان کے سرمایہ لگانے سے بہت سے لوگوں کو روزگار کے مواقع ہاتھ آسکتے اور ملک کی تجارت وصنعت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

۲۔ چونکہ ساہوکار کو زیادہ شرح سود کی لالچ ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے سرمایہ کو کاروبار کی واقعی مانگ کے اعتبار سے نہیں لگاتا بلکہ محض وہ اپنی ذاتی اغراض کو سامنے رکھ کر سرمایہ کو روکنے یا لگانے کا فیصلہ کرتا ہے۔ چنانچہ اگر سرمایہ دار کے سامنے دو صورتیں ہوں کہ وہ یا تو اپنا سرمایہ کسی فلم کمپنی میں لگائے یا بے گھر لوگوں کیلئے رہائشی مکانات تعمیر کروا کر انہیں پھر کرایہ پر دے۔ اگر اسے فلم کمپنی کی صورت میں منافع کی زیادہ توقع ہو تو وہ یقیناً فلم کمپنی میں سرمایہ لگائے گا۔ اور بے گھر افراد کی اسے بالکل پرواہ نہیں ہوگی۔ ظاہر ہے کہ یہ ذہنیت عام ملکی مفاد کیلئے کسی قدر خطرناک ثابت ہوگی۔ چناچہ مشہور مغربی معیشت دان سر رائے ہارڈ کے خیال میں سرمایہ دارانہ نظام کو تباہی سے بچانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ سودی نظام ختم کیا جائے، وہ غیر سودی نظام کا بہت بڑا حامی ہے۔

۳۔ بعض مرتبہ اس طرح ہوتا ہے کہ قرض دینے والا نقصان میں ہوتا ہے اور قرض لینے والا فائدہ میں رہتا ہے۔ مثلاً ایک شخص نے بینک سے سود پر دس کروڑ روپیہ قرض لیا اور اس سے کاروبار شروع کیا، بہت سی تجارتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں سو فیصد نفع ہوتا ہے۔ فرض کریں کہ اس شخص کو دس کروڑ پر ۵۰٪ یعنی پانچ کروڑ نفع ہوا، جس میں سے میں سے ۱۵٪ بینک کو ادا کریگا۔ اور باقی پورا ۸۵٪ فیصد خود اسکی جیب میں چلا گیا۔ اب دیکھئے کہ جو اس نے تجارت کی وہ پیسہ کس کا تھا۔ وہ تو عوام کا تھا اور اس کے ذریعے جو نفع کمایا گیا اس کا ۸۵٪ فیصد صرف ایک شخص کی جیب میں چلا گیا اور صرف ۱۵٪ فیصد بینک کو پہنچا اور پھر بینک نے اس میں اپنا حصہ نکالنے کے بعد بقیہ تھوڑا سا حصہ مثلاً ۱۰ فیصد ڈیپازٹرز کے درمیان تقسیم کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عوام کے پیسے سے جو ۱۰۰ فیصد نفع ہوا تھا، اس کا صرف ۱۵ فیصد عوام میں تقسیم ہوا۔ اور ۸۵٪ فیصد صرف ایک شخص کی جیب میں چلا گیا۔ اور بھی بہت سے نقائص ہیں، جس کا یہاں پر احاطہ ممکن نہیں ہے۔

چوتھی فصل: مسلمان تاجر کی نقد رقوم وقیمتی اشیاء کی حفاظت اور استعمال کی اسلامی ترتیب

کاروبار کرتے ہوئے تاجر کے پاس تجارت سے متعلق جو نقد رقوم اور قیمتی اشیاء موجود رہتی ہیں، ان کی حفاظت اس کے نزدیک ایک بہت اہم مسئلہ ہوتا ہے، اس سلسلہ میں اسلامی رہنمائی سے قبل ہم یہ تفصیل بیان کرنا چاہیں گے کہ ان نقد رقوم کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

١. وہ نقد رقوم جو کاروبار کو چلانے میں درکار ہوتی ہیں اور روز مرہ خرید وفروخت میں استعمال ہوتی ہیں۔
٢. وہ نقد رقوم جن کی ایک خاص مدت کے بعد تاجر کو ضرورت ہے، مثلاً چھ ماہ بعد کسی سودے کی رقم ادا کرنی ہے یا احتیاط کے طور پر کچھ سرمایہ بچا کر رکھا ہے تاکہ کسی اچانک ضرورت میں اسے کام لایا جائے۔
٣. وہ نقد رقوم جو تاجر کی کاروباری ضروریات سے زائد ہیں اور ان کی کاروبار کے چلانے میں کوئی ضرورت بھی جلد یا بدیر نہیں ہے۔

اوپر ذکر کردہ پہلی اور دوسری صورت میں تاجر کی ضرورت یہ ہوتی ہے کہ رقم محفوظ بھی رہے اور بوقت ضرورت بآسانی دستیاب بھی ہو، اس کے لئے معاشرہ میں رائج شکل یہ ہے کہ ان رقوم کو بینک میں حساب جاری (کرنٹ اکاؤنٹ) میں ڈال دیا جاتا ہے اور ضرورت کے وقت استعمال کرلیا جاتا ہے، جب کہ سودی بینکوں کے ساتھ اس قسم کا لین دین سودی نظام کو تقویت دینے کا ذریعہ بنتا ہے، جبکہ اسلامی معاشرہ میں اس کا بہتر متبادل موجود ہے وہ یہ کہ اس رقم کو یا تو اپنے پاس بہتر طریقہ سے محفوظ رکھے، یا اسے معاشرہ کے سچے وامانت دار افراد کے پاس امانت رکھوادے، جیسا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں ہوتا تھا۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ معاشرہ میں باہمی اعتماد کی فضا قائم ہوگی اور انسانی اقدار کو فروغ حاصل ہوگا، نتیجۃً معاشرہ میں دیانت دار وامین لوگوں کی قدر ومنزلت پیدا ہوگی، نیز سودی نظام کے خاتمہ کا ذریعہ ہوگا۔

اسلامی معاشرہ میں امانت کا تصور

امانتیں رکھنا اور لوگوں کو ان کی ضرورتوں کے وقت ادا کرنا اجر وثواب کا کام ہے، خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی امانتیں رکھتے اور انہیں بوقت ضرورت ادا کیا کرتے تھے، چنانچہ ہجرت کے وقت آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کو امانتیں دے کر اپنی جگہ مکہ مکرمہ میں ٹھہرایا تھا تاکہ وہ آپ علیہ السلام کی ہجرت کرنے کے بعد لوگوں کو امانتیں ادا کرکے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔

چنانچہ جس رات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اس رات نے دو عظیم انسانوں کو عظمت کی بلندیوں پر فائز کر دیا وہ دو انسان حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت علی المرتضی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق کو اپنے ہمراہ لے کر سفر فرمایا تو گویا اللہ کی امانت ابو بکر صدیق کے حصہ میں آئی جبکہ لوگوں کی امانتیں جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں وہ حضرت علی کے سپرد کیں تاکہ آپ ان امانتوں کو صاحبان امانت تک پہنچائیں۔

اسی سلسلے میں صبح کو مکہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا، ہوا یوں کہ حنظلہ بن ابی سفیان نے عمیر بن وائل ثقفی کو بلایا اور اس سے کہا کہ علی ابن علی طالب کے پاس جاؤ اس سے اسی مثقال سونے کا دعوی کرو کیونکہ میں نے مثقال سونا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بطور امانت رکھا ہوا تھا- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف کوچ کر گئے ہیں اور علی انکے وکیل ہیں، جا کر کہو آپ میری امانت مجھے واپس کیجئے! اگر علی تم سے گواہ طلب کریں گے تو ہماری گواہی قریش کی تمام جماعت دے گی، تیرے اس کام کے بدلے میں میں تجھے اپنی ماں ھندہ کا گلوبند تجھے دیتا ہوں۔

عمیر بن وائل نے حضرت علی کے پاس آکر امانت کا دعوی کیا- حضرت علی نے اس سے امانت کی نشانی طلب کی-اس نے بتائی اسکے بعد آپ نے امانتی سامان میں اسے تلاش کیا تو کہیں اسکے آثار بھی نہ ملے- جبکہ ہر امانت پر اسکے مالک کا نام لکھا ہوا تھا اور اس میں عمیر کا نام کہیں بھی درج نہ تھا۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیصلے، مؤلف محمد عبد اللہ)

غرضیکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ کی اس ضرورت کو پورا کرنے اور اس کام میں ان کی خدمت کرنے کے لئے آپ علیہ السلام نے ان کی امانتیں رکھنے کا کام سرانجام دیا اور آپ کی ہجرت کے وقت یہ کام حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ علیہ السلام کی نیابت اور وکالت میں سرانجام دیا۔

اسی طرح امت کے دیانت دار حضرات بلکہ علماء، فقہاء کرام وائمہ عظام مسلمانوں کی امانتیں سنبھالنے کا کام کیا کرتے تھے، چنانچہ ایک جگہ نہیں متعدد جگہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے سوانح نگاروں نے اس کا تذکرہ کیا ہے کہ لوگ امام صاحب کے پاس "ودائع" یعنی امانتیں رکھوایا کرتے تھے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی جس وقت وفات ہوئی اس وقت ان کے گھر میں

پچاس ملین (پانچ کروڑ) کی امانتیں لوگوں کی تھیں، یعنی وفات کے وقت امام صاحب رحمہ اللہ تعالی کے ہاں جو امانتیں نکلیں، ان کی مالیت اس کے لگ بھگ تھی۔

(حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی سیاسی زندگی، ص:۹۰ؤ۸۹)

اسلام میں امانتوں کے سنبھالنے کا کام متقی وامانت دار طبقہ کے ذمہ

اسلامی معاشرے اپنی امانتوں کے سنبھالنے کا کام معاشرے کے امانت دار طبقہ سے لیتا تھا، آج بھی اسی طرز امانت داری پر چلتے ہوئے، مسلمانوں کو اپنی امانتیں اپنی مسجد ومقام کے دیانت دار لوگوں کو تلاش کر کے ان کے پاس رکھوانے کی صورت نکالنی ہو گی، جو ان کی امانتوں کو محفوظ کرنے کا کام سر انجام دیں اور بوقت ضرورت ان کو واپس کر دیں اور اگر صاحب امانت کے کہنے پر وہ امانتیں کسی اور کو وہیں پر یا کہیں اور منتقل کرنی ہوں تو انہیں منتقل کر دیا کریں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کرتے ہوئے اس طرح کی خدمات کو فی سبیل اللہ کریں اس کا کوئی معاوضہ نہ لیں، کیونکہ اسلامی معاشرہ کی رفاہی ضروریات مسلمان فی سبیل اللہ اور خدمت کے جذبہ کے تحت کیا کرتے تھے، موجودہ دور میں ہر چیز سے دولت بنانا اور رفاہی کاموں کو بھی مال حاصل کرنے کا ذریعہ بنانے کا وطیرہ چل نکلا ہے، اس کو بدل کر ہم نے اسلامی رفاہی اور دوسروں کی خیر خواہی سے بھرپور اور ان کی خدمت سے لبریز معاشرہ قائم کرنا ہے، جو دوسروں کی خدمت کرنے کو اپنا شعار سمجھتا ہو۔

اور امانت کے اہل لوگوں کو تلاش کرنا اصحاب امانت کی ذمہ داری

اس میں شک نہیں کہ جو دیانت دار ہو گا، اس کی نشانی یہ ہے کہ خود کو امانت کے لئے خواہ وہ نقدی شکل میں ہو یا سامان ومال کی شکل میں، نااہل سمجھے گا نہ کہ وہ اپنی مشہوری اور لوگوں میں معارف ہونے کے لئے مشہوری کا لمبا چوڑا نظام بنائے، اصحاب اموال اپنے مال محفوظ ہاتھوں میں دینے کے لئے ہر مرحلے میں یعنی بڑے اور چھوٹے بازاروں اور عام شہروں، محلوں اور دیہاتوں میں ایسے دیانت دار وامانت کے اہل لوگ اپنی مسجد ومقام پر تلاش کر کے ان سے امانتیں رکھوانے کی خدمت لیں، جو امانت ودیانت اور صداقت کے معیار پر پورا اترتے ہوں، امت ایسے افراد سے بھری پڑی ہے تھوڑی سی تلاش سے اہل امانت کو دریافت کیا جا سکتا ہے، یہ بھی غیروں اور سودی سوچ رکھنے والوں کی طرف سے پراپیگنڈہ ہے کہ اب زمانہ خراب ہو گیا ہے اور امانت کے اہل لوگ ناپید ہو گئے ہیں، تاکہ مسلمانوں کا مال ان کے ہاتھ میں رہے، حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اسلامی

معاشرے میں آج بھی ایسے خداترس لوگ موجود ہیں جو امانت کے معیار پر پورا اتریں، صرف تھوڑی سی محنت کر کے ان تلاش کر لیا جائے اور پھر ان پر اعتماد کیا جائے تو ان شاء اللہ امت کی یہ ضرورت مسنون ترتیب پر احسن طریقے سے پوری ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالی اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

{إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا} (النساء:۵۸)

ترجمہ:"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ایسے لوگوں کے سپرد کرو جو ان کی (حفاظت کی) اہلیت رکھتے ہیں"

امت کے یہی طبقے ان شاء اللہ، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق امت کے اموال کی حفاظت کرنے کے اہل ہیں تو ہمیں اپنے اموال کی سپرداری ان ہی کے ذمہ لگانی چاہیئے، نہ کہ غیروں کے طریقوں پر چلنے والے معاشرے کا استحصا کرنے والے مالی اداروں کے ذمہ۔

معاشرے کے متقی اور دیانت دار طبقہ کی ذمہ داری

دوسری طرف متقی، دیانت دار، صلحاء وعلماء امت اور فقہاء کرام آگے آئیں اور لوگوں کی دیانت داری سے امانتیں رکھنا اور عند المطالبہ انہیں ادا کرنے کا نبوی ومسنون کام سرانجام دے کر معاشرے کی اس ضرورت کو پورا کر کے ان کی خدمت سرانجام دیں اور ان کی اس ذمہ داری کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے امت مسلمہ کو غیروں کے طریقوں پر امانتیں رکھنے اور ان کو غیر شرعی وغیر فلاحی مدیونیت میں جکڑنے جیسے طریقے استعمال کر کے ساری امت کو سودی جال میں پھنسا کر ہر چیز میں سود اور حرام شامل کرنے کا سبب بن رہے ہیں، اس سے معاشرے کی حفاظت اور امت مسلمہ کو بچانے میں کردار ادا کریں، مقام کی جماعت اس کام کو بخوبی سرانجام دے سکتی ہے، مسجد سے ملحق یا دینی مدرسے میں جہاں امت کے مسائل کو حل کرنے کے لئے دار الافتاء ہوتا ہے، امت کی امانتیں سنبھالنے کا بندوبست ہو یا اہل امانت کے گھروں میں اس کی ترتیب بنے، غرضیکہ امانتیں سنبھالنے کا یہ مسنون طریقہ ہی معاشرے کو سودی جال سے نکال سکتا ہے۔

(چند علماء ورفقاء کی جماعت)

اہل امانت جنت کے وارث

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ 0 وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَوَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ 0 أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ 0 الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ] (المومنون:۸،۹،۱۰،۱۱)

ترجمہ: "وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا لحاظ کرتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں وہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث بنتے ہیں۔ وہ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

امانت کی ادائیگی مومنوں کی خاص علامت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو امانت دار نہیں اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں اور جو وعدہ کر کے پورا نہیں کرتا اس کا ایمان قابل قبول نہیں۔ مومن کی یہ خوبی ہے کہ جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو وہ اس میں خیانت نہیں کرتا خواہ اس میں اس کا کتنا بھی نقصان ہو جائے۔ لہٰذا اللہ کا قرب اور کامیابی حاصل کرنے کے لئے امانت اور وعدے کا لحاظ کیا۔ امانت میں خیانت اور وعدہ پورا نہ کرنا منافق کی علامت ہے۔

مومن جس سے جو بھی وعدہ کرتا ہے اسے پورا کرتا ہے اس لئے کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ وعدے پورے کرو۔ امانت میں خیانت نہ کرنے والے اور اپنے کئے ہوئے وعدے کا پاس کرنے والے جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ان کے لئے جنت میں داخلے کی بشارت کے ساتھ ساتھ یہ خوشخبری بھی دی جارہی ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جن کا تصور بھی ذہن میں نہیں آیا۔ اس مقام پر ہمیشہ رہنا بڑی ہی سعادت کی بات ہے، جو اصحاب امانت امانتوں کے ذریعے حاصل کر سکتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد باری عزاسمہ ہے:

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ] (سورہ الانفال:۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے (ان کے حقوق کی ادائیگی میں) خیانت نہ کیا کرواور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کیا کرو حالانکہ تم (سب حقیقت) جانتے ہو۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امانت دار خزانچی جو اس کو حکم دیا جائے، اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ ادا کرے، وہ بھی ایک صدقہ کرنے والوں ہی میں سے ہے۔

(صحیح بخاری۔کتاب الاجارۃ، حدیث نمبر ۲۲۶۰)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں۔جب بات کرے تو جھوٹی بات کرے، جب وعدہ کرے تو وعدہ کے خلاف کرے اور جب اسے امانت سونپی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

حاجت سے زائد تجارتی سرمایہ کو تصرف میں لانے کی اسلامی صورتیں

اوپر بیان کردہ تیسری صورت میں نقد رقوم کے بارے میں پہلی اسلامی رہنمائی تو یہ ہے کہ اسے جمع کر کے رکھنے کی بجائے معاشرہ کے محتاج وضرورت مندوں کی ضروریات میں خرچ کر دیا جائے، نیز ان نقد رقوم کو ضرورت مندوں کی اعانت کے لئے بطور قرض بھی دیا جاسکتا ہے، جس کی تفصیل دوسرے حصے میں انفاق کے باب میں گذر چکی ہے، اسی طرح ان نقد رقوم کو مضاربت اور مشارکت میں لگا کر بھی ضرورت مندوں کی مدد کی جاسکتی ہے، کیونکہ اسلام نے جہاں ہمیں سودی کاروبار سے منع فرمایا ہے وہاں تجارتی میدان میں ترقی اور دوسرے تاجروں کی اعانت کیلئے ہمیں تمویل (فنانسنگ) کے بہترین طریقے بھی فراہم کئے ہیں، ان تمویلی طریقوں کی کچھ تفصیل تو اسی باب کی پہلی فصل میں حصول سرمایہ کے ذیل میں گذر چکی ہے، تاہم یہاں تمویل یعنی دوسرے کاروباروں میں سرمایہ لگانے کے متعلق وضاحت کی جارہی ہے:۔

مضاربت (مضاربہ)

کتب فقہ میں مضاربت کو بہت اہمیت حاصل ہے، شاید کوئی کتاب ایسی ہو جس میں مضاربت کا تذکرہ نہ کیا گیا ہو۔ مضاربت کا مطلب فقہاء کرام نے یہ بیان کیا ہے کہ مضاربت دو فریقوں کے درمیان اس معاہدے کو کہا جاتا ہے جس میں ایک

فریق اپنی طرف سے سرمایہ فراہم کرے اور دوسرا فریق اپنی محنت کو پیش کرے اور دوران تجارت جو نفع حاصل ہو، وہ دونوں کے درمیان مشترک۔

(ہدایۃ کتاب المضاربۃ جلد مکتبہ شرکت علمیہ ملتان)

البتہ مضاربت منعقد ہونے کیلئے شرط ایجاب اور قبول کا پایا جانا ضروری ہے۔ اور دیگر شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہو گا۔ جسکا یہاں ذکر کرنے کا موقع نہیں، تاہم آگے چوتھے حصے میں مسائل کے باب میں اس کا تفصیل سے بیان آرہا ہے۔

شرکت (پارٹنر شپ)

شرکت (پارٹنر شپ) کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ دو یا دو سے زیادہ افراد کسی ایک محل عقد میں مخصوص ہو جانا
"انھا اختصاص اثنین فا کثر بمحل و احد

"(فتاویٰ تاتار خانیہ کتاب الشرکۃ ص)

شرکت اور مضاربت میں بنیادی طور پر فرق یہ ہے کہ مضاربت میں ایک کا سرمایہ جبکہ دوسرے کا عمل ہوتا ہے۔ اور شرکت میں عمل کے اندر بھی دونوں شریک ہوتے ہیں۔ جدید معاشیات میں بھی مضاربہ آرڈی ننس کے تحت مضاربت کا مطلب بھی یہی بیان کیا گیا ہے۔ جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

دو تین یا زیادہ لوگ مل کر سرمایہ لگائیں اور منافع میں شرکت پر راضی ہوں، اور اپنے لگائے ہوئے سرمائے کے تناسب سے نقصان برداشت کریں۔ بہر حال سود کا صحیح متبادل نظام اسلام شرکت و مضاربت کی شکل میں پیش کرتا ہے، جو سودی بینکاری کی نسبت بہت اچھے نتائج کا حامل ہے، اور تقسیم دولت پر بہت مثبت اثرات ڈالتا ہے۔ انتہائی منصفانہ اور عادلانہ طریقہ ہے۔

یہ طریقے مسلمان افراد کسی دوسرے ادارے کو بیچ میں شامل کئے بغیر خود سرانجام دیں، اس لئے کہ جس کا مال ہوتا ہے اسے اس کی حفاظت اور اس میں خیر و برکت کی فکر بنسبت کسی دوسرے کے زیادہ لاحق ہوتی ہے، انسان کی فطرت یہ ہے کہ اپنی چیز کی زیادہ بہتر طریقے سے حفاظت اور اس کا استعمال دوسرے سے زیادہ بہتر طریقے سے کرتا ہے بنسبت دوسرے کی چیز کے کہ اس میں اس سے لاپرواہی سرزد ہو جاتی ہے، جب کوئی شخص مشارکت و مضاربت جیسے غیر یقینی منافع والی شکل میں خود

مال لگائے گا تو وہ زیادہ بہتر طریقے سے دیکھ بھال کر منافع بخش صورتوں میں لگائے گا اور جب وہ کسی اور ادارے کو اپنا مال دے گا، خواہ وہ بینک ہی ہو تو اس کی حفاظت اور خیر و برکت کے اسباب میں وہ ذمہ داری ادا نہیں کر سکے گا جو وہ اپنے مال اندر خود کر سکتا تھا۔

اصحاب اموال کو منافع بخش اور برکت والی تجارتی صورتیں اور ان میں اموال لگانے کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے کچھ ادارے وجود میں آجائیں جو اصحاب اموال کو مارکیٹ میں ایسے تاجروں سے ملا دیں جو ان کے اموال کو مضاربت یا شرکت کے خیر و برکت والے منصوبوں میں استعمال کر کے اسلامی روح و مزاج کے مطابق منافع حاصل کر کے دیں۔

تاہم ذیل میں اصحاب اموال کی رہنمائی کے لئے شرکت و مضاربت میں پیش آنے والی مشکلات کے کچھ حل پیش کئے جا رہے ہیں، جنہیں اختیار کر کے آسانی سے شرکت یا مضاربت کو اختیار کیا جا سکتا ہے۔

شرکت اور مضاربۃ میں دشواریاں:

آج کل یہ کہا جاتا ہے کہ شرکت و مضاربت کے جاری کرنے میں چند دشواریاں پیش آجاتی ہیں:

ا۔ بد دیانتی اور خیانت

پہلی دشواری یہ بیان کی جاتی ہے کہ آج کل کا زمانہ بد دیانتی اور خیانت کا زمانہ ہے، اب اگر کسی کو سرمایہ دیا جائے تو وہ کبھی بھی حقیقی منافع نہیں بتاتا ہے، بلکہ بعض مرتبہ نفع کی بجائے نقصان بتاتا ہے، جس کی وجہ سے شرکت اور مضاربت پر عمل کرنا دشوار ہے۔

(صفحہ نمبر ۲۴۹ تا ۲۵۰)

اس کا حل

اس میں شک نہیں کہ آج کل دین کی کمی کی وجہ سے مسلمانوں میں دیانت داری کی وہ سطح نہیں ہے جو کہ مسلمان معاشرہ کا لازمی جزو تھی، لیکن جیسے دوسری مشکلات کا حل نکالا جاتا ہے، ایسے ہی اس مشکل کا حل بھی نکالا جا سکتا ہے، مثلاً:

أ. مشارکہ یا مضاربہ کرنے کے لئے ایسے تاجر تلاش کئے جائیں جو دیانت داری میں اعلیٰ معیار پر ہوں، اس طرح کے تاجروں کو بڑی آسانی سے تلاش کیا جاسکتا ہے اس کے لئے بازار میں کئی طریقے اختیار کئے جاتے ہیں، تاجر حضرات جب دوسرے تاجر یا خریدار کو ادھار سامان دیتے ہیں تو وہ ایسے طریقے اختیار کرتے رہتے ہیں جس سے خریدار کی دیانت داری کا اندازہ ہو جاتا ہے، مثلاً بازار کے دوسرے تاجروں سے اس تاجر کے متعلق معلومات حاصل کرتے ہیں، جس سے انہیں اس کی دیانت داری کے متعلق پتہ چل جاتا ہے۔

ب. ایسے تاجر ڈھونڈے جائیں جنہیں سرمائے کی ضرورت ہو، کیونکہ اس طرح کے تاجر آپ کے سرمائے کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے، نہ وہ تاجر حضرات جن کا کاروبار پہلے سے چل رہا ہے اور ان کو آپ کے سرمائے کی ضرورت نہیں ہے، اس طریقے میں ضرورت مند کی مدد کا اجر بھی ملے گا اور وہاں سرمایہ کاری بھی زیادہ محفوظ ہوگی، کیونکہ ضرورت مند کسی چیز کی زیادہ اچھے طریقے سے حفاظت کرتا ہے، بنسبت اس کے جسے اس چیز کی ضرورت نہیں ہوتی، بلکہ جس کو آپ کے مال کی ضرورت نہیں اس کے سرمایہ کاری کرنے سے وہ اسے بوجھ سمجھے گا اور اس کی حفاظت میں بے اعتنائی برتے گا، بلکہ ضرورت میں مند کو یہ احساس بھی ہو گا کہ اگر میں نے اس سرمائے کا بہتر طریقے سے استعمال نہ کر کے اس سرمائے کے مالک کا اعتماد کھو دیا تو مجھے سرمائے کے ملنے میں کل کلاں دشواری پیش آسکتی ہے۔

ت. جن تاجر حضرات کے ہاں آپ سرمایہ کاری کرنا چاہتے ہیں، ان سے ان کے مزاج تجارت اور کام کرنے کے انداز کے بارے میں معلومات حاصل کریں، اس سے بھی ان کی دیانت داری کے اندازہ کرنے میں کافی معاونت حاصل ہو گی۔

ث. آپ جس تاجر کے ہاں سرمایہ کاری کرنا چاہ رہے ہیں ان سے معاملہ کرنے والے لوگوں (ان کے خریدار اور فروخت کنندگان) کی فہرست ان سے حاصل کریں، اس فہرست میں شامل حضرات یا اداروں سے رابطہ کر کے ان سے بھی اس تاجر اور معاملات میں دیانت داری کے متعلق رائے لے سکتے ہیں، جس سے آپ کو ایسی مفید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں جن کی بنا پر آپ ان کی دیانت کے متعلق آسانی سے فیصلہ کر سکتے،

کیونکہ اگر اس تاجر نے ان کے ساتھ دیانت داری سے کام کیا ہو گا تو وہ ان شاء اللہ آپ کے ساتھ بھی دیانت داری ہی برتے گا۔

ج. جس کے ہاں آپ سرمایہ کاری کرنا چاہتے ہیں، اس کو مسلسل دیانت داری کی ترغیب دیں، کہ دیکھو میں تمہار شریک اور پارٹنر ہوں اور دو پارٹنروں میں تیسرا پارٹنر اللہ تعالی ہوتے ہیں، بشرطیکہ ایک شریک دوسرے شریک کے ساتھ خیانت نہ کرے، نیز اگر تم نے دیانت داری سے منافع دیا تو میں تمہارے کاروبار میں اور سرمایہ کاری کروں گا اور تمہاری دیانت داری کو دیکھ کر دوسرے سرمایہ کار بھی تمہارے ہاں سرمایہ کاری کریں گے اور اللہ تعالی تم سے راضی ہوں گے اور تمہارے کاروبار میں برکت ہو گی، وغیرہ، تو اس طریقہ سے بھی اس کے اندر دیانت داری میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال مختلف تاجروں میں دیانت داری کا پیدا کرنا سرمایہ کاروں کی اپنی ضرورت ہے، تا کہ ان کا سرمایہ محفوظ ہاتھوں میں ہو اور شرعی طریقہ سے تجارت وصنعت میں لگ کر برکت والا منافع حاصل کر سکے۔

ح. لہذا یہ اور اسی طرح کے دیگر اسباب اختیار کر کے آپ کسی تاجر کی دیانت داری کا اندازہ کریں، پھر اس پر حسن ظن رکھ کر اس کے ہاں سرمایہ کاری کر کے اللہ تعالی پر توکل کریں اور اس تاجر کی دیانت داری کے لئے ساتھ ساتھ دعا بھی کرتے رہیں، ان شاء اللہ ان اسباب کے اختیار کرنے کے بعد اللہ تعالی آپ کی اس تاجر کی بد دیانتی سے حفاظت فرمائیں گے۔

یہاں یہ بات واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ بعض دفعہ سرمایہ کار سرمایہ کاری کرنے کے بعد اپنے ذہن میں یہ متوقع منافع کی مقدار متعین کر لیتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ ہوتا ہے کہ عام طور پر اس قدر منافع مل جاتا ہے، لہذا اگر مجھے بھی اتنا منافع مل گیا تو جس کے پاس سرمایہ کاری کی ہے وہ دیانت دار ہے اور اگر اس سے کم منافع ملا یا نہ ملا تو وہ دیانت کے معیار پر پورا نہیں اترا، یہ سوچ شرعا غلط ہے، نفع ونقصان تو اللہ تعالی کے ہاتھ میں ہے، بعض دفعہ بہت زیادہ محنت کے باوجود کم منافع ہوتا ہے اور بعض دفعہ تھوڑی سی محنت سے بہت زیادہ منافع ہو جاتا ہے، اس لئے صرف منافع کی مقدار کسی کی دیانت کا معیار نہیں بن سکتی۔

البتہ دیانت دار تاجر وصنعت کار حضرات کی تلاش کے مختلف طریقوں کے اختیار کرنے کے باوجود دیانت دار تاجر نہیں ملے یا جہاں آپ نے شرعی طریقے سے سرمایہ کاری کی تھی وہاں آپ کے ساتھ خیانت ہو گئی

اور آپ کے ساتھ غلط بیانی کر کے آپ اموال کو ہڑپ کر لیا گیا، تو اس میں اصحاب اموال کو بھی ہمت وحوصلہ کرنا ہوگا، آپ نے شریعت مطہرہ کے تقاضوں کے مطابق اپنے مال کی سرمایہ کاری کی اور اللہ تعالی کو راضی کرنے کی غرض سے سودی شکلوں سے بچے، جس میں آپ کو نقصان ہوا، یہ اللہ کا امر تھا، نقصان تو سودی کاموں بھی ہوتا ہے، یہ اللہ کو راضی کرنے کی غرض سے ہوا ہے، تو آپ کا صبر وبرداشت اور اللہ پر بھروسہ کرنا یقینا ان انقصانات کے ازالہ کا موجب بن جائے گا اور اس عمل سے اللہ تعالی یقینا اس تاجر وصنعت کار کو ہدایت نصیب فرمائیں گے۔

۲۔ مشارکت میں لینے کے دینے پڑجاتے ہیں

مشارکت پر جو سب سے بڑا اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ مشارکت میں ظاہر ہے نفع اور نقصان دونوں کی بنیاد پر شرکت ہوتی ہے کہ اگر نفع ہو جائے تو اس میں بھی شریک اور اگر نقصان ہو جائے تو اس میں شریک ہونگے۔ لیکن مشارکت یا مضاربت سے سرمایہ حاصل کرنے والا اگر کوئی کاروبار کرتا ہے اور اس میں اس کو فائدہ بھی ہو گیا، تو وہ بد دیانتی کرے گا، اور مشارک یا رب المال کے سامنے اپنے فائدے کو چھپا کر نقصان کا واویلہ کرے گا، اور نفع جیب میں ڈالکر مشارک یا رب المال سے اپنے نقصان کی مزید تلافی کی درخواست کرے گا کیونکہ نقصان میں بھی مشارک یا رب المال اس کے شریک ہے تو ایسی صورت میں بجائے مشارک یا رب المالکو نفع دینے کے وہ الٹا نقصان کی تلافی کیلئے وہ اس کا مزید روپیہ لے جائیگا۔ جو "بجائے لینے کے الٹے دینے پڑ گئے" کے مترادف ہوگا۔

اس کا حل

مگر حقیقت میں اسکا مشارکت کی خرابی سے کوئی تعلق نہیں ہے مشارکت تو اپنی جگہ ایک فائدہ مند اور بہترین تجارت ہے۔ خرابی دراصل لوگوں میں ہے نہ کہ مشارکت میں، اور اللہ تعالیٰ نے اسی لئے تو حقوق العباد کو اتنا سخت بیان کیا کہ اللہ پاک اپنے تمام حقوق اگر معاف کرنا چاہے تو معاف کر دے گا، مگر کسی کا حق کبھی بغیر اس آدمی کی معافی کے معاف نہیں کرے گا۔

اگر اصحاب اموال لوگ مشارکہ یا مضاربہ کو تاجروں وصنعت کاروں کے ساتھ براہ راست کرنا شروع کریں تو اس ضرورت کے لئے انشاء اللہ بہت سے تخمینہ کار اور دیانت داری کو یقینی بنانے والے ادارے وجود میں آجائیں گے، جو

مختلف ذرائع اور مہارت سے مختلف تاجروں اور صنعت کاروں کی دیانت داری اور ان کی ساکھ کے درجے بنا کر رکھا کریں گے، جن سے اصحاب اموال فائدہ اٹھا کر اپنی مرضی اور قابل اطمینان تجارتی و صنعتی اداروں میں سرمایہ لگایا کریں گے۔

اس طرح کی کوشش و مشق سے یہ فائدہ بھی ہو گا کہ تاجر و صنعت کار جنہیں سرمائے کی ضرورت ہو گی وہ اپنی ساکھ کو بر قرار رکھنے کے لئے اپنے شراکتی معاملات از قبیل مبنی بر حقیقت نفع و نقصان کا گوشوارہ اور درست منافع کا اعلان انتہائی دیانت داری سے سرانجام دیا کریں گے، تاکہ اس بارے میں ان کی ساکھ قائم رہے اور بوقت ضرورت ان کو سرمائے کا حصول آسان و ممکن ہو۔

بلکہ وہ اپنے اصحاب اموال کو راغب کرنے کے لئے زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کی کوشش کریں گے، جس سے ان کا کاروبار بھی چمکے گا، اصحاب اموال کو بھی سودی فکس منافع کے مقابلے میں زیادہ منافع ہو گا۔

نیز خود اصحاب اموال، شریک کاروبار سے لاتعلق رہنے کی بجائے ان کی دل چسپی اس مشارکہ یا مضاربہ والے کاروبار میں بنسبت سودی صورت کے زیادہ ہو گی تو اس سے ان کے درمیان تعاون میں اضافہ اور کاروبار پروان چڑھنے کی صورتیں پیدا ہوں گی، جس سے فریقین کو فائدہ ہو گا، یہ صورت سودی فکس منافع والے کاروبار میں نہیں ہوتی۔ اسلامی تعلیمات یقیناً معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کی لاثانی کردار ادا کرتی ہیں اور ان کا معاشرے کے لئے نفع مند ہونے میں کسی قسم کی شک کی گنجائش نہیں ہے۔

اسلامی تجارت کو پڑھنے والے اور اس کی روح کے مطابق عمل کرنے والے تاجر و صنعت کار اور اصحاب اموال حضرات سے قوی امید ہے کہ جب وہ ان شاء اللہ اپنی تجارت و صنعت کو تقویٰ اور طہارت سے سرانجام دینے کی کوشش کریں گے اور کاروبار میں تقویٰ و طہارت کے ساتھ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو شریک تصور کرتے ہوئے، روز قیامت انبیاء، صدیقین و شہداء کے ساتھ اپنا حشر کروانے کی تمنا کے ساتھ کاروبار کریں گے تو ان شاء اللہ ان سے مشارکہ و مضاربہ میں خیانت و دھوکہ دہی کی توقع نہیں ہو گی، جس سے ان شاء اللہ مشارکہ و مضاربہ صحیح اسلامی روح و برکتوں کے ساتھ زندہ ہو گا۔

یہاں یہ ضروری ہے کہ تاجر حضرات اپنے اموال کو امانت خانوں اور متقی اہل امانت مسلمانوں کے پاس رکھیں گے تو انہیں امانت کو سنبھالنے اور اور استعمال کرنے اور امانت لینے اور واپس دینے کے آداب و مسائل معلوم ہوں تاکہ ان کا امانت رکھنے رکھوانے کا کام شریعت کے مطابق ہو، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

امانت رکھنے، رکھوانے کے آداب و مسائل

امانت رکھنا بہت فضیلت اور اجر وثواب والا کام ہے، جب کوئی امانت رکھوائے تو اس کی امانت کی دل وجان سے حفاظت کرنا انتہائی ضروری امر ہے، کوشش یہ ہو کہ اس کی امانت کی پوری ذمہ داری سے حفاظت کی جائے، اس میں کسی قسم کی لاپرواہی یا غفلت نہ برتی جائے، جس سے اس کی امانت کے ضائع و تلف ہونے کا خطرہ ہو۔

تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ عقد امانت خواہ وہ نقدی کا ہو یا اشیاء کا طرفین کی رضامندی سے جائز ہے۔اور طرفین میں سے ہر ایک کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہیں امانت کا عقد ختم کرکے اپنی امانت واپس لے لیں۔

امانت رکھنے والا امانت کو استعمال کرسکتا ہے کہ نہیں، استعمال کرنے کی صورت میں اس تصرف کی وجہ سے اس پر کیا کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، امانت میں نقصان یا تلف کی صورت امانت رکھنے والے پر کتنا تاوان آئے گا وغیرہ مسائل ذیل میں بیان کئے جارہے ہیں:

امانت رکھنا اور اس کو استعمال کرنا

امانت کو استعمال کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

١. امانت کو مالکِ امانت کی اجازت سے استعمال کیا۔

اگر امین نے امانت کو مالک امانت کی اجازت سے استعمال کیا تو یہ عاریت کے حکم میں ہے، گویا امین نے مالک سے وہ چیز عاریت پر لے لی ہے اور اس پر عاریت کے احکام لاگو ہوں گے۔

٢. یا اس کی اجازت کے بغیر استعمال کیا۔

اور اگر مالکِ امانت کی اجازت کے بغیر استعمال کیا تو یہ غصب بن جائے گا اور اس پر غصب کے احکام لاگو ہوں گے۔

(الدکتور/یاسین بن ناصر الخطیب، ترجمہ واختصار مفتی زکریا اشرف)

امانت کے استعمال کی ممکنہ صورتوں کے الگ الگ احکام اور تفصیل ذیل میں بیان کی جارہی ہے:

مسائل:

کسی نے کوئی چیز آپ کے پاس امانت رکھائی اور آپ نے لے لی۔ تو اب اس کی حفاظت کرنا آپ پر واجب ہو گیا۔ اگر حفاظت میں کوتاہی کی اور وہ چیز ضائع ہو گئی تو اس کا تاوان یعنی ڈانڈ دینا پڑے گا۔ البتہ اگر حفاظت میں کوتاہی نہیں ہوئی پھر بھی کسی وجہ سے وہ چیز جاتی رہی مثلاً چوری ہو گئی یا گھر میں یا امانت خانہ میں آگ لگ گئی اس میں جل گئی تو اس کا تاوان وہ نہیں لے سکتا، بلکہ اگر امانت رکھتے وقت یہ اقرار کر لیا کہ اگر یہ شے جاتی رہے تو میں ذمہ دار ہوں مجھ سے اس کی قیمت لے لینا تب بھی اس کو تاوان لینے کا اختیار نہیں، البتہ یوں ہی آپ اپنی خوشی سے دے دیں وہ اور بات ہے۔

امانت کی حفاظت اور نقصان کی ضمان

۱. کسی نے کہا میں ذرا کام سے جارہا ہوں میری چیز رکھ لو۔ تو آپ نے کہا اچھا رکھ دو آپ اس کے علاوہ کچھ نہیں بولے وہ آپ کے پاس رکھ کر چلی گیا تو امانت ہو گئی۔ البتہ اگر آپ نے صاف کہہ دیا کہ میں نہیں جانتا اور کسی کے پاس رکھوا دو یا اور کچھ کہہ کے انکار کر دیا پھر بھی وہ رکھ کر چلا گیا تو اب وہ چیز آپ کی امانت میں نہیں ہے البتہ اگر اس کے چلے جانے کے بعد آپ نے اٹھا کر رکھ لیا ہو تو اب امانت ہو جائے گی۔

۲. کئی لوگ بیٹھے تھے، ان کے سپرد کر کے چلا گیا، تو سب پر اس چیز کی حفاظت واجب ہے، اگر وہ چھوڑ کر چلا گیا اور وہ چیز جاتی رہی تو تاوان دینا پڑے گا۔ اور اگر سب ساتھ نہیں اٹھے ایک ایک کر کے اٹھے تو جب سے آخیر میں رہ گیا اسی کے ذمہ حفاظت ہو گئی۔ اب وہ اگر چلا گیا اور چیز جاتی رہی تو اسی سے تاوان لیا جائے گا۔

۳. جس کے پاس کوئی امانت ہو اس کو اختیار ہے کہ چاہے خود اپنے پاس حفاظت سے رکھے یا اپنی ماں بہن اپنے شوہر وغیرہ کسی ایسے رشتہ دار کے پاس رکھا دے کہ ایک ہی گھر میں اس کے ساتھ رہتے ہوں، یا ایک دفتر یا امانت خانہ میں کام کرتے ہوں، جن کے پاس اپنی چیز بھی ضرورت کے وقت رکھا دیتا ہو لیکن اگر کوئی دیانتدار نہ ہو تو اس کے پاس رکھنا درست نہیں۔اگر جان بوجھ کے ایسے غیر معتبر کے پاس رکھ دیا تو ضائع ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا۔اور ایسے رشتہ دار کے سوا کسی اور کے پاس بھی پرائی امانت رکھنا بدون مالک کی اجازت کے درست نہیں چاہے وہ بالکل غیر ہو یا کوئی رشتہ دار بھی لگتا ہو اگر اوروں کے پاس رکھا دیا تو بھی ضائع ہو جانے پر تاوان دینا پڑے گا البتہ وہ غیر اگر ایسا شخص ہے کہ یہ اپنی چیزیں بھی اس کے پاس رکھتا ہے تو درست ہے۔

۴. کسی نے کوئی چیز رکھائی اور تم بھول گئے اسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے تو جاتے رہنے پر تاوان دینا پڑے گا یا کوٹھڑی صندوقچہ یا حفاظتی الماری وغیرہ قفل کھول کر تم چلے گئے اور وہاں ایرے غیرے سب جمع ہیں اور وہ چیز ایسی ہے کہ عرفا بغیر قفل لگائے اس کی حفاظت نہیں ہو سکتی تب بھی ضائع ہو جانے سے تاوان دینا ہو گا۔

۵. گھر میں آگ لگ گئی تو ایسے وقت غیر کے پاس بھی پرائی امانت کا رکھا دینا جائز ہے لیکن جب وہ عذر جاتا رہا تو فوراً لے لینا چاہیے۔اگر اب واپس نہ لے گا تو تاوان دینا پڑے گا۔اسی طرح مرتے وقت اگر کوئی اپنے گھر کا آدمی موجود نہ ہو تو پڑوسی کے سپرد کر دینا درست ہے۔

(ماخوذ از بہشتی زیور، بتغییر التانیث بالتذکیر وغیرہ)

- ✓ اگر رب المال نے امین کو امانت استعمال کرنے کی اجازت دی اور امین نے کچھ رقم نکال کر خرچ کر لی اور خرچ شدہ رقم واپس نہیں کی اور ساری امانت ضائع ہو گئی تو امین پر صرف اسی خرچ شدہ رقم کی مقدار ضمان آئیگا۔
- ✓ ودیعت شدہ شئ کو گننے یا تولنے کے دوران اگر امانت ضائع ہو گئی تو اس کا تاوان نہیں آئیگا۔
- ✓ اگر امانت کسی صندوق یا حفاظتی الماری میں مقفل تھی اور امین نے اسکا قفل کھول دیا اس کے بعد امین مر گیا پھر امانت ضائع ہو گئی تو اب امین پر ضمان نہیں آئیگا۔

- ✓ اگر امانت کسی دھاگے یا رسّی میں لپٹی ہوئی تھی اور امین نے اسکا دھاگہ یا پٹی کھولدی تو اب ضائع ہونے کی صورت میں ضمان نہیں آئیگا کیونکہ دھاگہ اور پٹی کھولنے سے محفوظ رہنے کیلیئے باندھی گئی تھی دوسری کی نگاہوں سے بچانا مقصود نہیں ہے۔
- ✓ اگر امانت کو امین کے علاوہ کسی اور شخص نے زیادتی کرکے اسے نقصان پہنچایا یا ضائع کردیا تو امین پر اسکا کوئی ضمان نہیں ہے اور رب المال ضائع کنندہ سے پوچھے گا۔
- ✓ اگر امانت میں کوئی کتاب رکھوائی تو امین کیلیئے اسکو پڑھنے کی گنجائش ہے۔

امانت نقدی کی صورت میں

٦. اگر کسی نے کچھ (سونے چاندی کی نقدی کی صورت میں) روپے پیسے امانت رکھوائے تو بعینہ ان ہی روپے پیسوں کا حفاظت سے رکھنا واجب ہے نہ تو اپنے روپوں میں ان کا ملانا جائز ہے اور نہ ان کا خرچ کرنا جائز ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ روپیہ روپیہ سب برابر۔ لاؤ اس کو خرچ کرڈالیں جب مانگے گا تو اپنا روپیہ دے دیں گے۔ البتہ اگر اس نے اجازت دے دی ہو تو ایسے وقت خرچ کرنا درست ہے لیکن اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہی روپیہ تم الگ رہنے دو تب تو امانت سمجھا جائے گا۔ اگر جاتا رہا تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔ اور اگر تم نے اجازت لے کر اسے خرچ کردیا تو اب وہ تمہارے ذمہ قرض ہو گیا امانت نہیں رہا۔ لہذا اب بہر حال تم کو دینا پڑے گا۔ اگر خرچ کرنے کے بعد تم نے اتنا ہی روپیہ اس کے نام سے الگ کرکے رکھ دیا تب بھی وہ امانت نہیں وہ تمہارا ہی روپیہ ہے اگر چوری گیا تو تمہارا گیا اس کو پھر دینا پڑے گا غرضیکہ خرچ کرنے کے بعد جب تک اس کو ادا نہ کروگے تب تک تمہارے ذمہ رہے گا۔

٧. (سونے چاندی کی نقدی کے) سو روپے کسی نے تمہارے پاس امانت رکھائے اس میں سے پچاس تم نے اجازت لے کر خرچ کرڈالے تو پچاس روپے تمہارے ذمہ قرض ہو گئے اور پچاس امانت۔ اب جب تمہارے پاس روپے ہوں تو اپنے پاس کے پچاس روپے اس امانت کے پچاس روپے میں نہ ملاؤ اگر اس میں ملا دوگے تو وہ بھی امانت نہ رہیں گے یہ پورے سو روپے تمہارے ذمہ ہو جائیں گے اگر جاتے رہے تو پورے سو دینا پڑیں گے کیونکہ امانت کا روپیہ اپنے روپوں میں ملا دینے سے امانت نہیں رہتا بلکہ قرض ہو جاتا ہے اور ہر حال میں دینا پڑتا ہے۔

۸. تم نے اجازت لے کر اس کے سو روپے اپنے سو روپے میں ملا دیئے تو وہ سب روپیہ دونوں کی شرکت میں ہو گیا۔ اگر چوری ہو گیا تو دونوں کا گیا کچھ نہ دینا پڑے گا اور اگر اس میں سے کچھ چوری ہو گیا کچھ رہ گیا تب بھی آدھا اس کا گیا آدھا اس کا۔ اور اگر سو ایک کے ہوں دو سو ایک کے تو اس کے حصے کے موافق اس کا جائے گا اس کے حصے کے موافق اس کا۔ مثلاً اگر بارہ روپے جاتے رہے تو چار روپے ایک سو روپے والے کے گئے اور آٹھ روپے دو سو والے کے۔ یہ حکم اسی وقت ہے جب اجازت سے ملائے ہوں اور بغیر اجازت کے اپنے روپے میں ملا دیا ہو تو اس کا وہی حکم ہے جو بیان ہو چکا کہ امانت کا روپیہ بلا اجازت اپنے روپوں میں ملا لینے سے قرض ہو جاتا ہے اس لیے اب وہ روپیہ امانت نہیں رہا جو کچھ گیا تمہارا گیا اس کا روپیہ اس کو بہر حال دینا پڑے گا۔

۹. کسی نے رکھنے کو روپیہ دیا تم نے بٹوے میں ڈال لیا یا ازار بند میں باندھ لیا لیکن ڈالتے وقت وہ روپیہ ازار بند یا بٹوے میں نہیں پڑا بلکہ نیچے گر گیا مگر تم یہی سمجھے کہ میں نے بٹوے میں رکھ لیا تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

اشیاء کو امانت رکھوانا

۱۰. کسی نے بکری یا گائے وغیرہ امانت رکھائی تو اس کا دودھ پینا یا کسی اور طرح اس سے کام لینا درست نہیں۔ البتہ اجازت سے یہ سب جائز ہو جاتا ہے بلا اجازت جتنا دودھ لیا ہے اس کے دام دینے پڑیں گے۔

۱۱. کسی نے ایک کپڑا یا زیور یا چارپائی وغیرہ رکھائی اس کی بلا اجازت اس کا برتنا درست نہیں اگر اس نے بلا اجازت کپڑا یا زیور پہنا یا چارپائی پر لیٹا بیٹھا اور اس کے برتنے کے زمانہ میں وہ کپڑا پھٹ گیا یا چور لے گیا یا زیور چارپائی وغیرہ ٹوٹ گئی یا چوری ہو گئی تو تاوان دینا پڑے گا۔ البتہ اگر توبہ کر کے پھر اسی طرح حفاظت سے رکھ دیا پھر کسی طرح ضائع ہوا تو تاوان نہ دینا پڑے گا۔

۱۲. صندوق میں سے امانت کا کپڑا نکالا کہ شام کو یہی پہن کر فلانی جگہ جاؤں گا۔ پھر پہننے سے پہلے ہی وہ جاتا رہا تو بھی تاوان دینا پڑے گا۔

۱۳. امانت کی گائے یا بکری وغیرہ بیمار پڑ گئی تم نے اس کی دوا کی۔ اس دوا سے وہ مر گئی تو تاوان دینا پڑے گا۔ اور اگر دوا نہ کی اور مر گئی تو تاوان نہ دینا ہو گا۔

امانت کی واپسی کا حکم

۱۴. جب وہ اپنی امانت مانگے تو فوراً اس کو دے دینا واجب ہے بلا عذر نہ دینا اور دیر کرنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے اپنی امانت مانگی تم نے کہا بہن اس وقت ہاتھ خالی نہیں کل لے لینا۔ اس نے کہا اچھا کل ہی سہی تب تو خیر کچھ حرج نہیں اور اگر وہ کل کے لینے پر راضی نہ ہوئی اور نہ دینے سے خفا ہو کر چلی گئی تو اب وہ چیز امانت نہیں رہی۔ اب اگر جاتی رہے گی تو تم کو تاوان دینا پڑے گا۔

۱۵. کسی نے اپنا آدمی امانت مانگنے کے لیے بھیجا۔ تم کو اختیار ہے کہ اس آدمی کو نہ دو اور کہلا بھیجو کہ وہ خود ہی اپنی چیز لے جائیں ہم کسی اور کو نہ دیں گے اور اگر تم نے اس کو سچا سمجھ کر دے دیا اور پھر مالک نے کہا کہ میں نے اس کو نہ بھیجا تھا تم نے کیوں دے دیا۔ تو وہ تم سے لے سکتا ہے اور تم اس آدمی سے وہ شے لوٹا سکتے ہو۔ اور اگر اس کے پاس سے وہ شے جاتی رہی ہو تو تم اس سے دام نہیں لے سکتے ہو اور مالک تم سے دام لے گا۔

(ماخوذ از بہشتی زیور، بتغییر التانیث بالتذکیر وغیرہ)

امانت کو استعمال میں لانا

۱. صرف استعمال کرنے کی نیت کر لینا اور استعمال نہ کر سکنا، چنانچہ امین (جس کے پاس امانت رکھوائی گئی ہو) نے اگر خیانت کی نیت کر لی یعنی کہ اس امانت کو مالک کی اجازت کے بغیر اپنے استعمال میں لے آؤنگا یہ ارادہ کر لیا تو یہ ایک قسم کی خیانت ہے تاہم اگر اس نے صرف نیت ہی کی تھی اس پر عمل کا موقع نہ ملا اور امانت اس کی سستی و کوتاہی کے بغیر ضائع ہو گئی تو اس امین پر کوئی تاوان اور ضمان نہیں آئیگا۔

۲. اگر امین نے امانت کو اپنی مملوکہ چیز سمجھ کر استعمال کر لیا تو اب وہ چیز اسکی ضمان (رسک) میں آگئی ہے ضائع ہونیکی صورت میں اسکا تاوان دینا پڑیگا۔

۳. اگر امین نے امانت والی شئ یا نقدی میں سے کچھ نقدی استعمال کرنے کیلئے نکالی اور پھر وہ شئ یا نقدی ضائع گئی تو وہ امین اسی مقدار کا ضامن ہو گا جو ضائع ہوئی ہے ساری امانت کا ضامن نہ ہو گا۔

۴. اسی طرح اگر کوئی سواری امانت رکھوائی تھی اور امین نے اسے استعمال کیا جس کی وجہ سے اسمیں نقصان ہو گیا یا وہ ضائع ہو گئی تو اسکا بھی امین ضامن ہو گا۔

۵. اگر امین نے امانت کی کچھ رقم استعمال کرنے کے ارادے سے نکالی تاہم استعمال کرنے سے قبل امانت میں واپس کر دیا پھر وہ رقم چوری ہو گئی۔ تو اس صورت میں امین اس نقصان کا ضامن نہیں ہو گا۔

۶. اگر امین نے کچھ نقدی مثلاً ہزار روپے نکال لئے اور پھر اپنی طرف سے دوسرے ہزار روپے امانت میں رکھ دئے اور یہ ہزار روپے دیگر امانت کی نقدی سے ممتاز اور علیحدہ تھے اب سب امانت ضائع ہونے کی صورت میں صرف اسی ہزار روپے کا امین ضامن ہو گا تاہم اگر یہ ہزار روپے ممتاز اور علیحدہ نہیں تھے تو اب امانت ضائع ہونے کی صورت میں ساری امانت کا ضمان آئے گا۔

(الانتفاع بالودیعہ الدکتور / یاسین بن ناصر الخطیب، ترجمہ واختصار مفتی زکریا اشرف)

مال امانت سے اپنا حق وصول کرنا

اگر کسی شخص کا دوسرے پر کوئی حق یا قرض ہے اور مقروض قرض ادا کرنے سے منکر ہے اسکے بعد یہ مقروض شخص صاحب حق کے پاس اپنی کوئی چیز امانت رکھوائے تو امین اس مال میں سے اپنا حق وصول کر سکتا ہے۔

تجارت کی غرض سے امانت کو قرض لینا

شرعی طور پر امانت کی حفاظت ضروری ہے امانت کو ذاتی استعمال میں لانا اس سے فائدہ اٹھانا یہ حفاظت کے منافی ہے، اس طرح کرنے کی وجہ سے ضائع ہونیکی صورت میں تاوان آتا ہے۔ لہذا صاحب امانت کی اجازت کے بغیر امانت میں کسی قسم کا کوئی تصرف یا اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے۔ ہاں اگر مالک نے اجازت دے رکھی ہو یا اس سے پیشگی اجازت لے لی تو پھر جائز ہے۔

اسی طرح اگر امین کو اس امر کا یقینی علم ہے کہ اس کے امانت کو آگے قرض دینے یا اس سے تجارت کرنے یا اس کو استعمال میں لانے پر مالک راضی ہے تو اسے استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔

(الانتفاع بالودیعہ الدکتور / یاسین بن ناصر الخطیب، ترجمہ واختصار مفتی زکریا اشرف)

امانت کے ذریعے تجارت کرکے اس سے حاصل شدہ نفع کا حکم

مالک امانت کی اجازت سے تجارت

یہ تو اوپر ذکر ہو گیا کہ مالک کی اجازت سے امانت کے مال کو تجارت میں استعمال کرنے کی اجازت ہے، تاہم امانت کے مال کو تجارت میں لگانے کی صورت میں تجارت میں نقصان و نفع دونوں کے امکان ہوتے ہیں، چنانچہ تجارت میں نفع کی صورت میں نفع تو اس کا ہو گا اور تجارت میں نقصان کی صورت میں اسے مالکِ امانت کو پورا مال اپنے پاس سے واپس کرنا ہو گا۔

مالک کی اجازت کے بغیر تجارت

مالکِ امانت کی اجازت کے بغیر امانت میں کوئی تصرف کرنا اسے کرایہ پر دینا رہن رکھوانا تجارت کرنا جائز نہیں ہے، چنانچہ مالک کی اجازت کے بغیر امانت کو تجارت میں لگا کر اس سے حاصل شدہ نفع غصب کے حکم میں ہے کیونکہ امین جب امانت میں مالک کی اجازت کے بغیر کوئی تصرف کرے تو وہ غاصب بن جاتا ہے اور امانت مغصوبہ شئی کے حکم میں آجاتی ہے اور اب امانت پر غصب کے احکام جاری ہونگے۔

اسی طرح اگر امانت نقدی کے علاوہ اور چیز تھی اور امین نے اس میں تصرف کرکے اس سے کچھ نفع اٹھایا تو وہ امین اس نفع کو صدقہ کردے اس کیلئے اسکا استعمال جائز نہیں ہے۔

تاہم اگر امانت نقدی کی شکل میں تھی اور امین نے اسے بغیر اجازتِ مالک کے تجارت میں لگا کر نفع اٹھایا تو فقہاء کے نزدیک حلال نہیں ہے اسے صدقہ کیا جائیگا۔

(الانتفاع بالودیعہ الدکتور / یاسین بن ناصر الخطیب، ترجمہ واختصار مفتی زکریا اشرف)

امانت سے فائدہ اٹھانے کی اجرت و کرایہ

اگر امین نے امانت کی شئی سے بغیر اجازت کے کوئی نفع وفائدہ اٹھایا مثلاً مکان میں رہ پڑا یا سواری پر سوار ہو گیا تو جتنے عرصے سواری کو استعمال کرتا رہا یا مکان میں رہائش اختیار کی اتنے عرصہ کا کرایہ امین پر لازم نہیں ہے یہ الگ بات ہے کہ وہ بلا اجازت استعمال کرنے کی وجہ سے گناہ گار ہوا ہے۔

(الانتفاع بالودیعہ الدکتور / یاسین بن ناصر الخطیب، ترجمہ واختصار مفتی زکریا اشرف)

اسلامی مالیاتی ترتیب کو اختیار کرنے کے مسائل اوران کے حل کی تجاویز:

مسلم ممالک کا اولین مقصد اپنے معاشروں کے اندر اسلامی زندگی کو وجود میں لانا اور نشو ونما دینا ہے۔ اسلامی زندگی قرآن و سنت کے سرچشمہ ہدایت سے تشکیل پاتی ہے، اور اسکی روشنی میں زندگی اپنے مختلف شعبوں کے ساتھ اکائی کی شکل اختیار کرتی ہے۔ اسی اساسی ترکیب کی وجہ سے کسی خاص شعبہ کی کارکردگی کا دارومدار دوسرے شعبوں کی فعالیت پر ہے۔ چنانچہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلامی مالیاتی ترتیب اپنے مطلوبہ نتائج اس وقت تک برآمد نہیں کر سکتی جب تک اسلام مکمل طور پر نافذ العمل نہ ہو۔ جب اسلامی تعلیمات کے مطابق تیار کردہ معاشی نظام اسلام کے قانونی، اخلاقی اور معاشرتی تناظر میں کام کرے گا، تب یہ امید کی جاسکتی کہ معاشرے سے غربت افلاس اور معاشی استحصال کا خاتمہ ہو سکے۔

اسلامی مالیاتی ترتیب سود پر مبنی بینکاری نظام کا متبادل ہے۔ تکنیکی اعتبار سے اپنے متبادل نظام پر پانچ قسم کی فوقیتیں رکھتی ہے۔

۱. یہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ دونوں یعنی اصحاب اموال اور سرمایہ کو استعمال کرنے والے نفع و نقصان میں شرکت کے معاہدے میں پابند ہو کر مستفید ہوتے ہیں، تو ان کا فائدہ بالعموم اصحاب اموال کو ملنے والے منافع کی شرح سود سے کہیں زیادہ ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ افراط زر کے منفی اثرات سے بھی محفوظ ہوتی ہے، کیونکہ جب قیمتیں بڑھی ہوئی ہوتی ہیں تو منافع زیادہ ہوتا ہے، اور قیمتیں کم ہوتی ہیں تو منافع بھی کم ہوتا ہے۔ سرمایہ کار بھی ظلم کرنے اور زیادتی کا شکار ہونے سے بچ جاتا ہے۔ منافع طے شدہ معاہدے کے مطابق

تقسیم ہوتا ہے۔اور نقصان کی صورت میں (مضاربت کے اصول کے مطابق) اصل رقم مع سود ادا کرنے سے بھی بچ جاتا ہے۔

۲. یہ نظام مالی وسائل کے بہترین تقسیم کا ذریعہ بنتا ہے۔ سودی بینکاری میں قرضے مالی ساکھ اور تعلقات کی بنیاد پر ملتے ہیں جبکہ اسلامی مالیاتی ترتیب میں سرمایہ کی تقسیم منافع کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ مسلمان اصحاب اموال کے مالی وسائل ان منصوبوں کی تلاش میں رہتے ہیں جہاں سے زیادہ سے زیادہ منافع حاصل ہو سکے۔

۳. اسلامی مالیاتی ترتیب اقتصادی ترقی کیلئے معاون اور سودی بینکاری رکاوٹ بنتی ہے۔ آجروں کو نفع و نقصان کی بنیاد پر سرمایہ میسر ہوتا ہے، جس سے سائنس و ٹیکنالوجی اور ایجادات کا عمل اور ترقی کی رفتار تیز تر ہوتی ہے۔

۴. اسلامی اصحاب اموال حرام اور مسرفانہ منصوبوں کیلئے سرمایہ فراہم نہیں کرتے چنانچہ سینما گھر اور جوئے خانے تعمیر کرنے کیلئے سرمایہ نہیں ملتا، اگرچہ وہ زیادہ منافع بخش ہی کیوں نہ ہوں جس سے اخلاقی ماحول متاثر ہونے سے بچ جاتا ہے۔ اسی طرح معاشرتی بہبود کے منصوبوں کیلئے مثلاً کم لاگت کے مکانات کی تعمیر جن پر منافع کم ہی کیوں نہ ہو، وافر سرمایہ فراہم ہوتا ہے۔ اسی طرح قرض حسن کے ذریعہ غریب لوگوں کی ہنگامی اور اہم ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔

مذکورہ بالا اقتصادی و معاشرتی فوائد اور دوسری برکات نفع و نقصان کی بنیاد پر قائم ہونے والی اسلامی اقتصادی ترتیب سے حاصل ہو سکتے ہیں، اور سودی بینکاری کے عنوان پر چلنے والے نظام سے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتے۔

پانچویں فصل: اسلامی نقدی

اَ. اسلامی معاشرے کی ذمہ داری دینار و قنطار کی حفاظت

سکہ یا کرنسی یا نقدی

تعریف

روپیہ، نقدی یا رقم سے مراد ایک ایسی چیز ہوتی ہے جس سے دوسری چیز یا خدمت خریدی جاسکے یا قرض اور حکومتی محصول ادا کیا جاسکے۔اسے "زر" یا "زر مبادلہ" یا "کرنسی" بھی کہتے ہیں۔روپیہ کی ایجاد سے پہلے لین دین اور تجارت "چیز کے بدلے چیز" بارٹر سسٹم" کے تحت ہوتی تھی مثلاً گندم کی کچھ بوریوں کے عوض ایک گائے خریدی جاسکتی تھی۔اسی طرح خدمت کے بدلے خدمت یا کوئی چیز ادا کی جاتی تھی۔

نقدی بننے کی اہلیت

نقدی بننے کے لئے ایسی چیز موزوں ہوتی ہے، جس میں درج ذیل صفات ہوں:

١. جو پائیدار ہو
٢. جلدی خراب ہونے والی نہ ہو
٣. کمیاب ہو
٤. اور ضخیم نہ ہو

اقسام

Comment [m1]: ان اقسام کا مختصر تعارف شامل کرنا ہے

- بارٹر سسٹم
- بارلے سسٹم
- سونا چاندی
- کاغذی کرنسی

ا. اسلام میں اموال کی حفاظت کا حکم

کرنسی کے مقابلے میں امت کے مال کو ریاست کی تحویل وامانت میں دے دیا جاتا ہے، جس کے لئے ضروری ہے کہ امانت اور مسلمانوں کے اموال کی حفاظت سے متعلق اسلامی تعلیمات پر بھی روشنی ڈالی جائے، چنانچہ مال کی حفاظت کرنا اور اس کو کسی بھی صورت میں ضائع ہونے سے بچانا اسلامی معاشرہ اور ریاست کی مشترکہ ذمہ داری ہے، اللہ تعالی اس بات کی طرف ہماری توجہ دلاتے ہیں کہ ایک اسلامی فلاحی معاشرہ میں دینار و قنطار کی حفاظت کی ضرورت ہے۔

چنانچہ ارشاد باری عزاسمہ ہے:

ہ وَمِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مَنْ إِن تَأْمَنْهُ بِقِنطَارٍ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ وَمِنْهُم مَّنْ إِن تَأْمَنْهُ بِدِينَارٍ لاَّ يُؤَدِّهِ إِلَيْكَ إِلاَّ مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُواْ لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ وَيَقُولُونَ عَلَى اللّهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ے(آل عمران:۷۵)

ترجمہ "اور اہلِ کتاب میں ایسے بھی ہیں کہ اگر آپ اس کے پاس مال کا ڈھیر امانت رکھ دیں تو وہ آپ کو لوٹا دے گا اور انہی میں ایسے بھی ہیں کہ اگر اس کے پاس ایک دینار امانت رکھ دیں تو آپ کو وہ بھی نہیں لوٹائے گا سوائے اس کے کہ آپ اس کے سر پر کھڑے رہیں، یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اَن پڑھوں کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں، اور اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اور انہیں خود (بھی) معلوم ہے"۔

مسلمان معاشرہ کو اس بات کی فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالی کے ان کو عطاء کردہ اموال کی حفاظت ہو اور کوئی انہیں دغابازی سے نہ چھین لے اور نہ ہی کوئی سِکوں اور سیکیوریٹیز کے معاملے میں دھوکہ دے سکے، جبکہ کرنسی کی صورت میں مسلمانوں کے اموال گھٹتے اور غیروں کی طرف سے مختلف ہتھکنڈوں سے چھنتے چلے جاتے ہیں۔

ان امور سے بچانے کے لئے اللہ تعالی اس طرف ہماری توجہ دلاتے ہیں کہ ایک اسلامی فلاحی معاشرہ کو اپنے معاشرہ کے لئے ایسی ترتیب قائم کرنے کی ضرورت ہے کہ جس کے مطابق کسی کی نہ ہی حق تلفی ہو اور نہ ہی کسی کے مال اور اس کی امانت میں دھوکہ ہو۔

۲. امانت کی حفاظت اور اس میں خیانت کے ارتکاب کی ممانعت

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

[وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ 0 وَالَّذِينَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُونَ 0 أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ 0 الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ] (المومنون:۸،۹،۱۰،۱۱)

ترجمہ:"وہ لوگ جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا لحاظ کرتے ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں وہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث بنتے ہیں۔وہ اس جنت میں ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔

اگر کسی کو امانت کا مال سونپا گیا ہے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ مال کی صحیح حفاظت کرے،اگر اس نے غلط سلط حساب کر کے امانت میں خیانت کی تو یہ بہت ہی بڑی غلطی اور نقصان کی چیز ہے،اسلام نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

چنانچہ ارشاد باری عزاسمہ ہے:

{وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ} (آل عمران:۱۶۱)

ترجمہ": جو شخص خیانت کرے گا وہ خیانت کردہ چیز کو قیامت کے دن لے کر آئے گا پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ ظلم نہ کیے جائیں گے"۔

اگر کسی کو امانت کا مال سونپا گیا ہے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ مال کی صحیح حفاظت کرے،اگر اس نے غلط سلط حساب کر کے امانت میں خیانت کی تو یہ بہت ہی بڑی غلطی کی اُسے یاد رکھنا چاہیے کہ کل قیامت کے دن خیانت کردہ چیزوں کو اپنے کمر اور پیٹھ پر لادے ہوئے اللہ کے دربار میں حاضر ہو گا۔

دوسری جگہ ارشاد باری عزاسمہ ہے :

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ] (سورہ الانفال:۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے (ان کے حقوق کی ادائیگی میں) خیانت نہ کیا کرو اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کیا کرو حالانکہ تم (سب حقیقت) جانتے ہو۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، امانت دار خزانچی جو اس کو حکم دیا جائے، اس کے مطابق دل کی فراخی کے ساتھ ادا کرے، وہ بھی ایک صدقہ کرنے والوں ہی میں سے ہے۔

(صحیح بخاری۔کتاب الاجارۃ، حدیث نمبر ۲۲۶۰)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں:۔

- ✓ جب بات کرے تو جھوٹی بات کرے
- ✓ جب وعدہ کرے تو وعدہ کے خلاف کرے
- ✓ اور جب اسے امانت سونپی جائے تو اس میں خیانت کرے

اس سلسلے میں بخاری و مسلم کی ایک طویل حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ آپ انے ایک دن وعظ فرمایا اور اسمیں خیانت کا ذکر خصوصیت سے کیا نیز اس کی شناعت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نے دنیا میں جو کچھ خیانت کی ہو گی' اسے اپنے گردن میں لادے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہو گا، آپ سے سفارش کی درخواست کرتے ہوئے کہے گا یارسول اللہ! میری امداد فرمائیے۔ آپ اس وقت صاف جواب دے دیں گے لَا املِکُ لَکَ شیئا قد أبلغتك میں تیرے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں' نہ تیری امداد کر سکتا ہوں، دنیا میں میں نے تجھے یہ بات پہنچا دی تھی۔

اور صحیح بخاری کی روایت ہے ایک مرتبہ آپ کے ایک خادم نے غنیمت سے ایک چادر چرا لی تھی، جہاد میں تیر لگنے سے شہید ہو گیا، لوگوں نے اس کی شہادت پر مبارکباد دی کہ جنت مبارک ہو یعنی شہید ہو گیا جنت میں جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہرگز نہیں خدا کی قسم! جس چادر کو خیبر کی جنگ میں اس نے چرایا ہے اور وہ تقسیم نہیں ہوئی تھی وہ چادر اس غلام پر دوزخ کی آگ بھڑکا رہی ہے" ۔یعنی ایک چادر کی خیانت کی وجہ سے وہ دوزخ میں گیا۔ جب لوگوں نے یہ وعید سنی تو ڈر

کے مارے ایک صاحب اٹھے اور چمڑے کے ایک یا دو تسمے لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دی آپ نے فرمایا: یہ ایک یا دو آگ کے تسمے ہیں"۔

ریاست ہو یا مرکزی بینک یا عام مسلمان افراط زر کی صورت میں یا ہیرا پھیری سے جان بوجھ کر یا لاعلمی میں یا موجودہ دور کی ضرورت و تقاضا کا دعوی کرتے ہوئے لوگوں کی نقدی کی امانتوں میں خیانتیں کر کے اپنے بھائیوں کے اموال اینٹھے کا کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ جیسے چاہیں پیسے بٹور لیں اس کی کوئی پوچھ گچھ ہونے والی نہیں ؟ جن جن لوگوں کو چکما دے کر ان کا مال کھایا تھا کل قیامت کے دن سارے لوگ دعوے دار بن کر ہمارے سامنے آئیں گے، اس دن پیسے تو ہونگے نہیں کہ دعوے داروں کو چکا سکیں تاہم نیکیاں ہونگی، چنانچہ ہماری ایک ایک نیکی دعوے داروں کو دے دی جائے گی، جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی اور دعوے دار باقی رہ جائیں گے تو دعوے داروں کے گناہوں کو لے کر ہمارے سر پر تھوپ دیا جائے گا۔ پہاڑوں جیسی نیکیاں لے کر آئے تھے لیکن ابھی گناہوں کا پتلہ بن کر رہ گئے چنانچہ فرشتے کو حکم ہو گا کہ اسے دبوچ کر جہنم کی کھائی میں پھینک دو۔

۳. امانتیں امانت کے اہل طبقے کے ہی سپرد کی جائیں

امت کے جو طبقے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق امت کے اموال کی حفاظت کرنے کے اہل ہیں تو ہمیں اپنے اموال کی سپرداری ان ہی کے ذمہ لگانی چاہئے، نہ کہ غیروں کے طریقوں پر چلنے والے معاشرے کا استحصال کرنے والے مالی اداروں ریاستوں کے ذمہ۔

لوگوں کی امانتیں رکھنا خواہ وہ نقدی اور زر کے متعلق ہو یا کچھ اور انہیں عند المطالبہ پوری پوری اور بغیر کمی و کوتاہی کے واپس ادا کرنے کو اسلام نے ضروری قرار دیا ہے۔

اللہ تعالی اپنی کتاب میں فرماتا ہے:

ﮦ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَاﮧ (النساء:۵۸)

ترجمہ:"اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ایسے لوگوں کے سپرد کرو جو ان کی (حفاظت کی) اہلیت رکھتے ہیں"

الحاصل اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مسلمانوں کے اموال کرنسی کی صورت میں ریاست و مرکزی بینک کی تحویل میں دینے کا جواز تب ہی بنتا ہے جب وہ امانت کا تقاضا پورا کرتے ہوئے اس میں افراط زر نہ کرے اور مال سے زیادہ نوٹوں کو نہ چھاپیں، تاکہ جن لوگوں کی وہ امانت ہے اس سے زیادہ نوٹ چھپ کر ان چھپنے والے نوٹوں کی صورت میں اس کا ایک حصہ دوسروں بلکہ غیروں کی جیب میں نہ چلا جائے، اسلامی تعلیمات کی رو سے یہ مسلمانوں کے اموال کے ساتھ سراسر خیانت ہے اور اس سے بچنا انتہائی ضروری ہے، جب کہ تجربہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ریاست ضرورت سے زیادہ اخراجات کا مرتکب ہو کر قرضوں میں جکڑ جاتی ہے اور مالی بوجھ سے مجبور ہو کر اسے موجود مال سے زیادہ نوٹ چھاپنے ہی پڑتے ہیں اور اس سے بچنا ان کے بس میں نہیں ہے، اس لئے ضروری ہے کہ مسلمان معاشرہ اس کے اسلامی متبادل لاکر اس مسئلہ کا حل، جو کہ قرن اول سے مستفاد ہونے کی رو سے اسلامی دینار و درہم ہی ہے، اس میں قرن اول کی خیر و برکت بھی شامل ہو گی اور عوام کی مال کی حفاظت زیادہ بہتر طریقے سے ہو سکے گی، اس کے بارے میں مزید تفصیل اگلی فصلوں میں آرہی ہے۔

ب. قرن اول میں اسلامی سکوں کا اجراء

ذیل میں قرن اول میں اسلامی معاشرے نے کرنسی و سکوں کے بارے میں کیا طریقہ اختیار کیا اور کس طرح مسلمانوں کے مالی و نقدی اور زر کے مسائل کو حل کیا اس پر روشنی ڈالی گئی ہے، کیونکہ اس سنہری دور سے ان کے اپنائے گئے وآزمودہ حل تلاش کرکے آج بھی اپنانے سے ان شاء اللہ ہماری مشکلات بھی حل ہو جائیں۔

دراہم کا ذکر قرآن کریم میں

اللہ تعالی کا ارشاد گرامی ہے:

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ (یوسف: ۲۰)

ترجمہ: " اور اس کو تھوڑی سی قیمت (یعنی) معدودے چند درہموں پر بیچ ڈالا۔ اور انہیں ان (کے بارے) میں کچھ لالچ نہ تھا"

قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں درہم کا ذکر آیا ہے، کہ جب ان کو قافلے کے لوگوں نے چاہ کنعان سے نکالا تو معدودے چند درہموں میں مصر میں فروخت کر دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "ہکسوسی" دور جس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ رونما ہوا، اس دور میں درہم میں لین دین کیا جاتا تھا۔

دور نبوی میں سکہ کا استعمال

عرب لوگ دینار کو "عین" اور چاندی کے درہم کو "ورق" کہا کرتے تھے، درہم و دینار اسلام سے قبل اور اسلام کے آنے کے بعد عربوں میں زیر استعمال رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے اس کے استعمال کو جاری رکھا، آپ علیہ السلام نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ۴۸۰ درہم مہر کے عوض کیا، اس کا ذکر بھی آتا ہے کہ آپ علیہ السلام کے دور میں ہر پانچ اوقیہ کی زکوۃ پانچ درہم ہوا کرتی تھی، ہر بیس دینار کی آدھا دینار زکوۃ ہوا کرتی تھی۔

آپ علیہ السلام کے دور میں اور اسی طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی بیزنطینی طلائی اور چاندی کے ساسانی سکے جاری رہے، جن کا تناسب اس طرح تھا کہ درہم ۱۰☆۷ دینار تھا، درہم کا وزن ۹۷۔۲ گرام ہوتا تھا کیونکہ دینار کا شرعی وزن ۲۵۔۴ گرام تھا۔

خلافت فاروقی و عثمانی میں اسلامی سکہ

سکہ کی نسبت اگرچہ عام مؤرخوں نے لکھا ہے کہ عرب میں سب سے پہلے جس نے سکہ جاری کیا وہ عبد الملک بن مروان ہے۔ لیکن علامہ مقریزی کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے موجد بھی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔ چنانچہ اس موقع پر علامہ موصوف کی عبارت کا لفظی ترجمہ ملاحظہ ہو۔

جب امیر المومنین خلیفہ ہوئے اور خدا نے ان کے ہاتھ پر مصر وشام و عراق فتح کیا تو انہوں نے سکہ کے معاملہ میں کچھ دخل نہ دیا۔ بلکہ پرانے سکہ کو جو جاری تھا بحال رہنے دیا۔ سنہ ۱۸ ہجری میں جب مختلف مقامات سے سفارتیں آئیں تو بصرہ سے بھی سفرا آئے جن میں اخنف بن قیس بھی شامل تھے۔ اخنف نے باشندگان بصرہ کی ضروریات اور حاجتیں بیان کیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی زمانے میں یہ انتظام کیا کہ ہر شخص کے لئے ایک جریب غلہ اور دو درہم ماہوار مقرر کئے۔ اسی زمانے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سکہ کے درہم جاری کئے۔ جو نوشیروانی سکہ کے مشابہ تھے۔ البتہ اتنا فرق تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سکوں پر الحمد للہ اور بعض سکوں پر محمد رسول اللہ اور بعض پر لا الہ الا اللہ وحدہ لکھا ہوتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر زمانے میں دس درہم مجموعی رقم کا وزن چھ مثقال کے برابر ہوتا تھا۔

(دیکھئے کتاب النقود الاسلامیہ المقریزی مطبوعہ مطبع جوائب سنہ ۱۲۹۸ ہجری صفحہ ۵۷۴)۔

یہ مقریزی کی خاص روایت ہے لیکن اس قدر عموماً مسلم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سکہ میں ترمیم و اصلاح کی۔ علامہ ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں لکھاہے کہ ایران میں تین قسم کے درہم تھے۔ بغلی آٹھ دانگ کا، طبری چار دانگ کا، مغربی تین دانگ کا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکم دیا کہ بغلی چونکہ زیادہ چلتے ہیں اس لئے دونوں کو ملا کر ان کا نصف اسلامی درہم قرار دیا جائے۔ چنانچہ اسلامی درہم چھ دانگ کا قرار پایا۔

("الفاروق" از شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، بحوالہ: الاحکام السلطانیہ للماوردی صفحہ ۱۶۷)

اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالی تو ساسانی درہموں پر "اللہ اکبر، بسم اللہ" کی عبارت نقش فرمائی۔

خلیفہ عبد الملک بن مروان کا نئے سکوں کا اجراء

عبد الملک کا دوسرا قابل فخر کارنامہ اسلامی سکوں کا اجرا ہے ابھی تک اسلامی مملکت کے تمام علاقوں میں رومی اور پہلوی سکے رائج تھے۔ یہ سکے سونے اور چاندی سے بنائے جاتے تھے۔ اور تمام تجارتی اور سرکاری لین دین ان ہی سکوں کے توسط سے ہوتا تھا۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں ابھی ایرانی درہم کے نمونہ پر سکے بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ امیر معاویہ نے بھی اپنے عہد

حکومت میں اپنے سکے جاری کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس ناتمام کوشش کے بعد کسی بھی مسلمان حکمران نے سوائے حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے بھائی مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ کے اس اہم قومی ضرورت کی طرف توجہ نہ دی مگر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے جاری شدہ سکوں کو قبول عام حاصل نہ ہو سکا۔ عبدالملک نے خالص اسلامی سکوں کی ترویج کا آغاز کیا۔ اس نے رومی درہم دینار کے مقابلہ میں نئے درہم اور دینار جاری کئے جن پر " قل ھواللہ احد" کی عبارت کندہ تھی۔ یہ سکے علی الترتیب چاندی اور سونے کے تھے۔ اس کے علاوہ ان سکوں پر تاریخ اور ٹکسال کا نام بھی درج کیا جاتا تھا۔ شاہ روم نے اس انقلابی تبدیلی پر دھمکی دی کہ اگر عبدالملک نے اسلامی سکوں کا ڈھالنا بند نہ کیا تو وہ اپنے سکوں پر ایسے نازیبا کلمات درج کروائے گا جن سے رسول اللہ کی شان میں گستاخی ہو۔ عبدالملک نے اس دھمکی کا کوئی اثر نہ لیا اور اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ ۶۹۵ء،۷۶ھ میں دمشق میں ٹکسال تعمیر کی گئی۔ حجاج بن یوسف نے کوفہ میں بھی ایسی ہی ایک ٹکسال قائم کی۔ سونے اور چاندی کے دینار میں بالعموم ایک اور دس کی نسبت تھی۔ اگرچہ اس نسبت میں بعض اوقات تبدیلیاں بھی ہوتی رہیں۔ اسلامی سکے کے معیار، قدروقیمت اور خوبصورتی کی بدولت بہت جلد اقوام عالم نے ان کو قبول کر لیا۔

(ماخوذ از وکیپیڈیا)

اور یوں سکے اسلامی حکومتوں و خلافتوں کے ادوار میں جاری و ساری رہے اور اقوام عالم ان سے مستفید ہوتی رہیں، حتی کہ خلافت عثمانیہ تک طلائی دینار و نقرئی درہم خلافت کی طرف سے جاری کئے جاتے رہے۔

ت. کاغذی کرنسی اور اس کے نقصانات

آخیر دور میں اقوام عالم نے دھاتی سکوں کی بجائے کاغذی کرنسی کا اجراء کیا، اس میں انسانیت کے لئے بڑے فائدے اور آسانیاں بتائی گئیں، دیکھنا یہ ہے کہ ان کاغذی کرنسیوں سے کیا انسانیت اپنے زر کے معاملات کو حل کر سکی یا کرنسیاں اپنی کاغذی شکل کی وجہ سے انسانیت کے اموال کو ہڑپ کرنے کا سبب بن گئیں، اس بات کو زیر غور لانے کے لئے کرنسیوں کا اور ان سے ہونے والے نفع و نقصان کا اختصار سے جائزہ لیا جا رہا ہے۔

(ماخوذ از وکیپیڈیا)

ساڑھے تین سال کی مدت میں ۵۶۰۰ میل کا سفر کر کے جب مئی ۱۲۷۵ء میں مارکو پولو پہلی دفعہ چین پہنچا تو چار چیزیں دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ یہ چیزیں تھیں جلنے والا پتھر (کوئلہ) اور نہ جلنے والا کپڑا (ایسبسٹوس)، کاغذی کرنسی اور شاہی ڈاک کا نظام۔

لیکن چین سے بھی پہلے کاغذی کرنسی جاپان میں استعمال ہوئی۔ جاپان میں یہ کاغذی کرنسی کسی بنک یا بادشاہ نے نہیں بلکہ پگوڈا نے جاری کی تھی۔

مرجہ کاغذی نقدی (کرنسی) کی ابتداء

سکوں کے نظام سے دنیا کا روز مرہ کا کاروبار نہایت کامیابی سے چل رہا تھا مگر اس میں یہ خرابی تھی کہ بہت زیادہ مقدار میں سکوں کی نقل وحمل مشکل ہو جاتی تھی۔ وزنی اور ضخیم ہونے کی وجہ سے بڑی رقوم چور وڈاکوؤں کی نظر میں آجاتی تھیں اور سرمایہ داروں کی مشکلات کا سبب بنتی تھیں۔ اسکا قابل قبول حل یہ نکالا گیا کہ سکوں کی شکل میں یہ رقم کسی ایسے قابل اعتماد شخص کی تحویل میں دے دی جائے جو قابل بھروسہ بھی ہو اور اس رقم کی حفاظت بھی کر سکے۔ اس شخص سے اس جمع شدہ رقم کی حاصل کردہ رسید کی نقل وحمل آسان بھی ہوتی تھی اور مخفی بھی۔ اگر ایسا شخص بہت ہی معتبر ہوتا تھا تو اسکی جاری کردہ رسید کو علاقے کے بہت سے لوگ سکوں کے عوض قبول کر لیتے تھے اور ضرورت پڑنے پر وہی رسید دکھا کر اس شخص سے اپنے سکے وصول کر لیتے تھے۔ اس طرح رسید کے طور پر کاغذی کرنسی اور معتبر ادارے کے طور پر بنکوں کا قیام عمل میں آیا۔

بینکوں کی خیانت

شروع شروع میں تو بنک اتنی ہی رسیدیں "بینک نوٹ" جاری کرتے رہے جتنی رقوم دھاتی سکوں کی شکل میں ان کے پاس جمع کی جاتی تھیں، یہاں تک تو سارا کام ٹھیک تھا، مگر بعد میں جب لوگوں کا اعتماد ان رسیدوں پر بڑھتا چلا گیا اور بنک سے اپنے سکے طلب کرنے کا رجحان کم ہوتا چلا گیا تو بنک خیانت کے مرتکب ہوتے ہوئے اپنے پاس جمع شدہ دھات سے زیادہ مالیت کی رسیدیں جاری کرنے لگے جو انکی اپنی آمدنی بن جاتی تھی۔ حالانکہ یہ آمدنی نہیں تھی بلکہ ان کی رقوم کی قیمتیں کم ہو کر بینکوں کی جیب میں چلی جاتی تھیں، اس طرح ماضی میں بنکوں نے خوب خوب لوٹا اور مناسب وقت آنے پر وہ ساری دولت سمیٹ کر منظر عام سے غائب ہو گئے۔ امریکہ کی تاریخ ایسے بنک فراڈوں سے بھری پڑی ہے (۱۱ دسمبر ۱۹۳۰ء کو نیویارک کا تیسرا سب سے بڑا بنک، بنک آف یونائیٹڈ اسٹیٹ بند ہو گیا۔ اگلے سال ستمبر اکتوبر کے دو مہینوں میں ۸۰۰ مزید بنک بند ہو گئے۔)۔ اسکی تازہ ترین مثال پہلے تو حکومت امریکہ کا سلور سرٹیفکیٹ کے بدلے چاندی واپس کرنے سے اور پھر ۱۹۷۱ میں ۳۵ ڈالر میں ایک اونس سونا دینے کے وعدے سے مکرنا تھا۔

کاغذی کرنسی کی کم مائیگی

پچھلی کچھ صدیوں میں سونے چاندی تانبے کانسی وغیرہ کے سکے استعمال ہوتے رہے۔ دھاتوں کی اپنی قیمت ہوتی ہے اور ایسے سکے کو پگھلا کر دھات دوبارہ حاصل کی جا سکتی ہے۔ ایسے سکے کسی حکومتی یا اداراتی سرپرستی کے محتاج نہیں ہوتے اور یہ "ہارڈ کرنسی" کہلاتے ہیں۔

اس کے برعکس کاغذی کرنسی کی اپنی کوئی قیمت نہیں ہوتی بلکہ یہ حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے وہ قدر رکھتی ہے جو اس پر لکھی ہوتی ہے۔ یہ "فیٹ کرنسی" کہلاتی ہے اور جیسے ہی حکومتی سرپرستی ختم ہوتی ہے یہ کاغذ کے ڈھیر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

۱۹۵۹ تک دبئی اور قطر کی سرکاری کرنسی ہندوستانی روپیہ تھی جو چاندی کا ہوا کرتا تھا۔ آج بھی انڈیا کا کاغذی روپیہ نیپال اور بھوٹان میں چلتا ہے کیونکہ نیپال اور بھوٹان کے مقابلے میں انڈیا کہیں زیادہ بڑا اور مستحکم ملک ہے اور اس وجہ سے اسکی کرنسی مقبول عام ہے اسی طرح پاکستانی

روپیہ افغانستان وغیرہ قرب وجوار کے ممالک میں چلتا ہے۔مضبوط فوجی طاقت کاغذی کرنسی کو بھی مستحکم کرتی ہے۔البتہ ۱۷۹۱ء سے ۱۸۵۷ء تک اسپین کا سکہ متحدہ امریکہ میں قانونی سکے کے طور پر چلتا تھا کیونکہ یہ چاندی کا بنا ہوا تھا اور اپنی قدر خود رکھتا تھا۔

"بنک دولت پاکستان ایک سو روپیہ حامل ہٰذا کو مطالبے پر ادا کرے گا"۔پاکستان کے سو روپیہ کے بنک نوٹ پر لکھی اس عبارت کا مطلب کیا ہے؟بڑے نوٹ کے بدلے چھوٹے چھوٹے نوٹ تو کوئی بھی دوکاندار دے سکتا ہے پھر اس کے لئے سرکاری بنک کی ہی کیا ضرورت ہے؟پاکستان کے سو روپیہ کے بنک نوٹ پر لکھی اس عبارت کا مطلب یہ تھا کہ اسٹیٹ بنک کاغذ کی اس رسید یا نوٹ کے بدلے چاندی کے ۱۰۰ روپے ادا کرے گا۔،اس ۱۰۰ روپے کی اصلی قیمت دیکھی جائے تو ہزاروں روپے بنے گی،چاندی کا روپیہ پاکستان بنتے وقت رائج تھا۔لیکن اب لوگ بھی چاندی کا روپیہ بھول چکے ہیں اور اسٹیٹ بنک بھی چاندی کے سکے کی ادائیگی نہیں کر سکتا۔

افراطِ زر

تعریف

Comment [m2]: افراط زر کی تعریف ڈالنی ہے

زمبابوے میں اتنے زیادہ نوٹ چھاپے گئے کہ سن ۲۰۰۸ میں ۱۰۰ بلین ڈالر میں صرف تین انڈے خریدے جاسکتے تھے

کاغذی کرنسی پہلے تو حکومت کے پاس موجود سونے چاندی کی مالیت کے برابر مقدار میں چھاپی جاتی تھی لیکن اب ایسی کوئی روک ٹوک باقی نہیں رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ کرنسی کنٹرول کرنے والے ادارے اور حکومتیں اپنی آمدنی بڑھانے کے لئے زیادہ سے زیادہ کرنسی چھاپنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔لیکن اگر کرنسی زیادہ چھاپی جائے تو افراط زر کی وجہ سے اس کی قدر لامحالہ کم ہو جاتی ہے(یعنی اس کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے)اس طرح لوگوں کا اور باقی دنیا کا اعتبار اس کرنسی پر کم ہونے لگتا ہے۔جو کرنسی چھاپنے والے ادارے یا حکومت کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے کیونکہ لوگ اب دوسری کرنسیوں کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں۔اس لئے حکومتیں ایک حد سے زیادہ کرنسی نہیں چھاپ پاتیں،لیکن تھوڑی تھوڑی مقدار میں بھی مسلسل کاغذی کرنسی چھپتے رہنے سے اس کرنسی کی قوت خرید کم ہوتی چلی جاتی ہے۔اس کے برعکس دھاتی کرنسی کی قدر وقت کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے۔اسی لئے آئی۔ایم۔ایف اپنے ممبر ممالک کو اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی کرنسی کو سونے سے منسلک نہ کریں۔اگر کوئی کرنسی سونے سے منسلک ہو گی تو آئی۔ایم۔ایف کے لئے اسکی شرح تبادلہ(ایکسچینج ریٹ)اپنی مرضی کے مطابق کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا۔

پچھلی دھائی میں زمبابوے کی حکومت نے اپنی بقا کے لئے بے تحاشہ کاغذی کرنسی چھاپ کر اپنی آمدنی میں اضافہ کیا۔اس کے نتیجہ میں ۲۰۰۸ میں زمبابوے کے ۱۲۰۰ ارب ڈالر صرف ایک برطانوی پاونڈ کے برابر رہ گئے۔

کاغذی کرنسی کا کمال یہ ہے کہ کسی کو اپنی بڑھتی ہوئی غربت کا احساس نہیں ہوتا۔ اگر کسی مزدور کی تنخواہ پانچ فیصد کم کر دی جائے تو اسے شدید اعتراض ہوتا ہے۔ لیکن جب افراط زر کی وجہ سے اسکی تنخواہ کی قوت خرید دس فیصد کم ہو جاتی ہے تو وہ اتنا اعتراض نہیں کرتا۔ جتنے سالوں میں کسی کی تنخواہ دوگنی ہوتی ہے اتنی ہی مدت میں سونے کی قیمت (اور مہنگائی) تین گنی ہو چکی ہوتی ہے۔

۱۹۳۰ تک سونے کی قیمت تقریباً ۲۰ ڈالر فی اونس تھی۔ یہ قیمت پچھلے ڈیڑھ سو سال سے برقرار تھی۔ اتنے لمبے عرصہ تک قیمت مستقل رہنے کی وجہ یہی تھی کہ ڈالر کاغذی نہیں بلکہ دھاتی تھا۔ قیمتوں کا بڑھنا کاغذی کرنسی کا لازمی جز ہے۔

۱۹۴۷ء میں ایک امریکی ڈالر لگ بھگ تین روپے کا تھا جبکہ سونا ۸۰ روپے تولہ تھا۔

(ماخوذ از وکیپیڈیا سے)

بریٹن وڈز کا معاہدہ

دوسری جنگ عظیم کے اختتام کے قریب ۱۹۴۴ میں بریٹن ووڈز کے مقام پر ہونے والی اس کانفرنس کے نتیجے میں آئی۔ ایم۔ ایف اور ورلڈ بینک وجود میں آئے۔

اس معاہدے کے مطابق ۳۵ امریکی ڈالر ایک اونس (ٹرائے اونس) سونے کے برابر طے پائے تھے اور امریکہ ۳۵ ڈالر کے عوض اتنا سونا دینے کا پابند تھا۔ دنیا کی دیگر کرنسیوں کی قیمت امریکی ڈالر کے حساب سے طے ہوتی تھیں۔ اس معاہدے میں بڑی چالاکی سے سونے چاندی کی بجائے ڈالر کو کرنسی کا معیار مقرر کیا گیا یعنی سونے کی بجائے گولڈ سٹینڈرڈ کی آڑ میں ڈالر اسٹینڈرڈ لایا گیا۔ مگر ۱۹۷۱ء میں خود امریکہ اپنے اس وعدے سے یک طرفہ مکر گیا (جسے نکسن شوک کہتے ہیں) کیونکہ وہ کاغذی ڈالر چھاپ چھاپ کر اس کے بدلے عربوں سے اتنا تیل خرید چکا تھا کہ عرب اگر ڈالر کے بدلے سونے کا مطالبہ کر دیتے تو امریکہ اپنا پورا سونا دے کر بھی یہ قرض نہ چکا سکتا تھا۔ ۱۹۷۱ کے اس امریکی اعلان سے عربوں کے اربوں ڈالر کاغذی ردی میں تبدیل ہو گئے۔ دنیا بھر میں ہونے والے اس نقصان کا سارا فائدہ امریکہ کو ہوا۔ ۱۹۷۱ء کے بعد دھاتی کرنسی یا ہارڈ کرنسی کا دور ختم ہو گیا اور فیٹ کرنسی نے مستقل جگہ بنالی۔

ث. موجودہ کرنسی نظام کی خرابیاں اور اس کی مضرتیں

پہلے زمانے میں لوگوں کی ضرورت اشیاء کے تبادلے سے پوری ہوتی تھی۔ ایک خاندان نے گیہوں پیدا کیا اور ایک نے کپاس ایک نے کپڑا بنایا۔ ایک دوسرے سے چیزیں تبدیل کر کے لوگ اپنی ضرورت پوری کرتے تھے۔ بعد میں اسکی جگہ سونے اور چاندی کا چلن ہو گیا اور اس سے لین دین ہونے لگا۔ اس میں خریدنے اور فروخت کرنے والوں کو فائدہ ہوتا تھا کیونکہ گلہ پیدا کرنے میں بھی محنت ہوتی ہے اور سونا چاندی نکالنے میں محنت درکار ہوتی ہے دونوں فریق کو فائدہ ہوتا ہے اور کوئی کسی پر اجارہ داری نہیں چلا سکتا ہے۔ آج بھی پیداوار کرنے میں اور کام کرنے میں محنت لگتی ہیں مگر اس کو خریدنے والے چند کاغذ میں لے لیتے ہیں جسکو بنانے میں محنت نہیں لگتی بلکہ پریس میں چھاپ لیا جاتا ہے۔

ڈالر اور دوسری کرنسیوں کا معیار سونے چاندی پر نہیں ہے بلکہ دھوکہ پر مبنی ہے۔ خلافت عثمانی کی بقا تک دنیا کے زر تبادلہ کی بنیاد اسلام کے طے کردہ نصاب سونے اور چاندی پر قائم تھا۔ پوری دنیا کے لین دین کا نظام سونے چاندی کے معیار پر مبنی تھا۔ کاروبار میں منافع محسوس اشیاء سے حاصل ہو رہا تھا۔ دولت کی تقسیم ہو رہی تھی۔ خوش حالی عوام اور ریاست کا مقدر تھی۔

بازار میں سے تو لوگوں کے محنت اور جان فشانی سے بنائے پروڈکٹ حاصل کئے جاتے ہیں مگر جب انکی قیمت ادا کی جاتی ہیں تو وہ محنت کی بنیاد پر بلکہ کاغذی کرنسی (فیٹ کرنسی) سے بدلہ دیا جاتا ہے جس کا حقیقت میں کوئی صحیح معیار نہیں ہے اور یہ وقت کے ساتھ ساتھ کمزور ہو جاتی ہے۔ ۱۹۳۰ تک کرنسی کا معیار سونے چاندی پر مبنی تھا اسکے بعد یہ معیار امریکہ کے ڈالر نے لے لیا جس کی قیمت اس وقت ۲۰ ڈالر ایک اونس سونے کے برابر تھی اور یہ قیمت لگ بھگ ۱۵۰ سالوں سے ایک ہی چلی آرہی تھی کیونکہ سونے کو چھاپا نہیں جاسکتا بلکہ محنت سے زمین سے حاصل کیا جاتا تھا۔ ۱۹۴۴ میں برٹن ووڈز معاہدا ہوا جس میں سونے کی جگہ امریکہ ڈالر کو دنیا کے لیے زر تبادلہ کے لے معیار مقرر کیا گیا اور یہیں سے عالمی بینک اور آئی ایم ایف اداروں کا عمل وجود میں آیا، اس وقت ڈالر کی قیمت ۳۵ ڈالر ایک اونس سونے کے مساوی طے کی گئی تھی۔ ۱۹۷۱ میں تو یہ معیار ختم کر دیا اور امریکہ اپنی مرضی سے ڈالر چھاپنے کا کام کرنے لگا۔ اسی دوران اس نے انھیں ڈالروں کی قیمت سے عربوں کا تیل خریدا اور انکی دولت کو ردی میں تبدیل کر دیا۔ کریل اور نیم چڑا وہ بہت کڑوا ہوتا ہے اسی پھل کے زہریلے اثرات آج دنیا جھیل رہی ہے۔ کرنسی کو بنا معیار کے چھاپنے سے اس کو قوت خرید کم ہو جاتی ہے۔ ۲۰۰۸ میں جمباووے نے کرنسی کو دور کرنے کے لیے بے حساب کرنسی چھاپ لی جس سے اسکی قیمت میں گراوٹ آگئی، اس کرنسی سے ۱۰۰ بلین ڈالر سے اس وقت صرف تین انڈے خریدے جاسکتے تھے۔ تاریخ میں بھی دہلی سلطنت کے محمد تغلق نے سکہ بنانے کی اجازت دے دی تو گھر گھر سکہ بنانے کا کام ہونے لگا۔ تاریخ داں برنی نے لکھا ہیں کہ میں نے دہلی میں سکوں کے ڈھیر کوڑوں پر دیکھے۔

دولت کی تخلیق

کیا دولت تخلیق بھی کی جاسکتی ہے؟ اسکا جواب ہے ہاں۔

بلاشبہ سونا تخلیق نہیں کیا جاسکتا نہ چاندی تانبہ پیتل اور کانسی۔ مگر محنت کر کے اچھی فصل حاصل کی جاسکتی ہے جسے دھاتی کرنسی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح محنت کر کے ٹیکنولوجی میں ترقی کر کے ایسی اشیا بنائی جاسکتی ہیں جو مارکیٹ میں اچھی قیمت دے جائیں۔ محنت کر کے سونے چاندی کی کانوں سے دولت حاصل کی جاسکتی ہے۔ مگر ڈالر چھاپنے میں کوئی خاص محنت صرف نہیں ہوتی اور چھاپنے والوں کو یہ دولت بغیر محنت کے مل جاتی ہے۔ یعنی محنت کر کے دولت حاصل کرنا اور دولت کمانا کہلاتا ہے اور یہ حق ہر ایک کو حاصل ہے۔ مگر بغیر محنت کے دولت تخلیق کرنے کا ناجائز حق محض چند لوگوں کو حاصل ہے جو بے حد امیر ہو چکے ہیں۔

اگر دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ پچھلے دو ہزار سالوں میں اٹھارہ سو سالوں تک دنیا کا سب سے امیر ملک ہندوستان بر صغیر رہا ہے۔اس کے بعد چین کا نمبر آتا تھا۔ان ممالک میں محنت کرنے کے بھر پور مواقع موجود تھے اور خطیر مقدار میں پیداوار ہوتی تھی۔ان ممالک کا تجارتی سامان دنیا کے دور دراز علاقوں تک پہنچتا تھا۔لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب کرنسی دھاتی ہوتی تھی۔کاغذی کرنسی کے نظام نے محنت کرنے والوں کو شرح تبادلہ کی شعبدہ بازی کی وجہ سے نہایت غریب کر دیا ہے جبکہ کاغذی کرنسی چھاپنے والوں اور اسکے سہارے ایکسچینج ریٹ کنٹرول کرنے والے ممالک نہایت ہی امیر ہو گئے ہیں۔

۱۹۹۷میں ایک سازش کے تحت ملیشیا کی کرنسی رنگٹ کی قدر اچانک گر کر تقریباً آدھی رہ گئی۔اس پر ملیشیا نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ سارے اسلامی ممالک سونے کا دینار خود بنائیں اور آپس کے لین دین کے لئے امریکی ڈالر کی بجائے سونے کا دینار استعمال کریں۔مہاتیر محمد نے اعلان کیا تھا کہ ۲۰۰۳ کے وسط تک وہ یہ دینار جاری کر دیں گے۔ظاہر ہے کہ اگر ایسی سونے کی کرنسی میں لین دین کا رواج آ گیا تو شرح تبادلہ کی ضرورت ختم ہو جائے گی جس پر مغربی ممالک کی ثروت کا انحصار ہے لیکن کچھ اپنوں کی سادگی،کچھ غیروں کی عیاری آڑے آئی،جس نے ملکی سطح پر دینار جاری ہونے کو رکوا دیا۔البتہ ملیشیا کی ایک اسٹیٹ "کیلانتن" نے ۲۰ ستمبر ۲۰۰۶ کو سونے کے دینار جاری کئے جنکا وزن ۴.۲۵ گرام ہے اور یہ ۲۲ قیراط سونے سے بنے ہوئے ہیں۔

عراق نے بھی یہ کوشش کی تھی کہ اس کو تیل کا معاوضہ امریکی ڈالر کی بجائے کسی اور کرنسی میں دیا جائے۔یہ مروجہ کاغذی کرنسی کی مقبولیت پر براہ راست وار تھا۔جو ناقابل معافی جرم قرار پایا۔

اگر آج بھی کاغذی کرنسی کی جگہ سونے چاندی کو خرید و فروخت کے لئے کرنسی کی طرح استعمال کیا جائے تو پاکستان، ہندوستان اور چین کا شمار امیر ترین ملکوں میں ہونے لگے گا۔

(ماخوذ از وکیپیڈیا سے)

فیڈرل ریزرو نامی ادارہ کا کردار

[Comment [m3]: طے کرنا ہے کہ کیا اس سرخی کے ذیل کے تمام مضمون کی ضرورت ہے؟

دنیا کے تقریباً ہر ملک میں وہاں کی کاغذی کرنسی وہیں کی حکومت جاری کرتی ہے تا کہ حکومتی آمدنی میں اضافہ ہو مگر حیرت کی بات ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی کاغذی کرنسی یعنی امریکی ڈالر امریکی حکومت جاری نہیں کرتی بلکہ یہ ایک نجی ادارے کی طرف سے جاری ہوتا ہے۔"فیڈرل ریزرو" کو عام طور پر حکومتی ادارہ سمجھا جاتا ہے جبکہ حقیقتاً یہ ایک نجی ادارہ ہے

جو ڈالر چھاپ کر حکومت امریکہ کو نہ صرف قرض دیتا ہے بلکہ اس پر سود بھی وصول کرتا ہے۔ اپنی بے تحاشہ دولت کے باعث یہودیوں کا یہ ادارہ امریکی حکومت پر حکومت کرتا ہے۔

امریکہ کے بیسویں صدر" جیمس اے گارفیلڈ" نے کہا تھا کہ جو کوئی بھی کسی ملک میں کرنسی کو کنٹرول کرتا ہے وہ دراصل ساری معیشت اور ساری صنعت کا مالک ہوتا ہے۔اس صدر کو صدارت کے ساتویں مہینے میں ۲ جولائی ۱۸۸۱ء کو گولی ماردی گئی تھی۔

صدر کینیڈی نے "فیڈرل ریزرو کی اس اجارہ داری کو محسوس کرکے اس کے خلاف اقدام اٹھانے کی کوشش کی تھی۔اس نے ۴ جون ۱۹۶۳ کو ایک فرمان "ایگزیکٹو آرڈر ۱۱۱۱۰" جاری کیا تھا جس کے مطابق امریکی حکومت اپنے پاس موجود چاندی کے عوض خود امریکی ڈالر چھاپا کرے گی۔ امریکہ کے ڈالر چھاپنے والے نجی ادارے کے کرتا دھرتاؤں نے فوراً خطرہ بھانپ لیا اور ۲۲ نومبر ۱۹۶۳ کو صدر کینڈی کو اس جسارت پر قتل کروا دیا گیا۔ قتل سے صرف چھ دن پہلے صدر کینیڈی نے ٹریژری کو امریکی ڈالر چھاپنے کا حکم دیا تھا۔ اسوقت پاکستانی نوٹوں کی طرح امریکی ڈالر پر بھی ادائیگی کا وعدہ لکھا ہوتا تھا۔ صدر کینیڈی کے قتل کے صرف چار دن بعد فیڈرل ریزرو نے جو نوٹ جاری کئے ان پر ایسا کوئی وعدہ نہ تھا۔ صدر کینیڈی کے قاتل لی ہاروے اوسوالڈ کو جیک روبی نے سرعام قتل کر دیا اور بعد میں خود جیل میں بیمار ہو کر مر گیا۔(یاشائید زہر دے دیا گیا)

صدر کینیڈی کا وہ فرمان ۹ ستمبر ۱۹۸۷ تک قانون کا حصہ رہا مگر اس پر عمل نہ ہوا۔ اسکے بعد صدر رونالڈ ریگن نے اسے منسوخ کر دیا۔

ماضی میں لوگ کاغذی کرنسی کو کئی بار ڈوبتا دیکھ چکے تھے اور اس پر اتنا اعتبار نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کو کاغذی کرنسی کی طرف راغب کرنے کے لئے باقاعدہ قوانین بنائے گئے جن کے مطابق کاغذی نوٹ وصول کرنے سے انکار کرنا یعنی دھاتی سکے طلب کرنا جرم قرار دیا گیا تھا۔

۵ اپریل ۱۹۳۳ کو امریکی صدر روزویلٹ نے ایک صدارتی فرمان جاری کیا جسکے تحت امریکی شہریوں کو ۱۰۰ ڈالر سے زیادہ مالیت کا سونا رکھنے پر پابندی عائد ہو گئی اور وہ اپنا زائد سونا فیڈرل ریزرو کو ایک مہینے کے اندر اندر بحساب ۲۰۔۶۷ ڈالر فی ٹرائے اونس بیچنے پر مجبور ہو گئے۔ خلاف ورزی کی سزا دس ہزار ڈالر یا/ اور دس سال قید تھی۔ اس زمانے کے دس ہزار ڈالر ۲۰۰۸ کے حساب سے ۱۶۴۰۱۶۶ ڈالر کے برابر تھے۔ جب لوگوں کا سونا ہتھیا لیا گیا تو اگلے سال سونے کی سرکاری قیمت ۲۰۔۶۷ سے بڑھا کر ۳۵ ڈالر فی اونس کر دی گئی۔ ایک اندازہ کے مطابق اسطرح ۵۰۰ ٹن سونا لوگوں سے چھن گیا۔ اسکے چند دن بعد ۲۳ مئی ۱۹۳۳ کو کانگرس کے ایک ممبر میک فیڈن نے فیڈرل ریزرو اور ٹریژری کے کئی اعلیٰ عہدیداران کے خلاف اربوں ڈالر کے غبن کے الزامات عائد کئے لیکن معاملہ دبا دیا گیا اور ان الزامات کا آج تک جواب نہیں دیا گیا ہے۔

"فیڈرل ریزرو" پہلے تو ہر سال ایسے اعداد و شمار جاری کرتا تھا جس سے پتہ چل سکے کہ اس نے کتنے ڈالر چھاپے ہیں۔ اگرچہ کہ یہ اعداد و شمار کبھی بھی شک و شبہ سے بالاتر نہیں رہے لیکن اب اس ادارے نے اعداد و شمار جاری کرنے سے ہی صاف انکار کر دیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہماری مرضی ہم جتنے چاہیں ڈالر چھاپیں۔ تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے ؟

امریکی حکومت پر قرضہ بیلین ڈالر میں	جاری شدہ امریکی ڈالر ایم ۳ بیلین ڈالر میں	سن
۲۹۰	۳۱۵	۱۹۶۰
۳۸۹	۶۷۷	۱۹۷۰
۹۳۰	۱،۹۹۵	۱۹۸۰
۳،۲۳۳	۴۱۵۴	۱۹۹۰
۵،۶۷۴	۷،۱۱۷	۲۰۰۰
۸،۱۷۰	۱۰،۱۹۱	۲۰۰۵
۱۰،۲۴۵	اعداد جاری نہیں کیئے گئے	۲۰۰۷

۱۶۹۴ء سے پہلے انگلینڈ میں اپنے پاس جمع شدہ سونے سے زیادہ کی رسیدیں (نوٹ) چھاپنا قانوناً جرم تھا۔ فرانس سے جنگ کی وجہ سے بادشاہ ولیم آف آرینج شدید مالی مشکلات کا شکار تھا۔ چند امیر سناروں نے بادشاہ کو ۱۲ لاکھ پاونڈ کی خطیر رقم ۸ فیصد سود پر اس شرط کے ساتھ قرض دی کہ انہیں اپنے پاس جمع شدہ سونے سے زیادہ مالیت کی رسیدیں (نوٹ) چھاپنے کا حق دیا جائے۔ اس طرح ۱۶۹۴ میں ولیم پیٹرسن کو بنک آف انگلینڈ بنانے کی اجازت ملی۔

"فیڈرل ریزرو" کا کہنا ہے کہ اب اس کے پاس جمع شدہ سونے کی مالیت کے اعتبار سے ڈالر چھاپنے کی ضرورت نہیں رہی ہے بلکہ وہ معاشی نقل و حرکت (اکنامک ایکٹیویٹی) کے لحاظ سے ڈالر چھاپ رہا ہے۔

ڈالر چھاپ چھاپ کر ہوتی یہ عیاشی دیکھ کر یورپ والوں کو بھی مزے لوٹنے کا خیال آیا۔ چونکہ یورپ کا کوئی ملک اتنا مضبوط نہیں تھا کہ اکیلا امریکی ڈالر کا مقابلہ کر سکے اس لئے انہوں نے مل کر "یورو" جاری کیا جسکے بعد ڈالر کی اجارہ داری میں قدرے زوال آیا۔ یورو کو اصل سہارا جرمنی کے مضبوط مارک سے ملا ہے۔

(ماخوذ از وکیپیڈیا سے)

اس مضمون کی تیاری میں انگریزی وایکی پیڈیا کے ان مضامین سے مدد لی گئی:۔

- فریکشنل ریزرو بینکنگ
- کرنسی
- منی
- لیگل ٹینڈر
- فی ایٹ منی
- منی الیوزن
- پرومیزری نوٹ
- آئی او یو
- جوز پیپر
- فریکشنل ریزرو بینکنگ پر تنقید
- گریشام کا قانون

(ماخوذ از وکیپیڈیا سے)

ج. اسلامی نقدی کا احیاء

مال کی حفاظت کے اصول اور اس بارے میں احساس ذمہ داری

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف بیت المال بنایا بلکہ بیت المال کی حفاظت کے اصول بھی سکھائے۔ آپ نے اس بیت المال کے ایک ایک دانہ کی حفاظت کی اور اس کو بے محل صرف نہ ہونے دیا۔ بیت المال کا ایک ایک اونٹ اور گھوڑا حلیہ کے ساتھ ان کے رجسٹر میں درج تھا اور اس کو اللہ کی اور قوم کی امانت سمجھتے ہوئے اس کی حفاظت فرمائی۔ بیت المال میں قیصر و کسریٰ کی دولت اونٹوں پر لدی آرہی تھی، لیکن آپ کا اپنا اس دولت میں حصہ صرف اتنا تھا جس سے ان کا معمولی گھر چلتا تھا۔ اس مال سے ادنیٰ سا ذاتی فائدہ اٹھانا وہ اپنے لئے حرام سمجھتے تھے۔ چنانچہ طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق بیماری کی حالت میں بیت المال سے معمولی سا شہد لینا بھی گوارا نہ کیا جب تک کہ مسجد میں جاکر تمام مسلمانوں سے اس کی اجازت نہ لے لی۔

ایک مرتبہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو اس میں سے صرف ایک درہم نکلا۔ انہوں نے وہ درہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایک بچہ کو دیدیا۔ سیدنا عمر کو پتہ چلا تو آپ نے درہم واپس لے کر بیت المال میں جمع کروادیا اور سیدنا ابو موسیٰ جیسے جلیل القدر صحابی رسول ﷺ کو بلا کر فرمایا تمہیں سارے اہل مدینہ میں آل عمر کے سوا اور کوئی کمزور نظر نہ آیا۔ تم چاہتے ہو کہ روز قیامت تمام امت مسلمہ کا ہاتھ میری گردن پر ہو۔

(کنز العمال جلد ۶ ص ۳۵)

آپ نے بیت المال کی اس قدر حفاظت فرمائی کہ ایک آدمی اس کے بارہ میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ علامہ ابن جوزی نے لکھاہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ سواری کو دوڑائے جارہے ہیں پوچھا امیر المؤمنین کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا بیت المال کا ایک اونٹ فرار ہو گیا ہے اسے تلاش کرنے جارہا ہوں۔ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" اذللت الخلفاء بعدک" آپ نے اپنے بعد والے خلفاء کو مشکل میں ڈال دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوالحسن یہ کوئی قابل ملامت شے نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رسالت و نبوت کے ساتھ بھیجا، اگر بکری کا بچہ بھی فرات کے کنارے جاکر گم ہو جائے تو قیامت کے دن اس کی بھی عمر سے پرسش ہو گی۔

(سیرۃ عمر بن خطاب ابن جوزی ص ۱۴۰، البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۳۶)

بیت المال کی حفاظت کے سلسلہ میں یہ واقعہ بھی کتابوں میں موجود ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے جو ایک متمول آدمی تھے، قرض مانگا۔ انہوں نے کہا امیر المؤمنین آپ بیت المال سے قرض لے سکتے ہیں۔ فرمایا لے تو سکتا ہوں لیکن لوں گا نہیں کیونکہ اگر میں ادا کرنے سے قبل مر گیا تو تم لوگ میرے وارثوں سے مطالبہ نہ کروگے اور میں یہ بار اپنے اوپر لیکر جاؤں گا۔ لہذا ایک ایسے شخص سے قرض لینا چاہتا ہوں جو میرے متروکہ سے وصول کرنے پر مجبور ہو۔

(طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۹۹)

مذکورہ بالا واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم معاشرہ کی امانت کی حفاظت کا کس قدر اہتمام فرماتے تھے، مسلمانوں کے اموال محفوظ ہاتھوں میں اور ان کی ایک پائی اپنی پوری قدر کے ساتھ محفوظ تھی۔ آج کل کسی بھی ضرورت کے وقت حکومت وقت بڑی آسانی سے نئے کرنسی نوٹ چھاپ کر افراط زر کا مرتکب ہو جاتی ہے، حالانکہ کرنسی میں افراط زر پیدا کرنا اور مال سے بڑھ کر کرنسی نوٹ چھاپنا یہ مسلمانوں کے مال میں خیانت کا ارتکاب کرنا ہے، نوٹوں کے عوض مسلمانوں کے جو اموال حکومت کے پاس ہوتے ہیں افراط زر سے ان کی قیمت کم ہو جاتی ہے اور لوگوں کے اموال چوری ہو جاتے ہیں، جس سے مسلمانوں کو بچنا ہوگا، ورنہ یہ خیانت کا ارتکاب بے برکتی اور اللہ تعالی کی ناراضگی کو مول لینے کا سبب بن جائے گا۔

اسلامی اقتصاد اس نظام کے برعکس اشیاء میں نفع کا اعلان کرتا ہے اور ان اشاء کے استعمال سے ہی لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔ اس اقتصاد نے ۱۳۰۰ سال تک اسلامی ریاست کا اقتصاد چلایا ہے۔ یہ اتنا مکمل تھا کہ سرمایہ دارانہ نظام کا بانی مفکر ایڈم سمتھ کو جسکی تصویر آج بھی برطانیہ کے ۲۰ پونڈ پر چھپی ہوئی ہے، اسکی تعریف میں قصیدے کہے۔ وہ لکھتا ہے" دنیا میں خلفاء کرام کی ریاست پہلی ریاست ہے جس کے ذریعہ دنیا نے سائنس کی ترقی کا پھل چکھا، یہ کام انھوں نے عظیم خلفاء کی زیر نگرانی میں کیا۔

الغرض اسلامی اقتصاد میں اشیاء میں نفع ہے اور اس سے اسلامی ریاست کا ہر فرد فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے :

"اور ان کو اس مال میں سے دو، جو اللہ نے تمہیں دیا ہے" (النور:۳۳) اور دوسرے جگہ ارشاد ہوا ہے ۔اس میں سے خرچ کرو، جس میں اس نے تمہیں جانشین بنایا ہے" (الحدید:۷)۔

مذکورہ بالا مضمون کے مطالعہ سے یہ باتیں واضح ہوتی ہیں کہ:

۱. اسلام میں اموال کی حفاظت کا حکم ہے لہذا مال ان لوگوں کے پاس رکھوایا جائے جو امانت کے مصداق پر پورا اترتے ہوں خواہ وہ ریاست ہو یا ادارے یا افراد۔

۲. ریاست کے ذمہ ہے کہ اگر مسلمان اس کے پاس اپنے اموال کو کرنسی کی صورت میں امانت کے طور پر رکھیں، تو وہ اس کی حفاظت کرے اور اس میں کسی طرح کی زیادہ کرنسی چھاپ کر افراط زر کا ارتکاب کر کے خیانت نہ کرے اور مسلمانوں کے اموال کو انہیں پوری قیمت پر باقی رکھ کر ان کی پوری پوری حفاظت کرے۔

۳. ریاست اگر اموال کی حفاظت کی بجائے اس میں افراط زر یا کسی اور ذریعہ سے خیانت کا ارتکاب کرے، جو ریاست اپنے اخراجات کم کرنے کی بجائے، مالی تنگی سے مجبور ہو کر کرتی رہتی ہے، تو اس کے پاس کاغذی کرنسی کی صورت میں اپنے مال کو نہ رکھوانا بہتر ہے، اس سے مسلمان کا مال گھٹتا چلا جاتا ہے۔

۴. متبادل کے طور پر اپنے مال کو اسلامی دینار یا درہم کی صورت میں رکھا جائے، جس سے فائدہ یہ ہوگا کہ نقدین یعنی سونے و چاندی میں سرمایہ کاری کی وجہ سے اس کی قیمت میں اضافہ ہوگا، جبکہ کرنسی کی صورت میں اس کے مال کی قیمت کم ہوتی جاتی ہے۔

۵. مسلمان تاجر حضرات بھی اپنا لین دین اسلامی طلائی دینار یا نقرئی درہم میں کریں تاکہ ان کے کمائے گئے اموال کی حقیقی قیمت قائم رہے اور کوئی ان سے ان کے اموال کو ہڑپ کرنے کا ارتکاب نہ کر سکے۔

٦. عام مسلمان بھی اپنا تمام لین دین دینار ودرہم سے کرنا شروع کر دیں تو وہ بہت فائدے میں رہیں گے، ان کے وہ مال جو ان کی جیب میں ہو گا یا جو گھریلو اخراجات کے لئے ان کے پاس ہو گا اگر وہ اسے دینار ودرہم کی صورت میں اپنے پاس رکھیں گے تو انہیں مہنگائی کی شکایت سے کم دوچار ہونا ہو گا، خاص کر وہ مہنگائی جو افرطِ زر سے ہوتی ہے اس سے بچت ہو جائے گی، بلکہ خود ان کے مالوں کی قیمت بھی بڑھتی رہے گی۔

کرنسی کا اسلامی تصور اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا کرنسی کا نظام اور درہم ودینار کا فائدہ ونقصان گذشتہ فصول میں ذکر کیا جاچکا ہے، ان کے اجراء کی عملی صورتیں ذیل میں پیش خدمت کی جارہی ہیں:۔

اسلامی دینار ودرہم کے احیاء کی ضرورت

ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی نقدی کا پھر سے احیاء کیا جائے، تاکہ ہر شخص کے پاس وہ سکہ ہو جو خود اپنی قدر رکھتا ہو، نہ کہ وہ کاغذی نقدی کہ جس کی اپنی قدر کوئی نہیں، اس کی قدر دوسروں اور حکومت کی مرہون منت ہے، وہ جب چاہیں اس کی قدر گھٹا بڑھا کر دوسروں کی نقدی امانت میں دھوکہ سے خیانت واستحصال کا مرتکب ہو کر اپنی ضروریات ومسائل کو حل کریں، جو صاحب زر کی امانت میں کمی اور نقدی کو کھوٹا کرنے موجب بنے جس کے ارتکاب کو شریعت اسلامیہ نے منع کیا ہے، حالیہ دور میں کچھ اصحاب بصیرت مسلمانوں نے اسلامی سکہ کے احیاء کی پھر سے کوشش کی ہے، جو بہت مبارک عمل ہے، اس کو آگے بڑھانے اور مسلمانوں کو اس کی تقلید کرتے ہوئے اس پر عمل کرنے شدید ضرورت ہے تاکہ ہر صاحب حق کا حق اسے ملے اور اس اموال کی حفاظت ہو سکے، اس کی تفصیل ذیل میں ذکر کی جارہی ہے۔

<u>سونے</u> وچاندی میں یہ خوبی ہوتی ہے کہ:

١ یہ موسمی حالات سے خراب نہیں ہوتے (جیسے زنگ لگنا) جبکہ کاغذی کرنسی پانی پسینے وہاتھ کی میل سے خراب ہو جاتے ہیں اور گل سڑ جاتے ہیں۔

٢ یہ کمیاب بھی ہیں، جبکہ کاغذ عام دستیاب ہونے والی چیز ہے۔

۳ باقی دھاتوں کی بنسبت وزن میں کم بھی ہوتے ہیں، جبکہ کاغذی کرنسی وزن میں کم تو ہوتی ہے، لیکن وزن میں کم ہونے کی وجہ سے اس کے جیب سے گرنے ہوا میں اڑ جانے پانی میں گر کے خراب ہو جانے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔

۴ ان کو ضرورت پڑنے پر کسی بھی شکل میں ڈھالا جاسکتا ہے، کاغذی کرنسی میں ایسی بات نہیں وہ ردی کے ہی کام آسکتے ہیں۔

۵ کرنسی بنانے کے بعد اگر کرنسی کا کام نہ کر سکیں تو ان کے دیگر عام کاموں میں استعمال کئے جانے کی افادیت موجود ہے، جیسے ان کو ڈھال کر زیور بنا کر استعمال کر لینا چاندی کے ورق بنا کر اسے کھانے میں استعمال کرنا وغیرہ، جبکہ کرنسی نوٹ میں ایسی بات نہیں، وہ ردی کا ڈھیر بن جاتے ہیں۔

۶ ان کے کھرے کھوٹے ہونے کو آسانی سے پرکھا جاسکتا ہے۔

۷ گذشتہ سالہا سال سے کرنسی کے طور پر اقوام عالم کے زیر استعمال رہے ہیں، جبکہ کرنسی نوٹ چند سالوں سے ہی زیر استعمال لائے گئے ہیں، اس تھوڑے عرصہ میں ہی اس مضرتیں سامنے آنی شروع ہو گئی ہیں، ایک مؤلف نے کرنسی پر کتاب لکھی ہے اور اسے قوموں کی چوری کا نام دیا ہے۔

ان سب باتوں کی روسے مناسب یہی لگتا ہے کہ کرنسی نوٹ کی جگہ سونے کے دینار اور چاندی درہم کے استعمال کو پھر سے شروع کیا جائے تاکہ امت مسلمہ ان کے فوائد وبرکات سے پھر سے مستفید ہو سکے۔

موجودہ دور میں حقیقی نقدی کی ترویج کے لئے کوششیں

ذیل میں موجودہ دور میں سونے وچاندی کے دینار ودرہم کو رائج کرنے کے بارے میں ہونے والی کوششوں کا بھی ذکر کیا جارہا ہے تاکہ جو کام ہو گیا ہے اس کا اندازہ ہو جائے اور اس سے آگے کام کو بڑھایا جاسکے:۔

أ. ملیشیا میں سونے کا دینار

ملیشیا ۲۰۰۳ء کے وسط سے اس بات کی کوشش کر رہا ہے کہ دنیا کے کچھ ملکوں کے ساتھ اپنی برآمدات ڈالر کی بجائے سونے کے اسلامی دینار میں کرے، جو اسلامی ممالک میں آپس کے تبادلہ میں اسلامی دینار کو مشترک اسلامی نقدی بنانے کی ابتداء بن سکتی ہے، اس مغربی صحافت نے اس اقدام کو "اسلامی نقدی بم" سے تعبیر کیا ہے جو کہ ایٹمی بم

سے زیادہ ہلاکت خیز ہے، اس لئے کہ اس کے کامیاب ہونے کی صورت میں امریکی ڈالر عالمی اجارہ داری وبرتری ختم ہو جائے گی۔

ملیشیا میں سونے کے اسلامی دینار کا اجراء جناب عمر ابراہیم نقرئیلو جو "سك العملات الإسلامية" کے رئیس اور دبئی کی "شركة الدينار الإلكتروني" اور "منظمة المرابطين الدولية" کے مؤسس بھی ہیں کی گراں قدر خدمات اور کاوشوں کا مرہون منت ہے، ان کے ادارے اس بات دعوے دار ہیں کہ عالم اسلامی کی وحدت ایک مشترکہ اقتصادی ترتیب کے بغیر وجود میں آنا ممکن نہیں ہے۔

ڈاکٹر عمر نقرئیلو جو اسلامی دینار کی سوچ کے موجودہ دور کے بانی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ سونے کے اسلامی دینار کے احیاء سے امریکی ڈالر کی برتری بھی ختم ہو جائے گی اور اس کی جگہ عالمی نقدی کے طور پر سونے کے استعمال کی ترتیب قائم ہو جائے گی، اس لئے کہ کرنسی نوٹ کی قیمت ہمیشہ تذبذب کا شکار رہتی ہے، جبکہ سونے کی نقدی میں یہ بات نہیں ہوتی، سونے کے قیمتی دھات ہونے کی وجہ سے اس سے بنائی گئی کرنسی اپنی قیمت اور زری طاقت کی خود ہی حامل ہوتی ہے، جس کو جب چاہا کیش کرایا جاسکتا ہے، جبکہ کرنسی نوٹ میں یہ بات نہیں ہوتی وہ ردی کے کاغذ کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

ملیشیا میں سونے کے پہلے اسلامی طلائی دینار کی ابتداء ۱۹۹۱ء میں ہوئی جس کا وزن ۲۵۔۴ گرام اور وہ ۲۲ کیرٹ کے سونے کا تھا، اس کے بعد ۲۰۰۱ء میں بھی ۲۲ کیراٹ سونے کے ۲۵۔۴ گرام کے کئی سکے جاری گئے۔

اس کے بعد مختلف حجم کے اسلامی طلائی دینار ونقرئی درہم جاری ہو کر رواج اختیار کر چکے ہیں اور لوگ ان کی افادیت کو محسوس کرنے کے ساتھ ان فوائد سے بھی مستفید ہو رہے ہیں اور یہ اسلامی تعلیمات پر مبنی سونے وچاندی کے سکے تیزی سے مقبول عام ہو رہے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو مزدور اپنی مزدوری کرکے جو معاوضہ دینار یا درہم کی صورت میں حاصل کرتا ہے اس کو افراط زر سے ہونے والی مہنگائی سے واسطہ نہیں پڑتا، جتنے درہم میں اسے آٹا دو سال قبل ملتا تھا آج بھی اتنے درہم میں اسی مقدار میں اسے آٹا دست یاب ہے، بر خلاف ان ملکوں کے جن میں کاغذی کرنسی رائج ہے کہ ان مزدور کی مزدوری جلدی

بڑھتی نہیں الٹا افراط زر کی وجہ سے اس کو ملنے والی مزدوری کی قیمت کافی تیزی سے گھٹتی جاتی ہے، جس وہ مالی ونفسیاتی دباؤ کا شکار ہوتا جاتا ہے۔

ب. متحدہ عرب امارات میں اسلامی دینار

دوسرے مرحلے میں متحدہ عرب امارات میں تجارتی اغراض ومقاصد کے لئے امارات میں تین اداروں کے تعاون سے خالص چاندی کے اسلامی درہم کا اجراء ہوا جس کا وزن ۳ گرام رکھا گیا۔

ت. انڈونیشیا کا اسلامی سکوں کی طرف ایک قدم

انڈونیشیا کا اسلامی سکوں کے لئے کوشش کو بھی زیر تحریر لانا ہے۔

Comment [m4]: یہاں انڈونیشیا کے کام کو بھی زیر تحریر لانا ہے۔

طلائی ونقرئی نقدی کے فوائد

مسلمان حکومتیں اپنے ہاں اسلامی دینار کو مضروب کر کے اپنے ملکوں میں چلالیں اگر ایسا ممکن نہ ہوسکے تو مسلمان معاشرے کے افراد اپنے طور پر ایک عالمی معیار کو قائم کر کے اس کے مطابق مضروب کر کے اسلامی دینار کے استعمال کو فروغ دیں اور اس کی خیر وبرکات سے فائدہ اٹھالیں،، جیسا کہ سابقہ سطور میں ملائیشیا اور متحدہ عرب امارات کے کچھ تاجر حضرات کی اس بارے میں کاوشوں کا ذکر ہوچکا ہے جس کے ان شاء اللہ بے شمار تجارتی ومعاشی فوائد حاصل ہوں گے، من جملہ ان فوائد کے یہ ہیں:۔

- طلائی دینار کے ذریعہ تجارتی لین دین کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ مسلمان ممالک کو تجارتی تبادلوں کو پورا کرنے کے لئے غیر ملکی کرنسی کی احتیاطی مقدار رکھنے کی محتاجی نہیں رہے گی، کیونکہ عالمی تجارت کے معاملات کو سہل کرنے اور اس کے حجم کی زیادتی کو وجود میں لانے اور خاص کر کرنسی نوٹ میں سرمایہ کاری کے کردار کو کم کرنے کے لئے طلائی دینار ایک مثالی کرنسی کا کردار ادا کرے گا، جیسا ۱۹۹۷ میں کرنسی میں سرمایہ کاری کی وجہ سے ایشیائی ممالک میں کرنسی کا بحران پیدا ہوا تھا، اس طرح کے بحران طلائی کرنسی ہی سے روکے جاسکتے ہیں۔

- اسلامی ممالک میں ایک ہی قسم کی نقدی کا استعمال ان ممالک میں تجارتی لین دین کے حجم میں اضافہ کا موجب ہو گا، نیز طلائی دینار کی شرائط کو پورا کرنے کی صورت میں طلائی کرنسی ان ممالک میں اقتصادی ارتقاء میں اہم کردار ادا کرے گی۔
- طلائی دینار جو کہ سونے سے بنایا جائے گا اور اس کی قیمت کا تعین سونے کی قیمت سے کیا جائے گا اس میں سرمایہ لگانے کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے سرمایہ کاری کے خطرات بھی ناپید ہو جائیں گے، سونا طلائی دینار کی شکل میں کوئی ادائیگی کا عہد نامہ نہیں ہے، جیسا کہ کرنسی نوٹ میں ہوتا ہے، بلکہ یہ خود ایک اپنی قدری حیثیت رکھنے والی چیز ہے، جس پر افراط زر کے کوئی اثرات واقع نہیں ہوپاتے، تحقیق سے یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ گذشتہ صدیوں میں سونے کی قیمت کو استقرار حاصل رہا ہے، برخلاف کرنسی نوٹوں کے کہ ان میں اتار چڑھاؤ لازمی چیز ہے۔
- طلائی دینار کرنسی کے تبادلہ کی لاگت کو کم کرنے میں بھی کردار ادا کرے گا، نیز طلائی دینار کے استعال سے کاروبار کی لاگت کے کم ہونے کی وجہ سے عملی طور پر غیر ملکی کرنسی کے احتیاطی ذخائر رکھنے کی ضرورت ختم ہو جائے گی، جس سے عالمی تجارت میں وسعت پیدا ہو گی۔
- مقامی کرنسیوں کے متبادل یا اس کے ساتھ ساتھ چلنے والی اسلامی نقدی کی متحد اکائی، مالی فوائض کو مالی خسارہ میں بدل دے گی اور عالمی اقتصادی مجموعوں کے سامنے ایک اسلامی بلاک کے مرکز کے طور پر تقویت دینے و مضبوط کرنے کا ذریعہ بنے گی۔
- سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ اس کرنسی میں لین دین کرنے کے قابل ہو جائے گا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کیا کرتے تھے اور مٹی ہوئی سنت کے احیاء کی صورت قائم ہو کر اسلامی معاشرہ میں سنت کے احیاء کی خیر و برکت سے مستفید ہونے کی شکل پیدا ہو گی۔

(علماء ورفقاء و تاجر حضرات)

اسلامی دینار کا وزن اور قیمت

اسلامی دینار جو خلافت راشدہ اور اس کے بعد عباسی دور سے خلافت عثمانیہ تک چلتا رہا، اسلامی دینار ۲۲ کیرٹ کے ۲۵۔۴ گرام سونے کے وزن پر مشتمل ہو تا تھا، اسلامی دینار کی اوسط قیمت اگر نکالی جائے تو ۹۸۔۷ دینار کی قیمت ۲۴ کیرٹ کے ایک اونس سونے کے برابر ہوتی تھی جس کا حساب یوں بنتا ہے:

Comment [m5]: یہاں اسلامی دینار کا وزن اور اس کے تفصیل سامنے آگئی ہے، البتہ ملیشیا میں جو سکے رائج کئے گئے ہیں ان کی ریز گاری اور چھوٹے سکوں وغیرہ کی مکمل تفصیل ڈالنی ہے تاکہ سب مسلمان ملکوں میں ایک سے ہی سکے چلیں اور مسلمان ملکوں کے سکوں کے آپس میں لین دین میں کوئی تردد و مشکل نہ ہو۔

$$4.25\ \text{g} \times \frac{22\text{k}}{24\text{k}} \times \frac{32.15\ \text{oz}}{1000\ \text{g}} = \frac{1}{7.98}$$

یعنی ہر ۹۸۔۷ دینار کا وزن ایک اونس کے برابر ہوتا تھا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک اونس وزن سونا=۹۸۔۷ دینار اسلامی اور ایک دینار = ۲۵۔۴ گرام سونا۔

(الدینار الذہبی الإسلامی–ویکیپیدیا)

اسلامی ممالک میں طلائی سکے یعنی دینار وغیرہ ہی بنیادی نقود مانے جاتے تھے اور وہ اس ملک کی اقتصادی حالت کی نشان دہی بھی کرتے تھے، جس نے ان کو مضروب کر کے جاری کیا، اس کا وزن پورا ہو اور سونے کا معیار بھی بہترین ہو یہ باتیں اس اسلامی ملک کے کی اقتصادی و معاشی مضبوطی کی طرف غمازی کرتی تھی، جیسا کہ ساسانی و فاطمی دور کے سکوں کی صورت حال تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پورا کرنے کی غرض سے کہ مسلمانوں کے سکوں کو خراب نہ کیا جائے، مسلمان حکام وسلاطین اور ٹیکسال کے منتظمین ونگران حضرات سکوں کی نقل بنانے اور جعلی سکوں کی روک تھام اور لین دین کرنے والوں کو ان کی بھلائی کی غرض سے معیاری وزن قائم رکھنے پر ابھارنے کے لئے کچھ ایسی عبارتیں لکھ ڈالتے تھے جس سے نقل وجعل سازی کی روک تھام ہو سکے، مثلاً بعض مسلمان حکمرانوں نے یہ لکھا کہ **"ملعون من يغيره"** کہ جو کوئی ان سکوں کو کسی طرح سے تبدیل کرے یا اس کی جگہ پیتل کے سکے بنا کر چلائے وہ ملعون ہے۔

اسلامی دینار و درہم کی شکل وصورت

واضح ہو کہ اسلام میں تصویر بنانا حرام ہے، اس لئے اسلامی نقود پر خلفاء، بادشاہوں وسلاطین کی تصویریں نہیں ہوا کرتی تھیں، بلکہ اسلامی ادوار میں اس کی جگہ نقود کو ذریعہ بنا کر ان سے مسلمانوں کے اخلاق کو اچھا بنانے اور ان کے ایمان ویقین کو مضبوط کرنے اور ان کے دلوں سے مال ودولت کی عظمت ومحبت کو نکالنے کا بہترین کام بھی لیا جاتا تھا، مسلمان بادشاہ وسلاطین رعیت کے لئے اس پر اہم پیغام تحریر کر کے ان کو ان نقود کے منفی اثرات سے بچانے کی تدبیر بھی کیا کرتے تھے یا اپنے لئے دین پر چلنے کی ترغیب لکھتے تھے، بلکہ ان کو لوگوں تک دعوت دین پہنچانے کا ذریعہ بھی بنا لیتے تھے، جس کی تفصیل ذیل بیان کی گئی ہے:

- ❖ اموی خلیفہ عبد الملک بن مروان نے سن ۷۷ ہجری میں جو پہلا خالص اسلامی سکہ جاری کیا اس پر کلمۂ توحید اور عقیدۂ توحید کی خصوصیات سے متعلق سورۂ اخلاص و سورۂ توبہ کی آیت کا حصہ {هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ} [التوبة: ۳۳] درج کیا۔
- ❖ بعض نقود پر احادیث مبارکہ کا کچھ حصہ مثلا "لا إله إلا الله الملك الحق المبين"، "سبحان الله وبحمده"، "لا إله إلا الله والحمد لله والله أكبر" جیسی احادیث مبارکہ کے اقتباسات لکھ لیتے تھے۔
- ❖ جبکہ بعض سکوں پر اچھی اخلاقی باتیں لکھ کر عوام الناس کے ذہنوں میں ان اخلاقی باتوں کو راسخ کرنے کی کوشش کی جاتی تھی، جیسے "بركة العمر حسن العمل" عمر میں برکت اچھے عمل میں ہے "الدنيا ساعة فاجعلها طاعة" دنیا ایک گھڑی ہے اس کو اللہ کی طاعت بنالو "طول العمر مع الطاعة من خلع الأنبياء" طاعت کے ساتھ لمبی عمر انبیاء کا شیوہ ہے "ضمن الله رزق كل أحد"، اللہ تعالی ہر ایک کے رزق کا ضامن ہے۔
- ❖ نیز پیسے دولت سے انسان میں لالچ و طمع کے پیدا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، تو اس کی تلافی کے لئے ایسی عبارت لکھ لیتے تھے، کہ جس سے اس کا تدارک ہوسکے، مثلاً "عز من قنع وذل من طمع" جس نے قناعت کی باعزت ہوا اور جس نے طمع کی ذلیل ہوا، جیسے ایمان افروز دعوتی جملے لکھے جاتے تھے۔
- ❖ نیز بعض سربراہان مملکت اپنے لئے بھی دعوت و نصیحت کے جملے لکھ لیتے تھے تاکہ خود کو بھی ان سے نفع ہو، جیسے "ثبات الملك بالعدل" ملک کی سلامتی عدل میں ہے "بركة الملك في إدامة العدل" ملک کی برکت عدل کے دوام میں ہے وغیرہ۔

الغرض سکے ہر وقت انسان کے ساتھ اس کی نظروں کے سامنے یا اس کی جیب میں رہتے ہیں، مال خاصیت یہ ہے کہ اس سے مسلمان کے اخلاق بگڑنے کا خدشہ ہوتا ہے اس لئے مسلمان خلفاء وحکام میں سے جن کو اس کی فکر ہوتی تھی وہ سکوں کو ہی معاشرے کے افراد کے ایمان کو مضبوط کرنے اور اچھے اخلاق ان میں پیدا کرنے اور ان مادیت سے بھے ہوئے سکوں سے ہونے والے نقصانات سے بچانے کی غرض سے ان سکوں کو ہی استعمال کر لیتے تھے۔

سکوں پر جغرافیائی معلومات

اسی طرح اسلامی سکوں پر جغرافیائی معلومات بھی درج کی جاتی تھیں کہ کس ملک اور سلطنت کی طرف سے یا کس علاقے کی ٹیکسال میں بنایا گیا ہے، اس وجہ سے اسلامی سکوں پر بہت سے شہروں کے نام درج شدہ ملتے ہیں تا کہ استعمال کرنے والے کو اس کا بھروسہ ہو کہ کس ملک وریاست کی طرف سے جاری کیا ہے۔

سکوں پر تاریخ اجراء کا اندارج

اسی طرح اسلامی ممالک کے سکوں پر شروع سے ہی اس کے تیار ہونے کی تاریخ بھی لکھی جاتی تھی، جس سے اس سکے کے دور حکومت کے زمانہ کا بھی اندازہ ہو تا تھا۔

اسلامی سکوں پر مختلف انداز میں ہجری تاریخ لکھی ہوئی ملتی ہے، مثلاً:

- ہجری تاریخ عربی حروف میں۔
- ہجری تاریخ نمبروں میں۔
- ہجری تاریخ حروف اور نمبر دونوں میں۔

عربی رسم الخط بہت سے خوبصورت رسوم سے مزین ہے، چنانچہ لکھائی کے انداز کے لئے سکوں پر بہت سے رسم الخط استعمال کئے گئے، من جملہ ان کے یہ بھی ہیں:

- کوفی رسم الخط اور اس کے کئی انداز۔
- خط نسخ اور اس کے کئی انداز۔
- نستعلیق اور اس کے کئی انداز۔

یہ بھی ذکر کرنا ضروری ہے کہ ان سکوں کو مختلف اسلامی نقوش اور پھول بوٹوں سے مزین بھی کیا جاتا تھا اور کبھی حاشیہ میں یا لکھائی کی خالی جگہوں یا دیگر خالی مقامات کو پر کرنے کے لئے جڑی بوٹیوں اور نقوش کو ذریعہ بنایا جاتا تھا۔

اسی طرح اسلامی سکے مختلف قسم کے سرکاری القابات وآداب سے بھی مزین ہوتے تھے، جو سکے سرکاری ٹیکسال میں جاری ہوتے تھے ان میں سرکاری القاب لکھے جاتے تھے۔

(اصل عربی مضمون، اہمیۃالنقود الا سلامیہ، محمد یوسف حسن،بتغییر وترجمہ)

حقیقی نقدی درہم دینار کادوطرفہ اور اجتماعی لین دین کاطریقہ

ابتدائی طور پر طلائی دینار کا استعمال دوطرفہ تجارتی ادائیگیوں کے لئے ہو گا، اس کے بعد اس سے متعدد ادائیگیوں کے لئے استعمال کیاجاسکے گا، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

- دوطرفہ ادائیگیوں کے لئے استعمال

یہ وہ تجارتی ادائیگیاں ہیں جو ملکوں درمیان سرانجام پائیں گی، فرض کریں کہ دوبرادر ممالک ایک پاکستان اور دوسرا سعودی عرب، اپنے تجارتی تبادلوں کی ادائیگیاں کا تصفیہ ہر تین ماہ میں ایک باربر آمدات اور درآمدات کے وقت کے تبادلہ کے نرخ سے طلائی دینار سے کریں گے۔

- کئی اطراف کے درمیان ادائیگیوں کی ترتیب

کئی اطراف کے درمیان ادائیگیوں کی ترتیب بھی دوطرفہ ادائیگیوں کی ترتیب سے مختلف نہیں ہے، البتہ اس سے کئی ملکوں کو دوطرفہ ادائیگیوں میں شرکت کرنے کا امکان زیادہ ہو جاتا ہے، بالفرض تین ممالک مثلاپاکستان، سعودی عرب اور امارات کے درمیان ادائیگیوں کی ترتیب قائم کی جاتی ہے، جن تجارتی ترتیب مشترک ہے، تووہ بھی اپنے تجارتی تبادلوں کی ادائیگیاں کا تصفیہ ہر تین ماہ میں ایک باربر آمدات اور درآمدات کے وقت کے تبادلہ کے نرخ سے طلائی دینار سے کریں گے۔

دینارودرہم سے خریداری کرنے کے مسائل

[Comment [m6: یہاں دینارودرہم سے خریداری کے مسائل شامل کرنے ہیں, کچھ مسائل اسلامی تجارت تیسرا حصہ باب نمبر بیس میں صفحہ نمبر313اور صفحہ نمبر341پر بھی انہیں دیکھنااور شامل کرناچاہیئے۔

دینارودرہم سے خریداری کرنا اور خاص کران سے سونے وچاندی کے زیورات وگیر اشیاء کی خریداری کے مسائل بھی جانناضروری ہے تاکہ مسلمان ان کالحاظ رکھ کر دینارودرہم کے ذریعہ لین دین کرے۔

باب نمبر چوبیس

اسلامی حساب کتاب کے انتظامات

اس باب میں درج ذیل فصلیں ہیں:

- پہلی فصل: اسلام میں حساب کتاب کا تصور
- دوسری فصل: حساب کتاب کے لئے اسلامی تعلیمات
- تیسری فصل: حساب کتاب کے طریقے
- چوتھی فصل: فہرست کھاتہ جات
- پانچویں فصل: حساب داری کے مراحل
- چھٹی فصل: کاروبار میں استعمال ہونے والی دستاویزات اور ان کا طریقۂ کار
- ساتویں فصل: تجارت وکاروبار کے مالی امور وحساب کتاب میں احکام الٰہیہ کی پابندی کا اہتمام
- آٹھویں فصل: کاروبار کی تعریف
- نویں فصل: اسلامی حساب کتاب کی جانچ پڑتال (اسلامی آڈٹ)
- دسویں فصل: تجارت وصنعت میں خیر وبرکت کو بڑھانے والی صفات

پہلی فصل:اسلام میں حساب کتاب کا تصور

(ذیل کا مضمون "فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ" تالیف الشیخ سامر مظہر قنطقجی سے ماخوذ ہے)

حساب کتاب کی تعریف:

امام غزالیؒ نے حساب کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے "سرمائے اور نفع ونقصان پر نظر ڈالی جائے تاکہ آمدنی اور نقصانات کا علم حاصل ہو سکے"

(الغزالی مرجع سابق ج ۴ ص ۴۰۷،۴۰۵)

اسلام میں علم حساب کتاب کی تعریف:

کسی قسم کی شرعی خلاف ورزی کئے بغیر، معین شرعی اصول اور شرعی معیاروں کے مطابق،(مالی وغیر مالی)اقتصادی تجارتی سرگرمیوں کا تجزیہ اور ان کا اندراج کرنااور مستفید ہونے والے افراد تک ان کو پہنچانے کا نام "اسلامی علم حساب داری" ہے۔

حساب کتاب کا ذکر قرآن کریم میں

محاسبہ اور اس سے مشتق کلمات قرآن کریم میں ستر مرتبہ سے زیادہ دفعہ مذکور ہوئے ہیں، چنانچہ مختلف مفہوموں کے ساتھ محاسبہ کو بیان کیا گیاہے من جملہ ان کے یہ ہیں:

محاسب کے معنی میں

[وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ] (الأنبياء:۴۷)

ترجمہ: "اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لا حاضر کریں گے۔اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں"

[وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيبًا] (النساء:٦)

ترجمہ: "اور حقیقت میں تو اللہ ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے"

[إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيبًا] (النساء:٨٦)

ترجمہ: "بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے"

حساب کتاب کے مستقل ہونے کے بارے میں

[تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ] (البقرة:١٣٤)

ترجمہ: "یہ جماعت گزر چکی۔ ان کو اُن کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمھارے اعمال (کا) اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہو گی"

[اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا] (الإسراء:١٤)

ترجمہ: "(کہا جائے گا کہ) اپنی کتاب پڑھ لے۔ تو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے"۔

اللہ تعالی نے حساب نفس میں مقابلے کے مبدء کو بیان فرمایا

[لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ] (البقرة:٢٨٦)

ترجمہ: "اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا برے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا"۔

محاسبہ کا گنتی اور اعداد و شمار کے معنی میں اور پھر جزاء وعقاب کے معنی میں بھی ذکر آیا ہے

[وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا] (الطلاق:٨)

ترجمہ:" اور بہت سی بستیوں (کے رہنے والوں) نے اپنے پروردگار اور اس کے پیغمبروں کے احکام سے سرکشی کی تو ہم نے ان کو سخت حساب میں پکڑ لیا اور ان پر (ایسا) عذاب نازل کیا جو نہ دیکھا تھا نہ سنا"۔

اسی طرح حساب کتاب اور اس کو سیکھنے کے معنی میں بھی ذکر ہے

[وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلاً مِّن رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُواْ عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلاً] (الإسراء:١٢)

ترجمہ:" اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن۔ تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی) روزی تلاش کرو اور برسوں کا شمار اور حساب جانو۔ اور ہم نے ہر چیز کو (بخوبی) تفصیل کردی ہے"

[هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاء وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُواْ عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللّهُ ذَلِكَ إِلاَّ بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ] (یونس:٥)

ترجمہ:" وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو۔ یہ (سب کچھ) اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ سمجھنے والوں کے لیے وہ اپنی آیاتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے"۔

تصدیق اور گواہ بنانے کے معنی میں

[وَابْتَلُواْ الْيَتَامَى حَتَّىَ إِذَا بَلَغُواْ النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُواْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلاَ تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُواْ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُواْ عَلَيْهِمْ وَكَفَى بِاللّهِ حَسِيبًا] (النساء:٦)

ترجمہ:" اور یتیموں کو بالغ ہونے تک کام کاج میں مصروف رکھو پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی پختگی دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کردو اور اس خوف سے کہ وہ بڑے ہو جائیں گے (یعنی بڑے ہو کر تم سے اپنا مال واپس لے لیں گے)

اس کو فضول خرچی اور جلدی میں نہ اڑا دینا۔ جو شخص آسودہ حال ہو اس کو (ایسے مال سے قطعی طور پر) پرہیز رکھنا چاہیئے اور جو بے مقدور ہو وہ مناسب طور پر (یعنی بقدر خدمت) کچھ لے لے اور جب ان کا مال ان کے حوالے کرنے لگو تو گواہ کر لیا کرو۔ اور حقیقت میں تو اللہ ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے"

حساب کرنے کی سرعت وتیزی کی معنی میں

[ثُمَّ رُدُّوا إِلَى اللهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ] (الأنعام: ٦٢)

ترجمہ: "پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک بر حق اللہ تعالی کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔ سن لو کہ حکم اسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے"

[وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّى إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا وَوَجَدَ اللَّهَ عِندَهُ فَوَفَّاهُ حِسَابَهُ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ] (النور: ٣٩)

ترجمہ: "جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے میدان میں ریت کہ پیاسا اسے پانی سمجھے یہاں تک کہ جب اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے اور اللہ ہی کو اپنے پاس دیکھے تو وہ اسے اس کا حساب پورا پورا چکا دے۔ اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے"

آیت مداینت نے حسابی اصول وضوابط کو تفصیل سے بیان کیا ہے

آیت مداینۃ جس کا تفصیل سے ذکر آگے آرہا ہے، قران کریم کی طویل ترین آیت ہے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے مبنی بر صدق وانصاف حساب کتاب لکھنے کا طریقہ بیان فرمایا ہے، اور پھر آیت کے آخر تاکید کے طور پر فرمایا ویعلمکم اللہ تم اللہ تعالی تعلیم دیتے ہیں، یہاں قابل ملحوظ بات یہ ہے کہ اس آیت کریمہ نے بے شمار حسابی تعبیرات کو واضح کیا ہے، جن تفصیل سے ذکر آگے آرہا ہے۔

حساب کتاب سنت نبویہ میں

احادیث مبارکہ میں بھی محاسبہ اور اس سے مشتق کلمات کا کئی بار اور مختلف معنی میں ذکر آیا ہے من جملہ ان کے یہ ہیں:

حضرت ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسد قبیلہ کے "ابن لتبیہ "نامی شخص کو بنی سلیم سے صدقات کے لئے مقرر فرمایا،فلماجاءحاسبه وہ شخص جب صدقات وصول کر کے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حساب لیا،انہوں نے کہا کہ یہ آپ کا مال ہے اور یہ (مجھے) ہدیہ ہے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"اگر تم اس بات میں سچے ہو تو تم اپنے ماں باپ کے گھر میں کیوں نہ بیٹھے رہے کہ تمہارے ہدیے تمہیں وہیں پہنچتے رہتے "اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال خاص اور مال عام میں معیار کو واضح فرمادیا اور رشوت کے مفہوم کو بھی اس طرح واضح کر دیا کہ کسی قسم کے شک کی گنجائش نہ رہے۔

(صحیح بخاری:۱۴۰۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (**لاأحديحاسبإلاهلك**) کہ جس کسی کا حساب کیا گیا وہ ہلاک ہو جائے گا،کیا تو اللہ تعالی نے قرآن کریم میں نہیں فرمایا:

[فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۝ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا] (الانشقاق:۷،۸)

"تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو صرف حساب پیش کیا جائے گا،البتہ جس سے پوچھ گچھ ہو گئی تو وہ یقینا ہلاک ہو جائے گا"۔

اس حدیث شریف سے حساب کی شدت اور اس کی دقت وباریکی کا اندازہ ہوتا ہے۔

(صحیح بخاری:۴۵۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اس ادھار والے کے حسن خاتمہ کی بشارت دی ہے جو اپنے دین دار کو مہلت بھی دے اور اس پر سختی بھی نہ کرے،حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حوسب رجل مما کان قبلکم الخ"پہلی قوموں سے میں ایک شخص کا حساب کتاب اللہ تعالی کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا،اس کے پاس ایک عمل کے علاوہ اور کوئی خیر کا کام نہیں ہو گا،وہ یہ کہ وہ شخص مال دار تھا اور اپنے دین داروں کے پاس جاتا تو اپنے آدمیوں کو کہتا کہ جو کوئی تنگ دست ہو اس سے در گذر کر دینا (انہیں تنگ نہ کرنا) تو اللہ تعالی فرمائیں گے کہ در گذر کرنے کے اس سے زیادہ تو ہم حق دار ہیں،لہذا اسے در گذر کر دیا جائے گا"

(سنن ترمذی:۱۲۲۸)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" عقل مند وہ ہے جو اپنے نفس کو (محاسبہ کرکے) اپنے تابع بنالے اور موت کے بعد کیلئے عمل کرے اور عاجز وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہش کے پیچھے لگادے اور اللہ تعالی سے امیدیں وابستہ کرے"

(سنن ترمذی:۲۳۸۳)

حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قول مروی ہے کہ حاسبوا أنفسکم قبل أن تحاسبوا الخ "اپنے نفسوں کا محاسبہ کرلو! قبل اس کے کہ تم سے ان کا حساب کتاب لیا جائے، اور بڑی نمائش کیلئے مزین ہو جاؤ اور قیامت کے روز اسی کا حساب آسان ہو گا جس نے دنیا میں اپنا محاسبہ کیا"۔ میمون بن مہران رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا" کھانے پینے کے بارے میں اپنا محاسبہ ایسے کرو!، جیسے اپنے شریک کار کا محاسبہ کرتے ہو"

(سنن ترمذی:۲۳۸۳)

(درج بالا مضمون "فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ" تالیف الشیخ سامر مظہر قنطقجی سے ماخوذ ہے ص ۳۳-۳۷)

قرن اول میں حساب وخزانہ کی ترتیب

اسلامی علوم و معاشرے کی بنیاد تو قرن اول ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اسلامی معاشرے کی ایسی بنیاد رکھی، جس پر آئندہ قیامت تک کی مضبوط وعالی شان عمارت اسلامیہ قائم ہوئی اس موقع پر یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ مسلمان محاسب کے علم میں آئے کہ قرن اول میں حساب وخزانہ کو کس مضبوط بنیاد پر قائم کیا گیا اور اس کی ترتیب کیا تھی۔

خزانہ وبیت المال

(ذیل کا مضمون ماخوذ از سیرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حکیم محمود ظفر صاحب، ہے)

حکومت کے محاصل جمع کرنے کیلئے ایک بیت المال (خزانہ) کی بھی ضرورت ہوتی ہے، اگرچہ سرکار دوعالم ﷺ کے زمانے میں بھی اسلامی ریاست کے محاصل اکٹھے ہوتے تھے، لیکن جہاں معروف ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے اس کے لئے بیت المال نہیں بنایا تھا، جو کچھ وصول ہوتا آپ ﷺ اس کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور دوسرے مستحقین میں تقسیم فرما

دیتے تھے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اگرچہ بیت المال قائم ہو گیا تھا اور آپ نے اس کا اہتمام اور انتظام سیدنا ابو عبیدہ بن الجراح کے سپرد کیا تھا، جو بیت المال کی آمدنی اور خرچ کا پورا حساب رکھتے تھے، اور اس کی نگرانی بھی فرماتے تھے، لیکن اس میں رقم کوئی جمع نہ تھی کیونکہ جو کچھ آتا وہ اسی وقت صحابۂ کرام اور ضرورت مندوں میں برابر تقسیم کر دیا جاتا، سیدنا ابو بکرؓ کی عادت یہ تھی کہ وہ بیت المال کی رقم عورت، مرد، چھوٹا، بڑا اور غلام و آزاد سب میں برابر تقسیم کر دیتے تھے کیونکہ سرکار دو عالمؐ کا بھی یہی دستور تھا اور صدیق نبوت کے دستور کے خلاف کیسے جا سکتا تھا؟ چنانچہ ایک مرتبہ بحرین سے مال آیا تو وہ تمام لوگوں میں برابر تقسیم کر دیا گیا اور ہر فرد کو سوا سات سو درہم ملے۔ دوسرے سال مال پہلے سے زیادہ آیا تو حسب سابق برابر تقسیم کر دیا گیا اور ہر شخص کو بیس درہم حصہ میں آئے۔

افراد خانہ اور ادارہ کے کارکنوں میں مال وانعام و بونس کو تقسیم کرنے کیلئے رہنمائی

بعض لوگوں نے اس پر اعتراض بھی کیا کہ بعض لوگوں کو دوسروں پر تفوق اور تقدم حاصل ہے اور آپ ان کی سبقت فی الاسلام کی رعایت بھی ذہن میں رکھ کر اس مال کو تقسیم فرمائیں۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں کا یہ اعتراض سن کر جواب دیا کہ تم نے جن فضائل اور سوابق کا ذکر کیا ہے ان کو مجھ سے زیادہ اور کون جان سکتا ہے۔ لیکن یہ امور وہ ہیں جن کا ثواب اللہ تعالی کے ذمہ ہے۔ یہ بہر حال معاش کا معاملہ ہے اس میں مساوات ترجیح دینے سے بہتر ہے۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اپنے زمانہ خلافت میں سرکاری خزانے (بیت المال) کے لئے ایک مکان خاص کر لیا تھا لیکن وہ ہمیشہ بند پڑا رہتا تھا کیونکہ اس میں مال جمع ہوتا ہی نہیں تھا۔ اور اس بات کی نوبت ہی نہیں آتی تھی کہ خزانے میں کچھ داخل ہو۔ چنانچہ آپ کی وفات کے وقت جب بیت المال کو چیک کیا گیا تو صرف ایک درہم نکلا۔ وہ بھی معلوم نہیں کہ کیسے بچ گیا۔ لیکن سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ شروع سال سے اس وقت تک خزانہ میں کس قدر مال آیا؟ تو انہوں نے جواب دیا "دولاکھ دینار "لوگوں کو جب یہ پتہ چلا کہ کل دولاکھ دینار آئے اور بیت المال سے صرف ایک درہم نکلا تو انہوں نے کہا "اللہ ابو بکر پر رحم فرمائے"۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد جب سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا دور خلافت آیا اور کثرت فتوحات کی وجہ سے سلطنت کی پہنائیوں میں معتدبہ اضافہ ہوا تو آپ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح تقسیم میں مساوات کا اصول

نہ اپنایا بلکہ تقسیم میں ترجیحی سلوک کیا اور فرمایا:" ابوبکر نے مال کی تقسیم کے سلسلہ میں ایک خاص رائے قائم کی تھی لیکن میں اس بارہ میں ایک دوسری رائے رکھتا ہوں۔ وہ یہ کہ جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی انہیں میں ان لوگوں کے مساوی قرار نہیں دوں گا جنہوں نے آپؐ کے ساتھ ملکر جنگ کی ہے۔

چنانچہ آپ نے جنگ بدر میں شریک ہونے والے مہاجرین وانصار کو فی کس پانچ ہزار درہم سالانہ دیا۔ پھر جن لوگوں کا اسلام اہل بدر ہی کے اسلام کی طرح تھا مگر وہ جنگ بدر میں شریک نہیں تھے 'ان کو فی کس چار ہزار دیا۔ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے لئے بارہ بارہ ہزار درہم سالانہ کا حصہ مقرر کیا'لیکن سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا کا حصہ چھ چھ ہزار مقرر کیا لیکن ان دونوں نے اتنا قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے ان سے کہا کہ "میں نے دوسری بیویوں کا حصہ مقرر کرنے میں ان کی ہجرت کا لحاظ کیا ہے" ان دونوں نے جواب دیا" آپ نے تو اس مقام کا لحاظ کرتے ہوئے ان کے حصے مقرر کئے ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک انہیں حاصل تھا اور بعینہ وہی مقام ہمیں بھی حاصل تھا"سیدنا عمر نے یہ بات تسلیم کرلی اور ان دونوں کے حصے بھی بارہ بارہ ہزار درہم کر دئے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے چچا سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو بھی آپ نے بارہ ہزار درہم سالانہ دیا۔ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا وظیفہ چار ہزار درہم مقرر کیا اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار درہم مقرر فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا:"اباجان آپ نے اسامہ کو ایک ہزار درہم مجھ سے زیادہ کیوں دیا؟ ان کے باپ کو کوئی ایسی فضیلت تو حاصل نہیں تھی جو میرے باپ کو نہ حاصل ہو، اور نہ خود ان کو کوئی ایسی فضیلت حاصل ہے جو مجھے حاصل نہ ہو؟ آپ نے فرمایا؛ اسامہ کا باپ رسول اللہ ﷺ کو تیرے باپ سے زیادہ محبوب تھا اور خود اسامہ بھی رسول اللہ ﷺ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب تھا۔ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کے لئے پانچ پانچ ہزار درہم مقرر ہوئے۔ یہ وظیفہ ان کے لئے رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان دونوں کا جو مقام تھا اس کے پیش نظر آپ نے مقرر فرمایا۔ مہاجرین وانصار کے لڑکوں کو دو ہزار فی کس کے حساب سے دیا۔ ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے عمر آپ کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا" ان کے حصہ میں ایک ہزار درہم کا اضافہ کر دو" اس پر محمد بن عبداللہ بن جحش نے آپ سے کہا" اس کے باپ کو کوئی ایسا شرف تو حاصل نہیں تھا جو ہمارے باپوں کو حاصل نہ رہا ہو؟ نہ خود ان میں کوئی خوبی ہے جو ہم میں نہ موجود ہو؟ آپ نے جواب دیا" میں نے ان کو ان کے باپ ابو سلمہ کے لحاظ سے صرف دو ہزار دیا ہے، لیکن ان کی ماں ام

سلمہ کا لحاظ رکھتے ہوئے ایک ہزار کا اضافہ کر دیا ہے۔ اگر تیری ماں بھی ام سلمہ کے ہم پلہ ہوتی تو میں تجھے بھی ایک ہزار اور دلوا دیتا" مکہ والوں اور عام لوگوں کا حصہ آپ نے فی کس آٹھ سو رکھا۔ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی عثمان رضی اللہ عنہ کو آپ کے پاس لائے تو آپ نے اس کا وظیفہ آٹھ سو درہم مقرر فرما دیا۔ پھر سیدنا نضر بن انس رضی اللہ عنہ آئے تو سیدنا عمر نے کہا کہ ان کا حصہ دو ہزار درہم رکھو۔ اس پر سیدنا طلحہ نے کہا "میں بھی ان ہی کی طرح کے ایک آدمی (عثمان) کو آپ کے پاس لایا تو آپ نے اس کا وظیفہ آٹھ سو درہم مقرر فرمایا اور نضر بن انس کے لئے آپ نے دو ہزار مقرر فرمائے؟ آپ نے یہ سن کر فرمایا" ان کے باپ احد کے دن مجھے ملے تو انہوں نے پوچھا رسول اللہ ﷺ کا کیا ہوا؟ میں نے بتایا کہ میرے خیال میں تو آپ شہید ہو گئے۔ یہ سن کر انہوں نے تلوار کھینچ لی اور نیام توڑ دی اور بولے اگر رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے تو اللہ تو زندہ ہے، وہ کبھی نہیں مرے گا"۔ اس کے بعد وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اور اس وقت عثمان کا باپ فلاں جگہ بکریاں چرا رہا تھا۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔

(کتاب الخراج ص ۴۳)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دور میں یہ پالیسی اپنائی۔ اب اتنے بڑے بڑے وظیفے دینے کے لئے ایک بیت المال کا ہونا نہایت ضروری تھا تا کہ پورا سال اس میں رقوم جمع ہوں اور سال کے بعد وہ لوگوں میں تقسیم ہوں۔ پھر سلطنت میں وسعت پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ آمدنی میں وسعت پیدا ہوئی۔ اس وجہ سے ضروری ہوا کہ حکومت کی جانب سے ایک بیت المال قائم کیا جائے۔ چنانچہ ۱۵ھ میں سیدنا ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بحرین کا گورنر مقرر فرمایا۔ وہ سال کے آخر میں پانچ لاکھ درہم کی ایک خطیر رقم اپنے ساتھ لائے۔ سیدنا عمر نے مجلس شوری کا اجلاس طلب فرما کر ان کی رائے پوچھی کہ اس مال کو کیا کیا جائے؟ کیونکہ اس سے قبل اتنی بڑی رقم کبھی نہیں آئی تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ جو رقم آئے وہ ہر سال تقسیم کر دی جائے جیسے ابو بکر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے۔ لیکن سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی۔ ولید بن ہشام نے کہا میں نے شام کے بادشاہوں کو دیکھا ہے کہ ان کے ہاں خزانہ اور دفتر کا جدا جدا محکمہ قائم ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی اس تجویز کو پسند فرمایا اور سب سے پہلے مدینہ طیبہ میں بیت المال کی بنیاد رکھی۔ یہ پورے ملک کا سب سے بڑا خزانہ تھا۔ اب اس کی نگرانی اور آمد و خرچ کے حساب کتاب کے لئے ایک افسر

خزانہ کی ضرورت تھی جو نہایت قابل بھی ہو اور دیانتدار بھی ہو۔ آپ نے نہایت سوچ بچار کے بعد مشہور صحابی رسول سیدنا عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو لکھنے پڑھنے کی اہلیت اور حساب کتاب کا نہایت ماہر ہونے کی بنا پر افسر خزانہ مقرر فرمایا۔ کام چونکہ زیادہ تھا اس وجہ سے آپ نے سیدنا عبدالرحمان بن عبید رضی اللہ عنہ اور معقیب رضی اللہ عنہ کو ان کی ماتحتی میں دے دیا۔ یہ دونوں حضرات مدینہ طیبہ میں حساب میں بہت ماہر اور دیانتدار تھے۔ سیدنا معقیب رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ ﷺ کے انگشتری بردار ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔

ماہر و دیانت دار محاسبین و کاتبین کا تقرر

دارالخلافہ میں بیت المال قائم کرنے کے بعد آپ نے ہر صوبہ اور ڈویژن کے سربراہوں کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنے اپنے صوبوں میں بیت المال بنائیں اوران کے حساب کتاب کے لئے ماہر حساب دان اور دیانتدار لوگ رکھیں تاکہ حساب شفاف اور ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہو۔ چنانچہ اصفہان میں سیدنا خالد بن حارث رضی اللہ عنہ کو اور کوفہ میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خزانے کا افسر مقرر کیا گیا۔ اس طریقہ سے تمام صوبوں اور ڈویژنوں میں افسران خزانہ مقرر کر کے بیت المال کا الگ محکمہ قائم کر دیا گیا۔ کوفہ کے بیت المال کی عمارت طبری کے بیان کے مطابق نہایت وسیع و عریض تھی۔

شعبۂ حسابات و خزانہ کی تعمیر کیلئے کفایت شعاری

عمارتوں کی تعمیر کے بارہ میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نہایت کفایت شعاری سے کام لیتے تھے۔ وہ چونے اور پتھر کی مستحکم، شاندار اور بڑی بڑی عمارتیں بنانے کے حق میں نہیں تھے۔ وہ قومی آمدنی کو عمارتوں کے منجمد سرمایہ میں صرف نہیں کرنا چاہتے تھے، لیکن بیت المال میں چونکہ چوری کا امکان بھی تھا لہٰذا ان کی عمارتیں نہایت مظبوط اور مستحکم بنائیں۔ مدینہ منورہ کے بیت المال کی عمارت بھی نہایت مظبوط بنائی گئی۔ کوفہ کا بیت المال "قصر سعد" میں تھا جس کی عمارت کو روزابہ نامی ایک ایرانی انجینئر نے تعمیر کیا تھا اور اس کے لئے سامان اور مسالہ ایرانی بادشاہوں کی عمارات سے آیا تھا۔ یہ عمارت چونکہ کوفہ کی جامع مسجد سے الگ تھلگ تھی لہذا اس میں چوری ہو گئی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جب اس نقب زنی کا پتہ چلا تو آپ نے گورنر کوفہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ بیت المال کو مسجد کوفہ کی عمارت سے ملا دیا جائے کیونکہ مسجد نمازیوں کی وجہ سے ہمیشہ پرہجوم رہتی ہے لہذا نقب زنی کا خطرہ نہیں رہے گا۔ چنانچہ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے تعمیل حکم کی

اور اس طرح چوری اور نقب زنی کی طرف سے اطمینان ہو گیا۔ مؤرخین بتاتے ہیں کہ بعد میں بیت المال کی عمارتوں پر پہرہ دار بھی بٹھائے گئے۔

بیت المال کے مداخل و مخارج کا طریقہ یہ تھا کہ ہر صوبہ کی آمدن صوبہ کے بیت المال میں جمع ہوتی اور پھر وہاں کے مصارف میں استعمال ہوتی۔ مصارف کے بعد جو رقم بچتی وہ مرکزی خزانہ میں منتقل ہو جاتی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس کے بارہ میں صوبوں کے گورنروں کے نام مختلف اوقات میں مختلف ہدایات اور احکام ارسال فرماتے رہتے تھے، چنانچہ کتابوں میں گورنر مصر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے نام ان کا یہ فرمان ملتا ہے کہ خزانہ میں جو آمدنی جمع ہوئی ہو ان میں سے مسلمانوں کے ضروری اخراجات اور وظائف دے کر جو رقم بچے وہ مرکزی بیت المال مدینہ طیبہ میں بھیج دو۔

تاریخ ایجاد کر کے حساب کتاب کی ضرورت کو پورا کرنا اور رجسٹر و حسابی کتابوں کی تیاری

بیت المال کے حساب و کتاب کے لئے مختلف رجسٹر تیار کئے گئے۔ اس وقت تک عرب میں مستقل سن کا رواج نہ تھا، لہٰذا آپ نے ۱۶ھ میں سن ہجری ایجاد کر کے اس کمی کو پورا فرما دیا۔ بیت المال کی آمدنی کے ذرائع حسب ذیل تھے:

- خراج
- عشر
- ضرائب
- غنیمت
- جزیہ
- صدقات
- محصول
- کراء الارض
- زکوۃ
- خمس
- فے
- عشور (تجارتی ٹیکس) وغیرہ

مرکزی بیت المال میں اموال کی مقدار جن کا حساب رکھا جاتا

مرکزی بیت المال کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مدینہ منورہ کے باشندوں کے وظائف اور ان کی تنخواہوں کا سالانہ خرچ تین کروڑ درہم تھا۔ اس سے حکومت کی آمدنی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یعقوبی نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حکومت کی جو آمدنی بتائی ہے وہ تقریباً ۱۱۴۵ ملین درہم اور ۱۸۹۲ ہزار دینار کے قریب ان علاقوں کی ہے جو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتح ہوئے تھے۔ (یعقوبی جلد ۲ ص ۲۷۷۔۲۷۸) ان میں سے بعض علاقوں کی آمدنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں زیادہ تھی۔ بہر حال آپ کے زمانہ کی کل آمدنی کتنی تھی، تاریخ کے صفحات سے ان کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔

بیت المال کی حفاظت کے اصول اور اس بارے میں احساس ذمہ داری

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے نہ صرف بیت المال بنایا بلکہ بیت المال کی حفاظت کے اصول بھی سکھائے۔ آپ نے اس بیت المال کے ایک ایک دانہ کی حفاظت کی اور اس کو بے محل صرف نہ ہونے دیا۔ بیت المال کا ایک ایک اونٹ اور گھوڑا حلیہ کے ساتھ ان کے رجسٹر میں درج تھا اور اس کو اللہ کی اور قوم کی امانت سمجھتے ہوئے اس کی حفاظت فرمائی۔ بیت المال میں قیصر و کسری کی دولت اونٹوں پر لدی آرہی تھی، لیکن آپ کا اپنا اس دولت میں حصہ صرف اتنا تھا جس سے ان کا معمولی گھر چلتا تھا۔ اس مال سے ادنی سا ذاتی فائدہ اٹھانا وہ اپنے لئے حرام سمجھتے تھے۔ چنانچہ طبقات ابن سعد کی روایت کے مطابق بیماری کی حالت میں بیت المال سے معمولی سا شہد لینا بھی گوارانہ کیا جب تک کہ مسجد میں جاکر تمام مسلمانوں سے اس کی اجازت نہ لے لی۔

ایک مرتبہ سیدنا ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو اس میں سے صرف ایک درہم نکلا۔ انہوں نے وہ درہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ایک بچہ کو دیدیا۔ سیدنا عمر کو پتہ چلا تو آپ نے درہم واپس لے کر بیت المال میں جمع کروادیا اور سیدنا ابو موسی جیسے جلیل القدر صحابی رسول ﷺ کو بلا کر فرمایا تمہیں سارے اہل مدینہ میں آل عمر کے سوا اور کوئی کمزور نظر نہ آیا۔ تم چاہتے ہو کہ روز قیامت تمام امت مسلمہ کا ہاتھ میری گردن پر ہو۔

(کنز العمال جلد ۶ ص ۳۵)

ایک مرتبہ آپ نے نہایت فربہ اور موٹا اونٹ مدینہ کی منڈی میں فروخت ہوتے دیکھا۔ پوچھا یہ کس کا اونٹ ہے؟ بتایا گیا کہ آپ کے صاحبزادے عبد اللہ کا۔ آپ نے عبد اللہ سے پوچھا یہ اونٹ کہاں سے آیا اور اتنا موٹا تازہ کیوں ہے؟ انہوں نے عرض کی میں نے اسے خرید کر سرکاری چراگاہ میں بھیج دیا تھا۔ یہ وہاں چر کر موٹا ہو گیا ہے اس لئے اسے فروخت کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا چونکہ یہ سرکاری چراگاہ میں چر کر فربہ ہوا ہے اس لئے تم اتنی ہی قیمت کے مستحق ہو جتنے میں خریدا تھا۔ آپ نے اس کی زائد قیمت بیت المال میں جمع کرادی۔

(کنز العمال جلد ۶ ص ۳۵)

آپ نے بیت المال کی اس قدر حفاظت فرمائی کہ ایک آدمی اس کے بارہ میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ علامہ ابن جوزی نے لکھاہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ سواری کو دوڑائے جارہے ہیں پوچھاامیر المؤمنین کہاں تشریف لے جارہے ہیں؟ فرمایا بیت المال کا ایک اونٹ فرار ہو گیاہے اسے تلاش کرنے جارہاہوں۔ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا" اذللت الخلفاء بعدک" آپ نے اپنے بعد والے خلفاء کو مشکل میں ڈال دیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوالحسن یہ کوئی قابل ملامت شے نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے جناب رسول اللہ ﷺ کو رسالت ونبوت کے ساتھ بھیجا، اگر بکری کا بچہ بھی فرات کے کنارے جاکر گم ہو جائے تو قیامت کے دن اس کی بھی عمر سے پرسش ہو گی۔

(سیرۃ عمر بن خطاب ابن جوزی ص ۱۴۰، البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۱۳۶)

اسی طرح ایک مرتبہ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اسے تلاش کرنے نکلے عین اس وقت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ آپ سے ملنے کے لئے آئے دیکھا کہ سیدنا عمر آستینیں چڑھائے ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ سیدنا احنف کو دیکھ کر فرمایا آؤ تم بھی اس میں میرا ساتھ دو۔ بیت المال کا ایک اونٹ بھاگ گیاہے اور تمہیں پتہ ہے کہ ایک اونٹ میں کتنے غریبوں کا حق ہے۔ اتنے میں ایک شخص بولا۔ امیر المؤمنین آپ کیوں تکلیف اٹھاتے ہیں کسی غلام سے فرمایئے وہ ڈھونڈ لائے گا۔ فرمایا مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہو سکتاہے۔

(کنز العمال جلد ۶ ص ۳۵۴)

بیت المال کی حفاظت کے سلسلہ میں یہ واقعہ بھی کتابوں میں موجود ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ سے جو ایک متمول آدمی تھے، قرض مانگا۔ انہوں نے کہا امیر المؤمنین آپ بیت المال سے قرض لے سکتے ہیں۔ فرمایا لے تو سکتاہوں لیکن لوں گا نہیں کیونکہ اگر میں ادا کرنے سے قبل مر گیا تو تم لوگ میرے وارثوں سے مطالبہ نہ کروگے اور میں یہ بار اپنے اوپر لیکر جاؤں گا۔ لہذا ایک ایسے شخص سے قرض لینا چاہتاہوں جو میرے متروکہ سے وصول کرنے پر مجبور ہو۔

(طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۹۹)

اس طرح کے بے شمار واقعات تاریخ کی کتابوں میں موجود ہیں۔

حساب کتاب سے متعلق وہ سنہری اصول ہیں جو قرآن وحدیث اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے ملتے ہیں یہ اور اسی طرح کے دیگر اصول سے متصف ہو کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے معاملات کو چلایا تو اس کے نتیجے میں اللہ تعالی نے انسانیت کو ان کا گرویدہ بنا دیا اور لوگ ان جیسے بننے کیلئے تیار ہوتے چنانچہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین انہیں "کونوا مثلنا" "ہمارے جیسے ہو جاؤ" کہہ کر انہیں اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دیتے تو لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو جاتے، ہمیں یہ اصول اپنے کاروبار ومعاملات میں اختیار کر کے دنیا وآخرت کی کامیابی یقینی بنانی چاہئے اور اپنے حساب کتاب کو اس سے مزین کر کے کاروبار وذریعۂ معاش میں بھی ترقی کرنی چاہئے اور غیروں کیلئے بھی دعوت کا ذریعہ بننا چاہئے۔

(مذکورہ بالا مضمون ماخوذ از سیرت سید عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حکیم محمود ظفر صاحب، ہے)

حساب کتاب اسلامی فقہ میں

اجتماعی زندگی میں فقہائے کرام رحمہم اللہ نے حساب کتاب کے اقتصادی کردار کی اہمیت کو خوب واضح فرمایا ہے، چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے معاملات میں حساب کتاب کی ضرورت کو واضح فرمایا(الغزالی مرجع سابق جزء:۱، ص:۱۶) اور حساب کتاب کی تعریف یوں بیان فرمائی کہ سرمائے اور نفع ونقصان پر نظر ڈالی جائے تاکہ اس آمدنی ونقصانات کا پتہ چل سکے
(الغزالی مرجع سابق ج:۴، ص:۴۰۵-۴۰۷)

چنانچہ اسلامی فقہ میں حسابی ارتقاء کے مراحل کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

- **احصائیات اور مردم شماری کا مرحلہ**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مجھے اسلام لانے والے لوگوں کی تعداد لکھ کر بھیجو تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہزار پانچ سو لوگوں کی تعداد لکھ کر بھیجی"۔
(صحیح بخاری:۲۸۳۲)

- **تدوین یعنی رجسٹروں و کتابوں کی تیاری کا مرحلہ**

جب مسلمانوں کے مال کی کثرت ہونے لگی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کی بنیاد پر مردم شماری ہونے لگی، اسلام میں اسبقیت کی بنیاد پر مال کو تقسیم کیا جانے لگا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر تشریف لائے، تو انہیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا لائے ہو تو عرض کیا کہ پانچ لاکھ درہم "سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ مقدار بہت ہی زیادہ لگی تو آپ رضی اللہ عنہ نے (حیرانگی سے) فرمایا کہ کیا کہہ رہے ہیں، عرض کیا کہ جی ہاں ایک لاکھ درہم پانچ دفعہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا وہ طیب بھی ہیں تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم، تو آپ رضی اللہ عنہ ممبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو! ہمارے پاس بہت سامال آیا ہے، تم چاہو تو ہم تمہیں تول دیں اور اگر چاہو تو گن کر دیدیں، ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے عجمیوں کو دیکھا کہ وہ (حساب کتاب رکھنے کیلئے) دیوان (رجسٹر) بنالیتے ہیں تو آپ بھی دیوان بنالیں۔

(النویری، مرجع سابق، ج:۸، ص:۱۹۶)

عابد بن یحیی نے حارث سے روایت کی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے (حساب کتاب رکھنے کیلئے) دواوین تیار کرنے (اور مالوں کی تقسیم کے طریقہ) کے بارے میں مشورہ کیا، تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے یوں دی کہ ہر سال جتنا مال جمع ہوا کرے سب تقسیم فرمادیا کریں اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہت سامال لوگوں پر وسعت پاتا ہوا نظر آرہا ہے کس نے لے لیا اور کس نے نہیں لیا اس کو معلوم کرنے کیلئے اگر حساب کتاب اور اعداد وشمار میں نہ لایا گیا تو معاملے کے منتشر ہونے کا خطرہ ہے، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں شام میں تھا، میں نے ان کے بادشاہوں کو دیکھا انہوں نے (لکھت پڑت اور حساب کتاب کے) دیوان اور (عسکری ضرورت کیلئے) منظم فوج ولشکر بنار کھا ہے، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے پر عمل فرمایا اور دواوین (حسابی کتابیں) تیار کروائیں اور جب لوگوں کی ترتیب دواوین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی بنیاد پر درست طریقے سے بن گئی تو پھر اسلام میں سبقت کی بنیاد پر ان کو ترجیح اور فضیلیت دی گئی۔

(النویری، مرجع سابق، ج:۸، ص:۱۹۷)

یہ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی بنیاد پر سب سے پہلی مردم شماری تھی جس میں اسلام میں سبقت کی بنیاد پر ترجیح دی گئی۔

▪ دیوانوں اور رجسٹروں کی عربی میں منتقلی

خلیفہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں عراق میں حجاج بن یوسف کے کاتب (عہدے کا نام جس کے ذمہ حساب کتاب لکھنے کا کام ہوتا تھا) صالح بن عبد الرحمن اور شام میں سلیمان بن سعد کے ہاتھ تمام حساب کتاب کو عربی میں منتقل کر دیا گیا ، جس کے بارے میں مروان کے کاتب عبد الحمید بن یحیی فرماتے ہیں کہ (معاملات اور حساب کتاب کو لکھنے والے) کاتبین پر صالح رحمۃ اللہ علیہ کا کتنا عظیم احسان ہے (کہ انہوں نے حساب کتاب کو عربی میں منتقل کر دیا)۔

(النویری، مرجع سابق، ج:۸، ص:۱۹۹)

▪ حسابی اصول و قواعد وضع کرنے کا مرحلہ

حساب کتاب لکھنے کے فن کیلئے اصول و قواعد وضع کرنے کا کام امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، امام صاحب نے ایک مکمل حسابی رہنمائی کیلئے علمی مرجع اور ضخیم کتاب تیار فرمائی، جس کے بارے میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ "میرے کچھ بھائیوں نے مجھ سے فرمائش کی میں ایک ایسی مختصر کتاب تیار کروں کہ حساب کتاب لکھنے والے محاسب کو حساب کتاب کا پورا علم اور طریقہ معلوم ہو جائے اور جس سے اسے اپنے ذمہ داروں سے منظوری لینے اور ماتحتوں کو منظوری دینے کے طریقے بھی روشن ہو جائیں"۔ حساب کتاب کے فن کو سب سے پہلے "حسابی صنعت" کا نام دینے کا سہرا امام نویری رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۷-۷۳۳ھ موافق ۱۲۷۸-۱۳۳۳ء) کے سر پر ہے، جو کتابۃ الاموال کے مترادف ہے۔

امام قلقشندی رحمۃ اللہ علیہ نے محاسبین کی اقسام اور ان کے درجات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور حقوق اور محدود مدت میں نفع (جو کمائی کا ثمرہ ہوتا ہے) کے تعین کے متعلق ان محاسبین کی افادیت اور ان کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے، اور اس کی تاکید فرمائی کہ حساب کتاب معاملات کا ستون ہوتا ہے، اس کے نتائج پوچھ گچھ و جانچ پڑتال اور تفسیر کے قابل ہوتے ہیں، اور مقامات حریری کے مصنف حریری نے اپنی کتاب مقامات حریری میں حساب کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ

جامع اور کامل و مکمل اسلامی نظام معاشرہ کا راز

اسلامی نظام میں جامعیت اور تکامل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مصدر اور اس کی بنیاد عادلانہ الہی تشریع یعنی قرآن کریم اور سنت نبویہ پر ہے، اسلامی نظام شہری و تمدنی اور تجارتی قواعد میں کوئی تفریق نہیں کرتا، اور اسی طرح اس کے ہاں عام قانون اور انتظامی قوانین میں کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ تمام معاشرہ ایک عادل و مفید عام اور کامل و مکمل اور جامع شرعی تعلیمات پر مبنی ترتیب پر قائم ہوتا ہے۔

نہج کے لحاظ سے یکسانیت

نہج کے لحاظ سے یکسانیت کی وجہ سے اسلامی حساب کتاب میں عملی تنفیذ، نظریاتی پہلو سے متصادم نہیں بلکہ اس کے مطابق وہم آہنگ ہوتی ہے، جبکہ مروجہ حسابی کتابوں سے حساب سیکھنے والوں کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ ان کو پڑھائے جانے والے حساب کتاب کی عملی تنفیذ میں نظریاتی مطابقت نہیں ہوتی، اور عملی تنفیذ علمی بحث سے منفصل وجدا ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے نتائج سے ہم آہنگ نہیں ہوتی، کیونکہ تحقیق کار اپنی علمی تحقیق کے نتائج کی عملی تنفیذ کیلئے کوشاں نہیں ہوتے۔

اسی وجہ سے فنی ادارے اور بڑی کمپنیاں وسرمایہ کار حکومتوں پر مسلسل دباؤ ڈالتے رہتے ہیں کہ ایسی حسابی پالیسیاں نہ اپنائی جائیں جو ادارے کی فطرت اور تنظیمی ضروریات سے متصادم نہ ہوں۔اس حسابی سوچ میں عدم مطابقت کا سبب یہ ہے کہ کوئی ایسی بنیادیں اور روابط مہیا نہیں ہیں جن پر حسابی سوچ کو مجتمع کیا جاسکے، اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ مختلف معاشروں کی بنیاد پر تجربوں سے قائم کی گئی حسابی سوچ میں یکسانیت اور ہم آہنگی ممکن ہی ہے۔ یہ تو صرف اسلام ہی ایسا مشترک فکری و نظریاتی نہج مہیا کرتا ہے جس میں تمام طبقات کیلئے یکسانیت اور سب میں ہم آہنگی ہوتی ہے۔

(درج بالا مضمون "فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ" تالیف الشیخ سامر مظہر قنطقجی سے ماخوذ ہے ص ۳۳-۳۷)

دوسری فصل: حساب کتاب کے لئے اسلامی تعلیمات

(فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ، الشیخ سامر مظہر قنطقجی حفظہ اللہ بتغییر یسیر)

(www.kantakji.org)

اسلامی علم محاسبہ (حساب داری۔حساب کتاب) کی تعریف

کسی قسم کی شرعی خلاف ورزی کئے بغیر، معین شرعی اصول اور شرعی معیاروں کے مطابق، (مالی وغیر مالی) اقتصادی تجارتی سرگرمیوں کا تجزیہ اور ان کا اندراج کرنا اور مستفید ہونے والے افراد تک ان کو پہنچانے کا نام "اسلامی علم حساب داری" ہے۔

علم حساب داری کے اصول قرآن حدیث سے

قرآن کریم اور احادیث نبویہ ہمیں ہر شعبۂ حیات کیلئے رہنمائی مہیا کرتے ہیں اور قیامت تک کیلئے ہمیں ایسے سنہری اصوولوں سے سرفراز کرتے ہیں جن کی آب وتاب کبھی ماند نہیں پڑتی، ذیل میں اسی سرچشمہ سے اخذ کردہ اصولوں کا ذکر کیا جائے گا۔

- ### اسلام میں علم حساب داری کی اہمیت

اسلام میں علم حساب داری کی اہمیت کے متعلق امت مسلمہ کے ائمہ کے اقوال ذکر کرنا ضروری ہے، امام قلقشندی رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۸۲۱ ہجری موافق ۱۴۱۸ء نے اپنی کتاب "صبح الاعشی" میں محاسبین کی اہمیت کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ محاسبین:

- ✓ حساب کتاب ومال کے محافظ ہوتے ہیں۔
- ✓ ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے والے۔
- ✓ ثبوتوں وشواہد کے نقل کرنے والے۔
- ✓ قابل بھروسہ سفارت کار۔
- ✓ انصاف ومیانہ روی کے علم بردار۔
- ✓ اختلاف ہونے کی صورت میں فریقین کو مطمئن وقائل کرنے والے گواہ ہوتے ہیں۔

- ✓ اور بعض ایسے پورا حساب کتاب رکھنے والے ہوتے ہیں جو بادشاہ وحکومت کا دست وبازو بن جاتے ہیں۔
- ✓ کاموں کی ترازو اور ملازمین کے نگران ہوتے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

- امن وجنگ میں اسی محکمہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔
- آمدنی واخراجات میں اسی پر انحصار کیا جاتا ہے۔
- نقصانات ومنافع کا دارومدار اسی محکمہ پر ہوتا ہے۔
- اسی محکمہ کے ہاتھ میں دینے اور روکنے کا اختیار ہوتا ہے۔

حساب کتاب کے فائدوں کو گنواتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

- ▪ اگر محاسبین کا قلم نہ ہو تو آمدنیوں کا ثمرہ ضائع ہو جائے۔
- ▪ تاقیامت غبن کا دور دورہ ہو جائے۔
- ▪ معاملات کا نظام درہم برہم ہو جائے۔
- ▪ تنقید والزامات کے اندھیروں کے سائے پھیل جائیں۔
- ▪ انصاف کی فراہمی معطل ہو جائے۔
- ▪ ظلم وزیادتی کی تلوار تن جائے۔

امام قلقشندی رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ قول کی تفصیل میں جانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حساب کتاب کے اہم امور درج ذیل ہوتے ہیں:

أ. اموال کی حفاظت ونگرانی۔

ب. سرگرمیوں کا ثبوت اور ان کا اندراج۔

ت. حسابی عمل، مبنی برعدالت وانصاف ہو۔

ث. ثبوت ودلائل کے ذریعے اختلافات میں گواہ بننے کی قابلیت۔

ج. پیسوں کی نقل وحرکت کی نگرانی (آمدنی وخرچ اور وصولی وادائیگی پر قابو پا کر)

ح. نفع ونقصان کے ذریعے سر گرمیوں کے نتائج کا تعین (امام صاحب نے سر گرمیوں کے نتائج کو کمائی کے ثمرہ سے تعبیر کیا ہے جو حسابی عمل کے جمود کو زیادہ ختم کرتا ہے)

خ. حسابی عمل سے متاثر ہونے والے تمام فریق کے حقوق کی نگرانی۔

د. حسابی عمل قابل وضاحت ہو۔

ذ. حسابی عمل عند الضرورة، ثابت کئے جانے کے قابل بھی ہو۔

◆ اسلام میں حساب کتاب کے علم کی ابتداء

حسابی عمل میں دہرے اندراج کے نظام کو اگرچہ عالمی طور پر لوقاباشیلیو سنہ ۱۴۹۴ء کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے، اگرچہ کچھ حسابی کام پہلی قوموں مثلاً فراعنہ، اغریق، رومیوں میں بھی ملتے ہیں لیکن اسلام نے علم حساب داری میں بنیادی قواعد اور اصول وضع کر کے حساب وکتاب میں تمام اقوام پر سبقت حاصل کی ہے چنانچہ امام نویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "نهاية الارب فى فنون الادب" میں علم حساب داری کے متعلق بیان کرتے وقت لکھتے ہیں کہ جب میں نے علم حساب داری کے قواعد لکھنے شروع کئے تو مجھے اس فن میں کسی مصنف کی کوئی کتاب نہیں ملی، لہذا اس سے یہ معلوم ہوا کہ علم حساب داری میں فقہائے اسلام نے اپنے زمانے میں بنیادی کام کیا ہے۔

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ "لوقاباشیلیو" سے ۲۱۶ سال قبل گذرے ہیں اور انہوں نے حساب کتاب کو کتابوں میں درج کرنے کے اصولوں کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، اس میں کھاتہ بنام "جنرل لیجر" میں اندارج کے قواعد بیان کرتے وقت دہرے اندراج کے اصول کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی ترتیب یہ ہوگی کہ یادداشت کے دائیں طرف جمع فلاں اور اس کے مقابلے میں بنام فلاں درج کیا جائے گا۔

اس میں شک نہیں کہ حکمت تمام انسانیت کی ملکیت ہوتی ہے اور ہمارے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ "إن الحكمة ضالة المؤمن أينماوجدها فهو أحقبها" کہ حکمت مسلمان کی گم کردہ چیز ہوتی ہے، جہاں بھی ملے وہ اس کا زیادہ حق دار ہوتا ہے لیکن واضح کرنے کی بات یہ ہے کہ علوم حسابیہ کو اسلاف امت نے اسلامی بنیادیوں پر قائم کیا تھالہذا یہ علوم ان ہی کی ملکیت اور ان کی میراث ہیں۔ بلکہ حقائق نے ثابت کر دیا ہے کہ اہل مغرب نے بہت سے علوم کے قواعد اور بنیادیں علمائے اسلام کے علوم سے لیں، پھر انہیں اسلام کے مزاج اور اخلاقی پابندیوں سے مبرا کر کے زیر استعمال لا کر انہیں اپنے مفکرین کی طرف منسوب کر دیا۔

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۲۷۸ء میں جو حسابی اصول و قواعد بیان کئے، آج بھی محاسبین کو اسی طرح ہی استعمال کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے، جیسے واجبات وادائیگوں کے متعلق امام صاحب فرماتے ہیں، کہ بقایاجات کا گوشوارہ بناتے وقت کام کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ اسی طرح سے بنائے جس میں واحبات اور ادائیگیوں کی فہرست بنائی جائے۔اور اسی طرح روزنامچہ کے بارے میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ "روزنامچہ بھی واجب الاداء اور واجب الوصول دونوں کو شامل ہو گا" وغیرہ وہ حسابی قوانین و قواعد ہیں جنہیں آج بھی ہو بہو استعمال کئے بنا چارہ نہیں ہے اور یہ حقیقت ہے کہ امام نویری رحمہ اللہ حسابی اصول و قواعد کو جتنی باریکی اور تفصیل سے ۱۲۷۸ء میں بیان کر گئے ہیں اس کا مقابلہ آج کل کے دور سے ممکن نہیں ہے۔

اسی طرح حساب کی جانچ پڑتال کا بھی حال ہے، خلافت عباسیہ کے وزیر "علی ابن عیسی متوفی" ۳۱۳ھ،۹۲۶ء نگرانی اور جانچ پڑتال کے متعلق بیان کرتے ہیں اگر ہم چھوٹی چھوٹی چیزوں کی جانچ پڑتال نہ کریں تو بڑی بڑی چیزیں ہم سے ضائع ہو جائیں گی اور یہ جانچ پڑتال ایسی امانت ہے جسے چھوٹے کاموں میں ادا کرنا بھی ضروری ہے اور بڑے کاموں میں بھی، اس کا فائدہ یہ ہے کہ ہم سے معاملہ کرنے والوں کو جب یہ معلوم ہو گا کہ ہم ان کے امور کے متعلق اتنا اہتمام کرتے ہیں وہ خود ہم سے امانت داری سے پیش آئیں گے اور خیانت کرنے سے خائف ہوا کریں گے۔نیز وہ فرماتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں میں جانچ پڑتال کو ترک کرنا اندرونی طور پر بڑی مشکلات میں ڈالدیتا ہے اور بیرونی معاملات میں جانچ پڑتال معاملات کنندہ کے اعتماد کا موجب ہوتی ہے۔

واضح ہو کہ عہد خلافت عباسیہ میں بیرونی معاملات کی جانچ پڑتال کیلئے ایک الگ ادارہ بنایا گیا تھا جس کا نام **"زمام الازمۃ"** ہوتا تھا۔

موجودہ مالی بحران کی وجہ بھی شاید یہی بنی ہے کہ نگرانی اور جانچ پڑتال کے اصول جن کے اہتمام کرنے کی اسلام ترغیب دیتا ہے کو چھوڑا گیا یعنی کمپنیوں کے حسابات کی صفائی و نگرانی کی کمی ہی کی وجہ سے سرمایہ کاروں کے اعتماد کا فقدان بحران کی مرکزی وجہ بنا، چنانچہ حال ہی میں امریکہ کی سینٹ نے قرارداد منظور کی ہے کہ ایسا قانون بنایا جائے جس سے نگرانی اور جانچ پڑتال کرنے والی کمپنیوں کی نگرانی کرکے، جانچ پڑتال اور حساب کتاب کے عمل کو صاف و شفاف بنایا جائے تاکہ سرمایہ کاروں کا اعتماد بحال ہو سکے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاشرے کی بنیادوں میں کچھ خلل اور کمی موجود ہے کہ جس کی وجہ سے ایسے

بحران جنم لے رہے ہیں، کیونکہ حساب وکتاب میں غلط بیانی اور اعداد وشمار کی غلطیاں اور کاروبار کے رازوں کو نہ چھپانا بلکہ دوسروں کو بیچ دینا اور مصلحتوں کے جھگڑوں کو وجود دینا وغیرہ معاشرے کے اندر اجتماعی طور پر ان غلطیوں کا وجود یہ سب اس معاشرے کے اندر کی بنیاد میں خلل وکمزوری کی نشاندہی کرتا ہے۔

چنانچہ "آرتھر انڈرسن چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ" نامی جانچ پڑتال کرنے والی کمپنی کو قصوروار ٹھہرایا گیا کہ وہ ہی اس تمام مالی بحران کی ذمہ دار ہے، جبکہ یہ اور اسی طرح کی دیگر کمپنیاں ہی دنیا میں جانچ پڑتال کرنے کا معیار بناتی رہی ہیں، یہ معیار ایسے تھے جو ان کمپنیوں کو ہی فائدہ دیتے تھے نہ کہ ان معیاروں کو حساب کتاب میں استعمال کرنے والوں کو۔

ذیل میں مروجہ اور اسلامی حساب داری کے اصول وقواعد کے فرق کو بیان کیا جارہاہے تاکہ واضح ہو کہ اسلام کے ہر شعبے میں اصول کتنے عظیم اور انسانیت کیلئے کتنے زیادہ مفید ہیں۔

(ماخوذاز "دور الحضارة الإسلامية في تطوير الفكر المحاسبي" الشيخ سامر مظهر قنطقجي حفظه الله واختصار)

(www.kantakji.org, kantakji@kantakji.org)

اسلامی حساب کتاب کے معاملات کی فقہ کے اہم اصول وضوابط

مال کے متعلق اسلام کا تصور اور اس کے متعلقہ اصول

عمومی طور پر لوگوں کے نزدیک مال و دولت اہمیت کا حامل ہے اور اس کی فروخت پر بہت زور دیا جاتا ہے اس لئے اسلام نے اس کے متعلق تصور اور اس کے کردار کو واضح کیا ہے اور اس کے متعلق قواعد وضوابط کو بیان کیا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے

[وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ] (البقرة:١٥٥)

ترجمہ:"اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے تو صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) بشارت سنادو"۔

مال کے ناجائز استعمال کی ممانعت

اسی طرح اس اہمیت کے بعد اسلام نے یہ بھی بتایا ہے کہ مال کو ناجائز طریقے سے مت استعمال کرو (مثلاناجائز طریقے سے مال حاصل کرنا، رشوت وغیرہ) چنانچہ ارشاد ربانی ہے

[وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُواْ بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُواْ فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ] (البقرة:۱۸۸)

ترجمہ:"اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوۃً) حاکموں کے پاس پہنچاؤ تاکہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھاجاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو"۔

اور اسلام نے اس بات کو سختی کے ساتھ بیان کیا ہے کہ مال کا غلط استعمال جیسا کہ سود کھانے والے (بغیر حق کے مال کمانے والے) وہ ہمارے ساتھ لڑائی مول لینے کی غلط ترتیب پر ہیں ان توبہ سود کو چھوڑنے سے ہی ہو گی، اپنے سرمائے پر اکتفاء کرنا ہی حقیقی عدل ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے

[فَإِن لَّمْ تَفْعَلُواْ فَأْذَنُواْ بِحَرْبٍ مِّنَ اللّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لاَ تَظْلِمُونَ وَلاَ تُظْلَمُونَ] (البقرة:۲۷۹)

ترجمہ:"اگر ایسا نہ کرو گے تو خبردار ہو جاؤ (کہ تم) اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کے لئے (تیار ہوتے ہو) اور اگر توبہ کر لو گے (اور سود چھوڑ دو گے) تو تم کو اپنی اصل رقم لینے کا حق ہے جس میں نہ اوروں کا نقصان اور نہ تمہارا نقصان"۔

سرمایہ اور اس کے لین دین کا طریقہ

ان اصولوں سے حسابی اصولوں کی تعبیرات روشن ہونا شروع ہوتی ہیں، جن میں سے سب سے پہلی اور اہم چیز سرمایہ اور اس کا لوگوں سے لین دین کا طریقہ ہے، لیکن اسلام نے سرمائے اور مال کو مطلقا آزاد نہیں چھوڑا (جیسا کہ آج کل مروجہ سرمایہ دارانہ نظام میں ہے) بلکہ اس کے اجتماعی کردار کو واضح کرکے اس کا پابند کیا ہے چنانچہ اگلی آیت میں ارشاد ربانی ہے:

[وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ وَأَن تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ]

(البقرۃ:۲۸۰)

ترجمہ: "اور اگر قرض لینے والا تنگ دست ہو تو (اسے) کشائش (کے حاصل ہونے) تک مہلت (دو) اور اگر (زر قرض) بخش ہی دو تو تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے بشرطیکہ سمجھو"

چنانچہ شریعت مطہرہ نے مال کے لئے دین کا ادب بھی واضح کیا اور اس اجتماعی کردار کیا یہ بھی بیان کردیا بلکہ مال وسرمائے کے کردار کا ایک ایسا مفہوم بھی بیان کردیا جو کہ اس سے قبل سرمائے کے لئے متصور نہیں تھا وہ ہے صدقہ کر دینا اور اسے "آسانی" کے ساتھ سہولت دینے سے ممتاز کیا، تو کلمۂ تصدق یعنی صدقہ کردینا شکل میں ڈوب جانے والے یا ناپید ہونے والے واجبات کے ساتھ مترادف قرار دیدیا گیا لیکن معنی اور ہدف کے لحاظ سے اس سے متجاوز ہے۔

مال کا اپنا کوئی کردار نہیں

مال کا اپنے طور پر اجتماعی لحاظ سے کوئی کردار نہیں ہے جب تک اس کے متعلق احکام شرعیہ کی پابندی نہ کی جائے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے

[لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ] (الأنفال:۶۳)

ترجمہ: "اور اگر تم دنیا بھر کا (مال و) دولت خرچ کرتے تب بھی ان کے دلوں میں الفت نہ پیدا کرسکتے"

جس کا مطلب یہ ہے کہ مال کا اپنا کوئی کردار نہیں ہے، دنیا بھر کا مال ودولت کچھ نہیں کرسکتا۔

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُب بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلاَ يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّهُ فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّهَ رَبَّهُ وَلاَ يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئاً فَإن كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهاً أَوْ ضَعِيفاً أَوْ لاَ يَسْتَطِيعُ أَن يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُواْ شَهِيدَيْنِ من رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاء أَن تَضِلَّ إْحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى وَلاَ يَأْبَ الشُّهَدَاء إِذَا مَا دُعُواْ وَلاَ تَسْأَمُوْاْ أَن تَكْتُبُوْهُ صَغِيراً أَو كَبِيراً إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللّهِ وَأَقْومُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلاَّ تَرْتَابُواْ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلاَّ تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوْاْ إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلاَ يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلاَ شَهِيدٌ وَإِن تَفْعَلُواْ فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُواْ اللّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّهُ وَاللّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ] (البقرة ۲۸۲)

ترجمہ:"اے ایمان والو جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہئے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا انصاف سے اور انکار نہ کرے لکھنے والا اس سے کہ لکھ دیوے جیسا سکھایا اس کو اللہ نے سو اس کو چاہئے کہ لکھ دے اور بتلاتا جاوے وہ شخص کہ جس پر قرض ہے اور ڈرے اللہ سے جو اس کا رب ہے اور کم نہ کرے اس میں سے کچھ پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے بے عقل ہے یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا تو بتلاوے کارگذار اس کا انصاف سے اور گواہ کرو دو شاہد اپنے مردوں میں سے پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے کہ جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو یاد دلاوے اس کو وہ دوسری اور انکار نہ کریں گواہ جس وقت بلائے جاویں اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو معاملہ یا بڑا اس کی میعاد تک اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے گواہی کو اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو مگر یہ کہ سودا ہو ہاتھوں ہاتھ لیتے دیتے ہو اس کو آپس میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اس کو نہ لکھو اور گواہ کر لیا کرو جب تم سودا کرو اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ اور اگر ایسا کرو تو یہ گناہ کی بات ہے تمہارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ تم کو سکھلاتا ہے اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے"۔

ادھار فروخت یا قرض کا لین دین:

پہلے صدقہ خیرات کی فضیلت اور اس کے احکام بیان فرمائے اس کے بعد رِبٰو اور اس کی حرمت اور برائی مذکور ہوئی اب اس معاملہ کا ذکر ہے جس میں قرض ہو اور آئندہ کسی مدت کا وعدہ ہو اس کی نسبت یہ معلوم ہوا کہ ایسا معاملہ جائز ہے مگر چونکہ معاملہ آئندہ مدت کے لئے ہوا ہے بھول چوک خلاف نزاع کا احتمال ہے اس لئے یہ ضرور ہے کہ اس کا تعین اور اہتمام ایسا کیا جائے کہ آئندہ کوئی قضیہ اور خلاف نہ ہو۔

یہ آیت کریمہ قران کریم کی سب سے لمبی آیت ہے۔اس آیت کے متعلق فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس کا حکم مندوب کے درجے میں ہے واجب نہیں ہے۔ لیکن اس آیت سے حساب داری کی کتابت کیلئے بہت سے اصول وآداب ملتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

- لکھنے والا انصاف سے لکھے (حساب کی کتابوں میں لکھنے اور حساب کو کتابوں میں درج کرنے کیلئے انصاف کے تقاضے پورے کرنے ہونگے)
- کسی انصاف کی بات کو لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے (حساب میں درج کرتے وقت کوئی اندراج رہ گیا اور حق دار آکر اس کے اندارج کا مطالبہ کرے تو اس کے اندراج سے انکار نہ کرے)
- محاسب کو حساب داری کا علم اللہ نے سکھایا ہے (علم محاسبہ وحساب داری اللہ تعالی نے سکھایا ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ اس کو دوسروں کے فائدے میں انصاف سے کام میں لائے اور اس سے انکار نہ کرے)
- جس کے ذمے قرض ہو وہ بتلاتا جائے (قرض لینے ودینے والے میں زیادہ حق لکھتے وقت اس کا ہے جس کے ذمے قرض ہو)
- کاروباری معاملات میں بہت سی صورتیں ادھار فروخت وخرید دوسرے واجبات ملازمین کی تنخواہیں وحقوق حق داران وقرض وغیرہ یعنی واجب الوصول اور واجب الاداء کی جتنی بھی صورتیں ہوتی ہیں وہ سب اسی آیت کے ذیل میں آئیں گی۔
- کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے کی چھوٹا معاملہ ہو یا بڑا (کوشش کی جائے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز حساب میں لائی جائے)
- اس لکھنے میں پورا انصاف ہے (یعنی حساب کو لکھ کر ضبط میں لانا پورا انصاف ہے)
- اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو (حساب کے لکھنے سے شبہ سے بہت زیادہ بچت ہو جاتی ہے، حتی کہ اخراجات اور فروخت وآمدنی کے لکھنے سے نفع ونقصان وغیرہ کا نکالنا اور زکوۃ وغیرہ کا تجارت میں بنانا سب حساب میں لانے اور لکھنے سے ہی ممکن ہے)

- جو سودا ہاتھوں ہاتھ لیتے ہو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم اس کو نہ لکھو جو فروخت نقد ہو اور اس کی ادائیگی ہو گئی ہو اس کو اس خریدار کے نام ڈالنا ضروری نہیں ہے۔
- کاتب نقصان نہ کرے(لکھنے والا کسی طرح متعلقہ اور اہل لوگوں کا لکھنے سے نقصان نہ کرے)
- اگر ایسا کروگے تو یہ فسق کی بات ہے(تاکید کیلئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ اگر اسی لاپرواہی کرلی تو یہ فسق کرنا ہوگا)
- اللہ سے ڈرتے رہو(حساب کتاب میں تقوی اختیار کرنا بہت ضروری ہے، محاسب کو متقی ہونا چاہئے)
- اللہ تم کو سکھلاتا ہے(اللہ نے ہی علم حساب تم کو سکھلایا ہے اور تقوی اختیار کروگے تو وہ اور علم دے گا)
- اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے(یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالی کو تمہارے حساب کتاب کے لکھنے کے متعلق علم نہیں ہے، اللہ تعالی ہر چیز کو جانتا ہے)

مختصر یہ ہے کہ حساب دان کو تقوی اختیار کرتے ہوئے بغیر کسی غفلت کے ہر چھوٹی وبڑی حسابی چیز کو پوری ذمہ داری سے ایسے طریقے سے لکھنا جس سے انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہوں اور کسی کے ساتھ زیادتی وحق تلفی نہ ہوتی ہو ضروری ہے، اسے ایسا کرکے اس آیت کریمہ کے احکامات پر عمل کرکے اپنے لئے علم حساب میں برکت کے وعدۂ ربانی سے فائدہ اٹھا کر دیناوآخرت بنانی چاہئے۔

اس کے بعد آیت حساب لکھنے اور درج کرنے یا ادھار پر لینے دینے کی آیت مذکورہ بالا آیت کے فورا بعد آئی ہے، اس آیت میں مندرجہ ذیل حسابی تعبیرات واضح ہوتی ہیں:

أ. دین یعنی ادھار۔

ب. ادھار کی مقدار۔

ت. ادھار کی مدت۔

ث. ادھار کو لکھنے والے۔

ج. لکھنے میں عدل وانصاف۔

ح. کس کی وضاحت واقرار حساب میں درج کرنے کیلئے قابل اعتبار ہوگی۔

خ. مخصوص حالات۔

د۔ گواہ۔

ذ۔ لکھنے سے مقصود۔

ر۔ استثنائی حالات وغیرہ۔

جدید و منفرد مالی اصول و قواعد

غرضیکہ شریعت اسلامی نے منفرد انداز میں ایسے جدید مالی وحسابی اصول وضع کئے جو اس سے قبل ناپید تھے بلکہ اسے دینی فریضہ اور عبادت قرار دیدیا چنانچہ یہ اصول روحانی ومادی دونوں پہلوؤں سے ممتاز ہو گئے اور ان اصولوں میں ہر اصول کیلئے الگ حسابی ترتیب و قاعدہ موجود ہے۔

زکوۃ کیلئے الگ اصول و مصارف

چنانچہ زکوۃ کیلئے الگ اصول اور مصارف ہیں اور اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ اسے اس کے محل کے علاوہ کہیں اور خرچ کیا جائے، چنانچہ اسلامی علم حساب داری نے اس تخصیص کا مفہوم حاصل کیا ہے یعنی آمدنی واخراجات کی تخصیص پھر شریعت نے ایک زیادہ ترقی یافتہ مالی مفہوم عطا کیا جو اسلام کے علاوہ کسی اور پاس نہیں وہ ہے پیداوار کی وطنیت کہ اشیاء ونقد اموال کو اس جگہ لگانے کو ترجیح دی جائے جہاں سے وہ حاصل ہوں اور جو اس سے زائد ہو اسے بیت المال منتقل کیا جائے اور آمدنیوں کو نقد اور عینی (اشیاء۔ سامان) میں تقسیم کرکے ان کو منتظم کردیا اسی طرح زکوۃ کے متحقق ہونے میں دہرے نظام اور ازدواجیت کی مشکلات کو بھی ختم کردیا۔

میراث کیلئے الگ قواعد

میراث کا نظام بھی مضبوط ریاضی کی بنیاد پر لایا گیا، جس کی انسانیت اس سے قبل نظیر پیش نہیں کرتی جو عدل وانصاف کی بنیاد پر تقسیم کا ایسا نظام ہے جس میں ہر فرد کی خاندان میں اہمیت و نفع رسانی کے اعتبار سے نمائندگی اور اس کے حقوق کی حفاظت ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے

[مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا] (النساء:۷)

ترجمہ: " حصہ تھوڑا ہو یا بہت۔ اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی، یہ حصے (اللہ کے) مقرر کئے ہوئے ہیں"

لہذا اسلام نے لوگوں کو ترکہ میں سے حصہ دے کر انہیں معاشرے میں بہتر حصہ دار بنایا نہ کہ معاشرے کا مظلوم اور پسا ہوا اور معاشرے پر بوجھ بننے والا طبقہ۔

حلال حرام کا قانون اور اس کی پابندی کی تعلیم

اسلام نے ہر فرد کو حلال و حرام کا پابند بنایا اور حلال و حرام کے علم کو حاصل کرنے کو ضروری قرار دیا تا کہ اسے حدود شریعت کا پتہ ہو ورنہ وہ لاعلمی میں شریعت کی خلاف ورزی کر کے حرام کا مرتکب ٹھہرے گا چنانچہ جیسا کہ دوسرے حصے میں بھی گذرا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانۂ خلافت میں بازار میں چکر لگایا کرتے اور تاجروں کو درہ لگایا کرتے اور فرماتے کہ ہمارے بازاروں میں صرف وہی خرید و فروخت کرے جسے تجارت کی علم فقہ حاصل ہو ورنہ وہ ربا یعنی سود کھالے گا، اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں ایک باب "باب علم الکسب" کے نام سے باندھا ہے اور اس میں فرماتے ہیں کہ ہر کمائی کرنے والے مسلمان پر علم کسب کا حاصل کرنا واجب ہے، کیونکہ علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے اور یہ کمائی کرنے والا مسلمان اس کے متعلقہ علم کو سیکھے گا جس کا وہ ضرورت مند ہے، امام غزالی رحمہ اللہ نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ مسلمان سرمایہ کار کی صفت یوں بیان فرمائی کہ وہ شخص اقتصاد کا رتبہ حاصل نہیں کر سکتا ہے جو معیشت کی طلب میں سداد اور درستگی کے نہج کو لازم نہ پکڑے۔

شریعت اسلامی نے "علم حساب داری" کا پورا احاطہ کیا ہے اس کے قواعد چودہ سو سال سے آزمودہ ہیں

یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے کہ شریعت اسلامی نے "علم حساب داری" کا پورا احاطہ کیا ہے اور اس کے لئے ایسے افکار و قواعد و اصول وضع کئے ہیں جسے اسلامی دنیا نے چودہ سو سال استعمال کیا ہے اگرچہ اسے مختلف ناموں مثلا "کتابۃ الاموال" اور "علم الحساب" وغیرہ سے موسوم کیا ہے اور کسی ریاست کا دس صدیوں سے زیادہ معرض وجود میں رہنا جس نے دنیا کو مختلف میدانوں میں معرفت اور علوم سکھائے ہوں اور جس کے علوم ابھی بھی اہل مغرب کی یونیورسٹیوں میں پڑھائے جاتے ہوں، اور جس کے دین میں حساب و جانچ پڑتال کی تعلیمات داخل ہوں کیا وہ علم حساب داری اور جانچ پڑتال کے نظام اور اس کی اہمیت سے غافل ہو گی۔ کیونکہ کوئی بھی ادارہ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا کامیابی سے اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک کہ

اس کے پاس حساب کتاب اور جانچ پڑتال کی مضبوط ترتیب قائم نہ ہو۔ تو یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ ایسی خلافت یا اسلامی حکومت جس نے دنیا پر دس صدیوں سے زیادہ عرصہ کامیابی سے حکومت کی ہو اس کے لئے یہ سب کچھ، حساب کتاب اور جانچ پڑتال کی مضبوط ترتیب قائم کئے بغیر ممکن ہو سکا ہو۔

اسلامی حساب کتاب پر مشتمل سب سے پہلا مجموعہ

چنانچہ امام نویری رحمۃ اللہ علیہ ۷۳۳ھ۔۱۳۵۵ء نے علم حساب داری میں اسلامی اصول و قواعد کی بنیاد پر حسابی پیشہ ورانہ فنی مہارت کے متعلق ایسے مجموعے کو تیار کیا جس کی اس سے قبل تاریخ میں نظیر نہیں ملتی جس میں امام صاحب نے واضح کیا کہ اس مجموعہ میں علم حساب داری اپنی سیاست اور اور اس کو نافذ کرنے کے لحاظ سے جدید ہو گیا اور علماء ومشائخ کی جماعت جو علم حساب داری کی صنعت میں محترف وماہر تھے کا اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ اس سے قبل علم حساب میں اتنی مہارت والی انہیں کوئی کتاب نہیں ملی اور یہ ایسی کتاب بن گئی ہے جو ہر کسی کیلئے کافی وشافی ہو گی۔

محاسب کیلئے حساب کتاب میں شریعت کی پابندی بھی ضروری ہے

احکامات الہیہ کا پاس رکھتے ہوئے حسابی عمل میں احتیاط کو اختیار کر کے حساب کتاب کو ختم اور بند کرے کیونکہ تطفیف یعنی کمی کرنا کسی بھی معاملے میں ہو اسلام نے منع کیا چنانچہ محاسب سے نہ شرکاء مالک کاروبار کے حق میں کمی کی گنجائش ہے اور نہ دیگر ادارے میں کام کرنے والوں یالین دین کرنے والوں کے حقوق میں۔

اسلامی محاسب کے سامنے یہ واضح ہونا چاہئے کہ فقہاء نے جو اصول وضع کئے ہیں ان کی پابندی ہو، کیونکہ شریعت مطہرہ کی پابندی کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتی اور اسلامی اصولوں سے زیادہ بہتر اصول ابھی معرض وجود میں ہی نہیں آئے ہیں اور انہی اسلامی علوم نے اپنی افادیت منوائی اور دنیا کو روشن ومنور کیا ہے اور ہمیں علم حساب کتاب کے اسلامی اصول ہی اپنانے اور انہیں اپنے علماء وفقہاء ہی کی طرف منسوب کرنا چاہئے مثلاامام قلقشندي اور نويري اور غزالي اور آبو جعفر دمشقي اور ماوردي اور الخوارزمی رحمھم اللہ تعالی جنہوں نے علم حساب کتاب کی بڑے پیمانے میں بنیادیں ڈالیں اور اس کے اصول بنائے اور اس کے قواعد وضع کر کے کئی سو سال قبل علم حساب کتاب کی بڑی بڑی کتابوں میں لکھ کر چھوڑ گئے، نہ کہ ہم فن حساب داری کو لوقا بشیلیو کی طرف منسوب کریں جو کئی سو سال بعد میں آئے۔

فقہاء کا علم حساب کتاب کو مختلف ناموں سے موسوم کرنا

فقہاء کرام وائمۂ عظام "**علم حساب کتاب**" کو اپنے لحاظ سے الگ الگ نام سے موسوم کرتے ہیں چنانچہ امام نویری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتابوں میں علم حساب کتاب کو "**صناعۃ الحساب**" کے نام سے اور قلقشندی رحمہ اللہ "**کتابۃ الاموال**" کے نام سے اور امام غزالی علیہ الرحمۃ "**علم الکسب**" کے نام سے اپنی تالیفات میں موسوم کرتے ہیں۔

حساب کتاب میں شرعی پابندیوں سے بچنے کیلئے یہ دعوی کہ اسلام میں علم حساب کتاب نہیں ہے

بعض قدیم مؤلفات کے علاوہ فقہ اسلامی کی عمومی کتابوں میں الگ سے علم حساب کتاب پر مستقل کتب نظر نہیں آتی ہیں اور مذکورہ بالا اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء نے اسے الگ سے علم کے طور پر نہیں لیا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور وہ تمام شعبوں کے علوم ان کی ضرورت کی جگہ پر بہم پہنچاتا ہے نہ کہ الگ سے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ مروجہ دور میں یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں حساب کتاب کا علم نہیں ہے یا چونکہ ،اسلامی علم حساب وکتاب میں سود سے ممانعت ہے یہ بہت سی اور دیگر معاشی واخلاقی پابندیوں کے تابع ہے اس لئے اس سے بچنے کیلئے یہ کہدیا جاتا ہے کہ اسلام میں علم حساب داری نہیں ہے اور یہ جدید دور اور ترقی کی پیداوار ہے، حالانکہ جیسا کہ اوپر بھی گذر گیا اور آئندہ بھی تفصیل سے آرہا ہے کہ اسلام اور عالم اسلام نے حساب کتاب کے لئے جو کام کیا ہے اس کی ہم سری کا آج تک اور کوئی دعوی نہیں کر سکتا۔

اسلامی حساب کتاب کی بنیاد قرآن وحدیث ہے

چونکہ اسلامی شریعت نے معاشرے کو کل کے طور پر لیا ہے اور اس کے لئے پختہ بنیادیں قائم کیں اور اخلاقی ومعاملاتی قواعد وضع کئے چنانچہ اسلامی حساب کتاب کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہے۔جن میں سے کچھ بنیادیں درج ذیل ہیں مثلا:

- **چھوٹے یا بڑے ہر طرح کے مالی معاملات کی کتابت واندراج کا حکم۔**

  [وَلَا تَسْأَمُوٓاْ أَن تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَىٰٓ أَجَلِهِۦ](البقرۃ:۲۸۲)

  ترجمہ:"اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو معاملہ یا بڑا اس کی میعاد تک"۔

- **نقد فروخت میں گواہ بنانا۔**

  [وَاسْتَشْهِدُواْ شَهِيدَيْنِ من رِّجَالِكُمْ](البقرۃ:۲۸۲)

ترجمہ: "۔اور اپنے میں سے دو مردوں کو (ایسے معاملے کے) گواہ کر لیا کرو"

- **مال کی ملکیت اللہ تعالی کی ہے اور انسان اس میں مستخلف یعنی اللہ تعالی کے احکامات کا پابند ہے**

[وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ](النور:۳۳)

ترجمہ: "اور اللہ نے جو مال تم کو بخشا ہے اس میں سے ان کو بھی دو"

- **حلال و حرام**
- **حساب کتاب کے علم کو سیکھنے کا حکم**

[لِتَعْلَمُواْ عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ] (یونس:۵)

ترجمہ: "تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو"۔

- **اندراج میں کمی وزیادتی نہ کرنا**

[وَلْيَتَّقِ اللّهَ رَبَّهُ وَلاَ يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئاً](البقرۃ:۲۸۲)

ترجمہ: "اللہ تعالی سے جو اس کا پروردگار ہے ڈرتا رہے اور حق کے لکھوانے میں ذرہ برابر کمی نہ کرے"

- **اسی طرح جو سر گرمی اور اس سے متعلق معلومات وجود میں آئیں اس کیلئے صفات متعین کیں:**
  - ✓ معلومات سچی اور مبنی بر حقیقت ہوں۔
  - ✓ پرکھنے کے قابل ہوں۔
  - ✓ باریکی کے ساتھ ہوں۔
- **نفع و نقصان عادلانہ صورت میں ہو**

[وَلاَ يُضَآرَّ كَاتِبٌ](البقرۃ:۲۸۲)

ترجمہ: "اور نقصان نہ کیا جائے لکھنے والے کا یا لکھنے والا نقصان نہ کرے"

("الغنم بالغرم"۔یعنی غنیمت اور فائدہ اسی کا حق ہے جو چٹی و نقصان کا خطرہ مول لے)

- **پیداوار کے وجود میں آتے ہی اس سے متعلق نفع و آمدنی کا اعتراف**

[وَآتُواْ حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ](الأنعام:۱۴۱)

ترجمہ: "اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کاٹو تو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو"

- **ہر ادھار معاملہ کو لکھا جائے**

آجکل تو زمانہ لکھنے لکھانے کا ہے، اور تحریر ہی انسان کی زبان کی قائم مقام بن گئی ہے، لیکن آپ چودہ سو سال پہلے زمانہ کی طرف مڑ کر دیکھئے تو اس وقت دنیا کا سب کاروبار زبانی ہوتا تھا، لکھنے لکھانے اور دستاویز مہیا کرنے کا اصول نہ تھا، سب سے پہلے قرآن نے اس طرف توجہ دلائی اور قرآن کریم میں اللہ تعالی نے معاملے کو لکھنے کا حکم دیا ہے، معاملہ میں دام ادھار ہو یا خریدی جانے والی چیز ادھار ہو یا ادھار معاملے کی کوئی اور شکل ہو، مثلاً ملازمین کے حقوق و تنخواہوں کا حساب جنہیں بعد میں ادا کرنا ہو یا سرمایہ وواجبات وغیرہ کا حساب ہو اور فروخت اور آمدنی اور اخراجات وغیرہ کہ جن سے سال کے ختم ہونے کے بعد نفع ونقصان کا حساب بنانا کر شرکاء میں منافع کی تقسیم کرنی اور زکوۃ ادا کرنی ہو لکھنا اور زیر تحریر لانے کو شریعت اسلام نے ضروری قرار دیا ہے اور تاکید کی ہے کہ ادھار معاملات کو لکھنا چاہئے تاکہ بعد میں بھول چوک کا شائبہ نہ رہے اور ایک سے دوسرے کے ساتھ زیادتی نہ ہو جائے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ] [البقرة: ۲۸۲]

ترجمہ: "اے ایمان والو جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو"۔

(معارف القرآن)

اس آیت کے متعلق فقہاء کا اتفاق ہے کہ اس کا حکم مندوب کے درجے میں ہے واجب نہیں ہے لیکن لکھنے کی اتنی تفصیل قرآن کریم نے بیان کی ہے اس سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا اور یہ پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے وہ تمام معاملات جن میں نزاع یا اختلاف کا شبہ ہو اس کو دور کرنے کیلئے اسباب اختیار کرنے کے اہتمام کرنے کی تعلیم فرمائی ہے۔

حساب کتاب کے لکھنے کے فائدے

قران کریم نے اس لکھنے کے تین فائدے بتائے ہیں:

[ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا] (البقرة: ۲۸۲)

ترجمہ: "اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے گواہی کو اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو"

(معارف القرآن)

۱) یہ لکھنا اللہ کے نزدیک زیادہ قابل انصاف چیز ہے۔

۲) گواہی کی ضرورت کے لئے زیادہ درست رکھنے والی کارآمد چیز ہے۔

۳) اور شبہ سے بچنے کے زیادہ قریب ہے۔

حساب کتاب لکھنا اور ضبط میں لانا پورا انصاف ہے اور اس سے انصاف کے تقاضے پورے ہوتے ہیں اور کل کو کسی ثبوت کی ضرورت کے وقت لکھا ہوا حساب کتاب بہت کام آتا ہے اور شہادت کا ذریعہ بنتا ہے نیز حساب کتاب ضبط میں لانا معاملات میں شبہ سے بچنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور اس سے مستقبل کے بہت سے مسائل حل اور مشکلات دور ہو جاتی ہیں، کام وکاروبار اور مالیات کی صورت حال ہر وقت واضح رہتی ہے اور اس نے کاروبار ومال کے بقایاجات کی صحیح صورت حال سامنے رہتی ہے اور زکوۃ کی ادائیگی کیلیے حساب بنانے میں مدد ملتی ہے اور حساب کتاب زیر تحریر لائے بغیر زکوۃ کا حساب نکالنا آسان اور درست نہیں ہوتا۔

(معارف القرآن)

اسلامی حساب کتاب عدل وانصاف مہیا کرنے اور اموال کے تحفظ کا ذریعہ

(ذیل کا مضمون "فقہ المحاسبہ الاسلامیہ" تالیف الشیخ سامر مظہر قنطقجی سے ماخوذ ہے)

اسلامی تمدن ریاست اور اس کی رعیت کے درمیان اسی طرح ریاست اور دیگر پڑوسی ممالک کے درمیان اور خود امت اسلامیہ کے افراد کے درمیاں انصاف کی بنیاد پر قائم ہے، چونکہ اسلامی حساب کتاب عدل وانصاف مہیا کرنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اس لئے امام قلقشندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "صبح الاعشی" میں فرماتے ہیں کہ محاسبین:

- ✓ حساب کتاب ومال کے محافظ ہوتے ہیں۔
- ✓ ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے والے۔

- ✓ ثبوتوں کے نقل کرنے والے۔
- ✓ قابل بھروسہ سفارت کار۔
- ✓ انصاف ومیانہ روی کے علم بردار۔
- ✓ اختلاف ہونے کی صورت میں فریقین کو مطمئن وقائل کرنے والے گواہ ہوتے ہیں۔
- ✓ اور بعض ایسے پورا حساب کتاب رکھنے والے ہوتے ہیں جو بادشاہ وحکومت کا دست وبازو بن جاتے ہیں۔
- ✓ کاموں کی ترازو اور ملازمین کے نگران ہوتے ہیں۔
- ✓ اگر محاسبین کا قلم نہ ہو تو آمدنیوں کا ثمرہ ضائع ہو جائے۔
- ✓ اور عدل وانصاف کی شان وشوکت ختم ہو جائے۔

اسلامی حساب کی خصوصیات جو کہیں اور دستیاب نہیں

اسلامی حساب کتاب کی فقہ میں ایسی خصوصیات ہیں جو کہیں اور دستیاب نہیں:

اسلامی حساب کے لکھنے اور درج کرنے میں پورا انصاف مہیا ہوتا ہے

چنانچہ حساب کتاب لکھنے اور درج کرنے کیلئے رہنمائی اس آیت کریمہ سے

[ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَىٰ أَلَّا تَرْتَابُوا] (البقرہ ۲۸۲)

ترجمہ: "اس لکھنے میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے گواہی کو اور نزدیک ہے کہ شبہ میں نہ پڑو"۔

دوسری قوموں کے مقابلے میں ذمہ داری

اسی طرح اللہ تعالی نے حساب وکتاب کے مستقل ہونے اور اس کے دوسری قوموں کے مقابلہ میں زیادہ ذمہ دار ہونے کو بیان فرمایا:

[تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ]

(البقرة:۱۳۴)

ترجمہ: " یہ جماعت گزر چکی۔ ان کو اُن کے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمھارے اعمال (کا) اور جو عمل وہ کرتے تھے ان کی پرسش تم سے نہیں ہو گی"۔

اور فرد کے اعتبار سے ذمہ داری کو بیان فرمایا:

[لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ] (البقرة:٢٨٦)

ترجمہ: " اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا برے کرے گا تو اسے ان کا نقصان پہنچے گا"

اور اسی سلسلے میں ارشاد ربانی ہے

[وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى] (الإسراء:١٥)

ترجمہ: " اور کوئی شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"۔

اسلام نے حساب کتاب کو خصوصی اہمیت کیوں دی

گذشتہ بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ اسلام نے مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر حساب و کتاب کو خصوصی اہمیت دی ہے:

۱. وہ چیزیں جنہیں شریعت اسلامی نے فرض کیا ہے یہ وہ امور ہیں جو نص قرآنی اور سنت نبویہ نے فرض کئے ہیں اور فقہاء نے اس پر اجماع کیا ہے، من جملہ ان کے:

(۱) دین یعنی ادھار کو لکھنا۔

(۲) عقود معاہدات کو لکھنا اور ان کا ایفائے عہد کرنا۔

(۳) مندرجہ ذیل کی ترتیب سے افراد اور اداروں کا زکوۃ کا حساب بنانا:

(أ) مال کی زیادتی کا تعین۔

(ب) آمدنی کی انواع واقسام کی تمیز کرنا۔

(ج) منافع کی وضاحت۔

(د) قرضوں کی مقدار کا تعین۔

(ہ) مستثنی کرنے والی ادنی حد کا تعین۔

(و) مالی سال کا تعین۔

(ز) بیت المال کی تنظیم و ترتیب کہ کیا اور کتنی آمدن ہوئی اور کیا زکوۃ بنی۔

(ح) بیوع و فروخت کی فقہ اور بیوع کی اقسام وانواع کی کثرت۔

(ط) علم میراث۔

(ی) بیع یعنی فروخت اور ربا میں امتیاز کرنے کا ضروری ہونا۔

(ک) یتیموں کے مال کی سرمایہ کاری۔

(ل) اور وقف

حساب کتاب اور اس کی عملی شکل کی بنیاد صرف مال و منافع کو قرار نہیں دیا گیا بلکہ معاشرے کی اجتماعی ضرورتوں کو بنیاد بنا گیا ہے کہ ان کیلئے اللہ تعالی کے احکامات کی خلاف ورزی نہ ہو، جیسے اسلام نے سرمایہ کاری کیلئے منافع حاصل کرنے کی اجازت دی لیکن اجتماعی حرج و نقصان کر کے یہ کام کرنے کی اجازت نہیں (یعنی اسلام میں سرمایہ کاری کی اجازت تو ہے سرمایہ داری کی نہیں)۔

- **عالم اسلام کا حساب کتاب کیلئے کام اور اس کا ارتقائی نقشہ**

ذیل میں عالم اسلام نے حساب کتاب کیلئے خدمات سرانجام دیں اور کس کس نے کس کس دور میں حساب کتاب کے علم پر کام کیا اور کیا کیا خدمات سرانجام دیں یہ مسلمان محاسب کے سامنے ہونا چاہئے تاکہ اس کے اندر لاعلمی کی وجہ سے یہ احساس کمتری نہ ہو کہ عالم اسلام کے پاس حساب کتاب کا علم نہیں ہے اور مروجہ علم حساب کتاب غیروں دریافت وایجاد کردہ ہے اور زیادہ ترقی یافتہ ہے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

حساب کتاب اسلامی فقہ میں

اجتماعی زندگی میں فقہائے کرام رحمہم اللہ نے حساب کتاب کے اقتصادی کردار کی اہمیت کو خوب واضح فرمایا ہے، چنانچہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے معاملات میں حساب کتاب کی ضرورت کو واضح فرمایا(الغزالی مرجع سابق جزء:۱، ص:۱۶) اور حساب کتاب کی تعریف یوں بیان فرمائی کہ سرمائے اور نفع و نقصان پر نظر ڈالی جائے تاکہ اس آمدنی و نقصانات کا پتہ چل سکے (الغزالی مرجع سابق ج:۴، ص:۴۰۵-۴۰۷)

چنانچہ اسلامی فقہ میں حسابی ارتقاء کے مراحل کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے:

- **احصائیات اور مردم شماری کا مرحلہ**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا"مجھے اسلام لانے والے لوگوں کی تعداد لکھ کر بھیجو تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہزار پانچ سو لوگوں کی تعداد لکھ کر بھیجی"۔

(صحیح بخاری:۲۸۳۲)

- **تدوین یعنی رجسٹروں وکتابوں کی تیاری کا مرحلہ**

جب مسلمانوں کے مال کی کثرت ہونے لگی تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کی بنیاد پر مردم شماری ہونے لگی، اسلام میں اسبقیت کی بنیاد پر مال کو تقسیم کیا جانے لگا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر تشریف لائے، تو انہیں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا لائے ہو تو عرض کیا کہ پانچ لاکھ درہم" سیدنا عمر رضی اللہ عنہ یہ مقدار بہت ہی زیادہ لگی تو آپ رضی اللہ عنہ نے (حیرانگی سے) فرمایا کہ کیا کہہ رہے ہیں، عرض کیا کہ جی ہاں ایک لاکھ درہم پانچ دفعہ تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا وہ طیب بھی ہیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ مجھے نہیں معلوم، تو آپ رضی اللہ عنہ ممبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالی کی حمد وثنا کے بعد فرمایا لوگو! ہمارے پاس بہت سامال آیا ہے، تم چاہو تو ہم تمہیں تول دیں اور اگر چاہو تو گن کر دیدیں، ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے عجمیوں کو دیکھا کہ وہ (حساب کتاب رکھنے کیلئے) دیوان (رجسٹر) بنا لیتے ہیں تو آپ بھی دیوان بنالیں۔

(النویری، مرجع سابق، ج:۸، ص:۱۹۶)

عابد بن یحیی نے حارث سے روایت کی کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے (حساب کتاب رکھنے کیلئے) دواوین تیار کرنے (اور مالوں کی تقسیم کے طریقہ) کے بارے میں مشورہ کیا، تو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے یوں دی کہ ہر سال جتنا مال جمع ہوا کرے سب تقسیم فرمادیا کریں اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہت سامال لوگوں پر وسعت پاتا ہوا نظر آرہا ہے کس نے لے لیا اور کس نے نہیں لیا اس کو معلوم کرنے کیلئے اگر حساب کتاب اور اعداد وشمار میں نہ لایا گیا تو معاملے کے منتشر ہونے کا خطرہ ہے، سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں شام میں تھا، میں نے ان کے بادشاہوں کو دیکھا انہوں نے (لکھت پڑت اور حساب کتاب کے) دیوان اور (عسکری ضرورت کیلئے) منظم فوج ولشکر بنا رکھا ہے، چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی رائے پر عمل فرمایا اور دواویں (حسابی کتابیں) تیار کروائیں اور

جب لوگوں کی ترتیب دواوین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت کی بنیاد پر درست طریقے سے بن گئی تو پھر اسلام میں سبقت کی بنیاد پر ان کو ترجیح اور فضیلیت دی گئی۔

(النویری، مرجع سابق، ج:۸، ص:۱۹۷)

یہ اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی بنیاد پر سب سے پہلی مردم شماری تھی جس میں اسلام میں سبقت کی بنیاد پر ترجیح دی گئی۔

- **دیوانوں اور رجسٹروں کی عربی میں منتقلی**

خلیفہ عبد الملک بن مروان کے زمانے میں عراق میں حجاج بن یوسف کے کاتب (عہدے کا نام جس کے ذمہ حساب کتاب لکھنے کا کام ہوتا تھا) صالح بن عبد الرحمن اور شام میں سلیمان بن سعد کے ہاتھ تمام حساب کتاب کو عربی میں منتقل کر دیا گیا، جس کے بارے میں مروان کے کاتب عبد الحمید بن یحیی فرماتے ہیں کہ (معاملات اور حساب کتاب کو لکھنے والے) کاتبین پر صالح رحمۃ اللہ علیہ کا کتنا عظیم احسان ہے (کہ انہوں نے حساب کتاب کو عربی میں منتقل کر دیا)۔

(النویری، مرجع سابق، ج:۸، ص:۱۹۹)

- **حسابی اصول و قواعد وضع کرنے کا مرحلہ**

حساب کتاب لکھنے کے فن کیلئے اصول و قواعد وضع کرنے کا کام امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، امام صاحب نے ایک مکمل حسابی رہنمائی کیلئے علمی مرجع اور ضخیم کتاب تیار فرمائی، جس کے بارے میں امام صاحب فرماتے ہیں کہ "میرے کچھ بھائیوں نے مجھ سے فرمائش کی میں ایک ایسی مختصر کتاب تیار کروں کہ حساب کتاب لکھنے والے محاسب کو حساب کتاب کا پورا علم اور طریقہ معلوم ہو جائے اور جس سے اسے اپنے ذمہ داروں سے منظوری لینے اور ماتحتوں کو منظوری دینے کے طریقے بھی روشن ہو جائیں"۔ حساب کتاب کے فن کو سب سے پہلے "حسابی صنعت" کا نام دینے کا سہرا امام نویری رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۷-۷۳۳ھ موافق ۱۲۷۸-۱۳۳۳ء) کے سر پر ہے، جو کتابۃ الاموال کے مترادف ہے۔

امام قلقشندی رحمۃ اللہ علیہ نے محاسبین کی اقسام اور ان کے درجات کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور حقوق اور محدود مدت میں نفع (جو کمائی کا ثمرہ ہوتا ہے) کے تعین کے متعلق ان محاسبین کی افادیت اوران کی اہمیت کو واضح فرمایا ہے، اور اس کی تاکید فرمائی کہ حساب کتاب معاملات کا ستون ہوتا ہے، اس

کے نتائج پوچھ گچھ وجانچ پڑتال اور تفسیر کے قابل ہوتے ہیں، اور مقامات حریری کے مصنف حریری نے اپنی کتاب مقامات حریری میں حساب کتاب کے بارے میں لکھاہے کہ

(درج بالا مضمون "فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ "تالیف الشیخ سامر مظہر قنطقجی سے ماخوذ ہے ص ۳۳-۳۷)

ذیل میں عالم اسلام کی حساب کتاب کیلئے ارتقائی جدوجہد کا نقشہ

اسلامی دعوت کی ابتداء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مردم شماری کی طرف متوجہ کرنا	احصاء اور مردم شماری کا مرحلہ
علم میراث، فلک، جغرافیہ، میراث نماز کے اوقات جہت کعبہ، اسلامی مہینوں اور ماہ رمضان اور حج اور زکاۃ کیلئے سال کے دورانیہ کی اہمیت اور ان کو جاننے کا دور۔	۱ھ = ۶۲۲ء
سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت۔	حساب کتاب کی تدوین اور کتابی شکل میں لانے کا مرحلہ
اموی خلافت۔کاتب صالح بن عبد الرحمن کے ہاتھ سے۔	حسابی فنون کو عربی میں منتقل کرنے کا مرحلہ
خوارزمیوں نے حساب والجبرہ میں پہلی کتاب لکھی	۱۳۲ھ = ۷۵۰ء
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ	۱۵۰ھ = ۷۶۷ء
امام مالک بن انس رحمہ اللہ	۱۵۸ھ = ۷۷۵ء
ہارون الرشید کے دور میں خلافتی دیوان الخراج کے کاتب اسماعیل بن صبیح	۱۶۸ھ = ۷۸۵ء
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ	۱۸۲ھ = ۷۹۵ء
امام القرشی رحمہ اللہ	۲۰۳ھ = ۸۱۹ء
امام ابو عبید بن سلام رحمۃ اللہ علیہ	۲۲۴ھ = ۸۳۹ء
امام علی بن عیسی رحمہ اللہ	۳۰۷ھ = ۹۲۰ء
امام ابو جعفر الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۱ھ = ۹۳۳ء
امام ابو جعفر الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ	۳۲۷ھ = ۹۳۹ء
ابن قدامہ رحمہ اللہ	۳۲۸ھ = ۹۴۰ء
ماکلیش کے مطابق۔یورپ کا تین صدیوں کے بعد عربی نمبروں کو قبول کرکے ان سے مستفید ہونا۔	۴۴۱ھ = ۱۰۵۰ء

➢ قاضی عبد الجبار	۴۱۵ھ = ۱۰۲۴ء
➢ ماوردی	۴۵۰ھ = ۱۰۵۸ء
➢ حریری	۵۰۴ھ = ۱۱۱۱ء
➢ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ	۵۰۵ھ = ۱۱۱۲ء
➢ عزبن عبد السلام	۶۶۰ھ = ۱۲۶۲ء
➢ امام ابن تیمیہ	۷۲۸ھ = ۱۳۲۸ء
➢ امام نویری رحمہ اللہ نے دنیا میں حساب کتاب پر پہلا مکمل علمی محاسبی مرجع تیار کیا۔ →	حساب کتاب کے اصول و قواعد وضع کرنے کا مرحلہ ۷۳۳ھ = ۱۳۳۲ء
➢ ابن خلدون	۷۷۹ھ = ۱۳۷۷ء
➢ امام شاطبی	۷۹۰ھ = ۱۳۸۸ء
➢ ابن رجب حنبلی	۷۹۵ھ = ۱۳۹۳ء
➢ قلقشندی	۸۲۱ھ = ۱۴۱۸ء
➢ لوقا باشیلیو۔ اور اس کی طرف دو طرفہ اندراج کے قاعدہ کی نسبت۔ جبکہ اسلام نے اس سے قبل جو کام کیا اس سے انکار کرنا یا اسے نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔ →	۸۹۹ھ = ۱۴۹۴ء — اس مرحلے کی طرف دنیا حساب کی تاریخ کو منسوب کرتی ہے

قابل توجہ: اس بات کو مد نظر رکھا جائے کہ مذکورہ تاریخ متعلقہ عالم کی وفات کی تاریخ ہے۔

◆ اسلامی حساب کتاب کی فقہ کی خصوصیات

ایک:۔فقہائے اسلام کے ذرائع حساب وکتاب جامع وکامل ہونے کے علاوہ زیادہ مفید اور ہر زمانے سے ہم آہنگ

اسلامی حساب کتاب کیلئے فقہاء کی طرف سے ایسے ذرائع اختیار کئے گئے جو اپنی وسعت اور نرمی کے لحاظ سے ہر زمانے اور مکان کے ساتھ ہم آہنگ ہوسکتے ہیں، جنہیں جدید اسلامی وغیر اسلامی مالی ادارے موجودہ دور میں استعمال کررہے ہیں یہ اس بات کا بین ثبوت ہے۔

جامع اور کامل ومکمل اسلامی نظام معاشرہ کاراز

اسلامی نظام میں جامعیت اور تکامل کی وجہ یہ ہے کہ اس کا مصدر اور اس کی بنیاد عادلانہ الہی تشریع یعنی قرآن کریم اور سنت نبویہ پر ہے، اسلامی نظام شہری وتمدنی اور تجارتی قواعد میں کوئی تفریق نہیں کرتا، اور اسی طرح اس کے ہاں عام قانون اور انتظامی قوانین میں کوئی امتیاز نہیں ہے بلکہ تمام معاشرہ ایک عادل ومفید عام اور کامل ومکمل اور جامع شرعی تعلیمات پر مبنی ترتیب پر قائم ہوتا ہے۔

نہج کے لحاظ سے یکسانیت

نہج کے لحاظ سے یکسانیت کی وجہ سے اسلامی حساب کتاب میں عملی تنفیذ، نظریاتی پہلو سے متصادم نہیں بلکہ اس کے مطابق وہم آہنگ ہوتی ہے، جبکہ مروجہ حسابی کتابوں سے حساب سیکھنے والوں کو یہ مشکل پیش آتی ہے کہ ان کو پڑھائے جانے والے حساب کتاب کی عملی تنفیذ میں نظریاتی مطابقت نہیں ہوتی، اور عملی تنفیذ علمی بحث سے منفصل وجدا ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے نتائج سے ہم آہنگ نہیں ہوتی، کیونکہ تحقیق کار اپنی علمی تحقیق کے نتائج کی عملی تنفیذ کیلئے کوشاں نہیں ہوتے۔

اسی وجہ سے فنی ادارے اور بڑی کمپنیاں وسرمایہ کار حکومتوں پر مسلسل دباؤ ڈالتے رہتے ہیں کہ ایسی حسابی پالیسیاں نہ اپنائی جائیں جو ادارے کی فطرت اور تنظیمی ضروریات سے متصادم نہ ہوں۔اس حسابی سوچ میں عدم مطابقت کا سبب یہ ہے کہ کوئی ایسی بنیادیں اور روابط مہیا نہیں ہیں جن پر حسابی سوچ کو مجتمع کیا جاسکے، اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ مختلف معاشروں کی بنیاد پر تجربوں سے قائم کی گئی حسابی سوچ میں یکسانیت اور ہم آہنگی

ممکن ہی ہے۔ یہ تو صرف اسلام ہی ایسا مشترک فکری و نظریاتی نہج مہیا کرتا ہے جس میں تمام طبقات کیلئے یکسانیت اور سب میں ہم آہنگی ہوتی ہے۔

دوسرے:۔اسلامی حساب کتاب میں معاشرے کے تمام افراد کے حقوق کی اہمیت اور اجتماعی مفادات کا تحفظ

شریعت اسلامی کا معاشرے کے تمام شعبوں کیلئے رہنمائی اسلامی معاشرے میں اجتماعی اور اقتصادی لحاظ سے ایسا توازن مہیا کرتی ہے جس سے فرد کا معاشرے کیلئے شرکشی اور معاشرے سے بیزاری وجود میں آتی ہے اور نہ ہی معاشرہ فرد سے متنفر ہوتا ہے، اس میں ہر کسی کے عادلانہ تکافلی ترتیب کے تحت الگ الگ حقوق وواجبات ہیں، اسلام، اسلامی حساب کتاب کے علم کو بھی اسی سیاق وسباق میں لیتا ہے، نہ کہ معاشرے پر کچھ قواعد و قوانین جبراً لاگو کر دیئے جائیں یہ دیکھے بغیر کہ معاشرے پر اس کے کیا منفی اثرات مرتب ہونگے۔

چنانچہ وہ فرد جسے اجتماعی مفاد اور مصالح مشترکہ کو نظر انداز کرکے، صرف ذاتی مفاد کیلئے مالی حساب کتاب و اوراعداد شمار کی بنیاد پر پیسے و دولت کو حاصل کرنے کی دوڑ اور مادی وسائل کو قابو میں لانے کیلئے مقابلہ بازی کرنے کی طرف راغب کیا جاتا اور اس کا خوگر بنایا جاتا ہے، اس سے کس طرح یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اجتماعی حساب کتاب کی بنیادوں اور ضوابط کو مد نظر رکھ کر منصوبہ کو اس طرح سرانجام دے جس سے ماحولیات اور اجتماعی نقصان وانسانی تباہی کی شکلیں معرض وجود میں نہ آئیں۔ چنانچہ مروجہ حساب کتاب کی جو اعلی بنیادیں تا حال وجود میں آئی ہیں وہ انسانی لحاظ سے انتہائی ضعیف ہیں۔

نیز علم حساب کتاب اجتماعی علم کے طور پر اس ماحول سے متاثر ضرور ہوتا ہے جس میں وہ تیار کیا جاتا ہے، اس کے اہداف و مفہوم اور معیار اس ماحول کے ساتھ شرعی، اقتصادی اور اخلاقی واجتماعی لحاظ سے متفق اور ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اسی وجہ اسلامی علم حساب کتاب کو شریعت کی مضبوط بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے۔ اور انسانی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے اس کے ارتقاء میں ان بنیادوں کی پابندی کی گئی ہے۔ لہذا یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کہ غیروں کا بنایا ہوا مروجہ حساب کتاب ہی اکیلا اس بات کی صلاحیت رکھتا ہے کہ وہ تہذیبوں اور معاشروں کیلئے کار آمد ہے۔

اسلام کی معاشروں کیلئے اس جامع افادیت سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں:

اسلامی اقتصاد و معاشی ترتیب کلی لاگو ہوتی ہے نہ کہ جزئی

اسلامی حساب کتاب میں کلی اقتصاد پر لاگو کیا جاتا ہے، جبکہ مروجہ حساب کتاب جزئی اقتصاد پر لاگو ہوتا ہے، جس میں صرف ذاتی اقتصادی مفادات کا ہی اہتمام کیا جاتا ہے نہ کہ اجتماعی مفادات اور معاشرے کی مکمل تعمیر کا، جس سے متوقع فوائد کا حصول ناپید ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے شریعت اسلامی نے معاشرے کے اجتماعی عدل وانصاف کو یقینی بنانے کیلئے زکوٰۃ کی ترتیب عمومی مفاد کیلئے اور میراث وگھریلو ذمہ داریاں اور ان کے اخراجات کو برداشت کرنا انفرادی زندگی میں یقینی بنانے کیلئے لازمی قرار دیئے ہیں۔

- **مصنوعی اثرات سے پاک عادلانہ بازاری ترتیب**

اسلامی فقہ نے ایسے بازار کی بنیاد ڈالی ہے جو دھوکہ دہی اور اس کے ذرائع سے مبرا اور غیر شرعی مقابلہ بازی، ذخیرہ اندوزی اور سامان اور افراد کی رسل ونقل میں خلل اندازی سے دور ہو۔ تاکہ قیمت عادلانہ طلب ورسد سے متعین ہو، نہ کہ غیر فطرتی حربوں سے قیمتیں اپنی ضرورت کے مطابق قابو میں رکھی اور گھٹائی وبڑھائی جائیں۔ اور اسلامی قواعد وضوابط کے برخلاف چل کر قیمتوں کے متعین ہونے والے اس قدرتی نظام طلب ورسد میں خلل ڈالے جانے کی صورت میں بازار کے نگران کے ذمہ واجب وضروری ہوتا ہے کہ وہ مداخلت کے ذریعے متعلقہ افراد کے خلاف کاروائی کر کے طلب ورسد کے عالانہ نظام کی بنیاد پر بازار کو فطری قیمتوں کی طرف واپس لائے۔

- **اسلامی حساب کتاب میں اجتماعی وماحولیاتی معیارات ابتداء سے شامل نہ کہ الگ سے اضافہ**

مروجہ حساب کتاب میں اجتماعی وماحولیاتی حسابی معیار الگ سے جوڑے جاتے ہیں، جبکہ اسلامی حساب کتاب میں ابتداء سے شامل اور اس کا حصہ ہوتے ہیں۔

- **معلومات فرد وادارہ کی ضرورت سے ہم آہنگ**

اسلامی حساب کتاب میں حسابی معلومات فرد اور ادارے دونوں کیلئے زیادہ واضح، مفید وقابل اعتماد اور ان کی ضرورتوں سے زیادہ ہم آہنگ ہوتی ہیں۔

- ## اسلامی حساب کتاب میں الگ سے پیشہ ورانہ اخلاق کی ضرورت نہیں

اسلامی حساب کتاب کی فقہ عمومی اخلاق اور پیشہ ورانہ اخلاق کے درمیان کو فرق نہیں کرتی، نہ ہی حساب کتاب کیلئے عمومی اخلاق سے ہٹ کر ادب وآداب بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ اخلاق کیلئے شریعت تو خود منبع ہے اور اس کی اخلاقی تعلیمات کا اتباع ہر جگہ وہر کام میں ضروری ہے، چنانچہ جب اجتماعی طور ہر فرد اس سے مزین ہوتا ہے تو الگ سے حساب کتاب کیلئے کوئی اخلاق وآداب اور الگ سے ضوابط بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

چنانچہ اسی وجہ سے اسلام نے محاسب کیلئے مسلمان اور آزاد ہونے کی شرط رکھی ہے، یہ بات ان کمیٹیوں پر زیادہ منطبق آتی ہے جو معیار بنانے اور اسلامی مالی اداروں میں شرعی لحاظ سے نگرانی کا کام کرتی ہیں۔ البتہ حساب کتاب کا کام کرنے والے محاسب کیلئے مذکورہ ان دونوں شرطوں کو ساقط قرار دیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ وہ محاسب شرعی قواعد کی پابندی کرنے کا اہل ہو۔

تیسرے۔اہل مغرب کی اقوام عالم سے مادیت پر بنیادیں استوار کروانے کی کوشش

Comment [A7]: اگر ضروری ہو تو مناسب تبدیلیاں کرلی جائیں۔

مغربی تہذیب اس بات کی کوشاں ہے کہ تمام قوموں کیلئے تجارت وثقافت دین واقتصاد اور عادات تقالید اور زبان وسوچ سب کو مادی بنیادوں پر قائم کیا جائے۔ لیکن اسلامی شریعت بطور دین وبطور نظام حیات کے اس بات میں ان سے سبقت لیجانے والی ہے، چنانچہ اسلام نے تمام انسانیت، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم کو مخاطب کیا اور عموم انسانیت کی زندگی اور مصالح حیات کو منظم کرکے دیا۔ قطع نظر اس سے کہ وہ کس قومیت اور طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں ان کو ایک ایسے جھنڈے تلے جمع کردیا ہے جو ان کے روحانی ومعاشی تمام شعبوں کے حل کا مجموعہ ہے۔ اگرچہ ہر قوم وطبقے کی الگ عادات واطوار ہوتی ہیں لیکن ان سب کو اللہ تعالی کو راضی کرنے کی بنیاد پر قائم کرنے اور اس کے احکامات کو پورا کرنے کے جذبے پر استوار کرنا تو ممکن تھا۔ برخلاف موجودہ عالمی یک جہتی کے جو صرف مادی بنیاد پر استوار کی جارہی ہے قطع نظر اس سے کہ اس کے روحانی ودینی پہلوؤں کے لحاظ سے تفرقہ کا کیا حل ہے اس بات کو نظر انداز کرنا اجتماعی زندگی کو تباہ کرنے کا موجب ہوگا۔

چنانچہ عالمی حسابی معیاروں کو لازمی طور پر لاگو کرنا اس بات کو ناممکن بنادیتا ہے کہ مقامی طور پر ان معیاروں کو پورا کرنے والے حسابی ادارے حاصل نہیں ہوپاتے، خواہ وہ شخصی شعبہ ہو یا حکومتی، ذاتی کاروباری ادارہ ہو یا عوامی یا کوئی بڑی صنعت ہو، ان حسابی معیاروں نے شرعی اور اسلامی پیشہ ورانہ بنیادوں کو یک سر نظر انداز کردیا، جس سے

حسابی عمل کے صحیح وسالم ہونے کی ضمانت نہیں دی جاسکتی، نیز ان معیاروں میں اللہ تعالی کے حکموں کی خلاف ورزی کے پہلو کی وجہ سے ان پر عمل کرنا مسلمان محاسب کیلئے ناممکن ہوتا ہے، مثلا:
اللہ تبارک وتعالی کا حکم ہے

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَطِيعُواْ اللّهَ وَأَطِيعُواْ الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً] (النساء:۵۹)

ترجمہ:"مومنو! اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے"

غیروں کے بنائے ہوئے مروجہ حسابی معیاروں میں اللہ تعالی کے اس حکم کی خلاف ورزی ہو جانے کا امکان ہے، مسلمان اللہ تعالی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولی الامر کی اطاعت و فرمانبرداری پر مامور ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے بیچ کسی بھی تجارتی اختلاف ونزاع کی صورت میں قرآن کریم اور سنت نبویہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہے۔ اللہ تعالی نے اس آیت کریمہ میں آخرت کے دن پر ایمان کو دلیل کے طور پر اس لئے ذکر کیا ہے، کیونکہ آخرت کے دن کا حساب کتاب اور اس کا خوف انسان کے حسن سلوک پر اثر انداز ہوتا ہے، لہذا حکیمانہ ترتیب یہی ہے کہ ہمارے پاس جو خزانہ اور اسلامی دولت ہے اس ہی سے اخذ کئے گئے اصول وحسابی معیار اپنائیں نہ کہ دوسروں سے لئے گئے، جن سے اللہ تعالی کے احکامات کی خلاف ورزی ہو۔

فیصلہ کروانے والے فریقین کا اللہ تعالی کے حکموں کے مطابق فیصلہ پر شرح صدر ہونا اور اس پر راضی ہونا بھی ضروری ہے، اس بات کا پورا اطمینان ہونا کہ اللہ کے احکامات پر فیصلوں میں انصاف ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے۔

[فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا] (النساء:٦٥)

ترجمہ:"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں تب تک مومن نہیں ہوں گے"

لہذا کامل ایمان کیلئے مسلمان کے ذمہ یہ بات لازمی ہے کہ وہ فیصلے سے راضی اور منشرح الصدر ہوں۔

چوتھے۔اسلام کی انفرادیت۔شخصی حساب کتاب کی تعلیم

اسلامی حساب کتاب کی انفرادی خاصیت یہ بھی ہے کہ اسلام شخصی حساب کتاب کی بھی تعلیم دیتا ہے، مثلا:

١. بیت المال کا حساب کتاب

بیت المال کا حساب کتاب جو عام مسلمان نے متعلق ہو۔

٢. زکوٰۃ عشر کا حساب کتاب

ہر مسلمان جو صاحب نصاب ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جس کا حساب کتاب بنانا اور رکھنا اس کے لئے واجب ہوتا ہے۔

٣. میراث کا حساب کتاب

میراث کی ورثہ میں تقسیم کے حساب کتاب سے بھی عموما ہر مسلمان کا واسطہ پڑتا ہے تاکہ اسے معلوم ہوسکے کہ آیا اس کو ملنے والی میراث میں سے اس کا حق اسے مل گیا ہے؟

٤. خراج کا حساب کتاب۔

خراجی زمین میں سے خراج کرنا بھی اسلام نے ضروری قرار دیا ہے، متعلقہ لوگوں کو اس کا حساب کتاب بھی رکھنا ہوتا ہے۔

اسی بنا پر اسلامی حساب کتاب کی فقہ کی ممتاز بات یہ ہے کہ اس نے اسلامی حساب کتاب میں ایسی اصطلاحات وضع کی ہیں جو اسی کا خاصہ ہیں جو حساب کتاب کے زیادہ بامعنی ہونے کو ثابت کرتی اور حساب کتاب کی سیاسی ترتیب کو زیادہ مفید اور اجاگر بناتی ہیں، مثلاً:

- **حرام چیز کو لاگت سے مستثنیٰ کرنا**

لاگت سے ہر اس چیز کو مستثنیٰ کر دیا جاتا ہے جو حرام کی تعبیر کرتی ہو، جیسے سودی منافع یا جو مال ظلم سے حاصل کیا گیا ہو، مثلاً حرام یا ذخیرہ اندوزی کئے جانے والے سامان کی تخزین یا نقل وحمل سے حاصل ہونے والا پیسہ۔

- **مفہوم کے بجائے فقہ کے لفظ کا استعمال**

مفہوم کے بجائے فقہ کے لفظ کا استعمال اصطلاحی ولغوی لحاظ سے زیادہ بامعنی و بہتر مفہوم کو شامل ہوتا ہے، مثلاً بازار کے مفہوم کی بجائے، بازار کی فقہ، سرمائے کے مفہوم کی بجائے سرمائے کی فقہ، اسی طرح فقہ البیوع، فقہ المداینات، فقہ الزکوٰۃ، وغیرہ۔

- **معدوم یا مشکوک ادھار کی بجائے غیر یقینی وصولیوں کی اصطلاح**

اسی طرح معدوم ہونے والے یا مشکوک ادھار کی بجائے غیر یقینی وہلاک ہونے والی وصولیوں کی اصطلاح حقیقت کی تعبیر کے زیادہ قریب اور معاملات میں زیادہ سہولت پیدا کرتی ہے، اسی طرح یہ ممکن ہے کہ ناپید ہونے والی وصولیوں کے لئے صدقہ کے لفظ کو استعمال کیا جائے جو معنی اور ہدف کے لحاظ سے زیادہ بامعنی ہو جاتا ہے۔

- **ربح، فائدے، اور غلہ کی اصطلاح کا مختلف منافع کیلئے استعمال**

ربح یعنی منافع کی اصطلاح کا عام منافع کیلئے استعمال، فائدے کی اصطلاح کا سرمائے سے ہونے والی آمدنی کیلئے اور غلہ کی اصطلاح کا پیداواری آمدنی کیلئے استعمال اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ مسلمان علماء وفقہاء نے اسلامی حساب کتاب میں کتنی باریکیاں پیدا کیں۔

- **قنیہ، عروض تجارت کا مختلف اثاثہ جات کیلئے استعمال**

غیر منقولہ اثاثہ جات کیلئے "قنیہ" کی اصطلاح کا استعمال، "عروض تجارت" کا بھنائے جانے والے اثاثہ جات کیلئے استعمال۔

- **دَین عرض ودَین نقد کا مختلف ادھاروں کیلئے استعمال اور سعر المثل سے اس کی قیمت لگانا**

قابل وصول رقوم کی بھی "دَین نقد" یعنی "نقد ادھار" اور "دَین عرض" جو فروخت سے پیدا ہوتا ہے، کے نام سے قسمیں بنائیں اور پھر دَین عرض جو فروخت سے وجود میں آتا ہے کی بھی "فوری وصول ہونے والا ادھار" اور تاخیر سے وصول ہونے والا ادھار" کی اصطلاح استعمال کرکے قسمیں بنائی ہیں۔ نیز فوری وصول ہونے والے ادھار کی قیمت "عین" اور "نقد" کے ساتھ لگائی جاسکتی ہے اور تاخیر سے وصول ہونے والے ادھار کی قیمت "تجارتی پیداوار" سے لگائی ہوتی ہے جو ادھار کی اصلی قیمت ہوتی ہے پھر اس ادھار کی "قیمت پیداوار" کو سعر المثل یعنی بازاری ہم مثل قیمت کی بنیاد پر قیمت لگائی جاتی ہے۔

[Comment [A8: مثال سے وضاحت کرنی ہے۔

- **اعتراف آمدنی کیلئے فروخت کی بجائے پیداوار کو بنیاد بنانا**

آمدنی کے اعتراف کیلئے، اسلامی فقہ نے فروخت کی بجائے پیداوار کو بنیاد بنایا ہے، جس پر یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے،

[وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ] (الأنعام:١٤١)

ترجمہ: "اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کاٹو تو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو"

کھیتی میں سال کا گزرنا ضروری نہیں ہوتا، اس وجہ سے ہر وہ چیز بڑھوتی اور فی نفسہ پیدا ہونے کے عتراف کئے جانے کا حق رکھتی ہے جو چاہے صنعتی لحاظ سے منتج ہو یا زرعی لحاظ سے یا پیداواری لحاظ سے جیسے شہد وغیرہ۔

- **اشیاء کی قیمت متعین کرنے کی بنیاد بازاری قیمت نہ کہ حسابی اصول وفارمولے**

اسلامی فقہ نے "سعر المثل" "بازاری ہم مثل قیمت" کو قیمت متعین کرنے کے لئے بنیادی اور مبنی بر انصاف نرخ کا درجہ دیا ہے، "بازاری ہم مثل قیمت" مدت کے آخری حصے کے سامان کیلئے یہ قیمت بہت مناسب ہوتی ہے، ابتدائی خام مال وغیرہ، یا آدھا بنا ہوا مال، اور تیار شدہ مال کی بھی اسی اصول سے قیمت لگائی جائے گی، ہر سامان کی اس کے

وقت کے مطابق واقعی بازاری ہم مثل قیمت لگائی جائے گی نہ کہ حسابی فارمولوں سے وضع کردہ اصولوں سے غیر حقیقی قیمت۔

البتہ وہ منافع جو بازاری ہم مثل قیمت کی بنیاد پر دوبارہ وجود میں آجاتے ہیں تو مناسب یہ ہے کہ اسے بھی سرمائے کے منافع میں شامل کرلیا جائے نہ آمدنی میں، جیسا کہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے، جس کو شرکاء میں تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، یہ سرمائے والے کا حصہ بن کر اس کے سرمائے میں شامل ہوجائے گا، یا اس کو احتیاطی سرمائے میں شامل کرلیا جائے گا۔ اور اگر شرکائے کاروبار یا ادارے نے اسے تقسیم کرنا چاہا تو شریک اپنا حصہ نقد موجودہ ہم مثل قیمت پر، یا اس اثاثہ کو سامان کی شکل میں لے لے گا اور اپنی مرضی کے مطابق جو چاہے کرے۔ اس پیدا ہونے والی آمدنی کی تقسیم انتظامی لحاظ سے طے شدہ ترتیب کے مطابق ہوجائے گی، چاہے اس کی فروخت تک انتظار کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

[Comment [A9]: مثال سے وضاحت کریں۔

البتہ زکوۃ کے حساب کیلئے قیمت کی تعیین ہر صورت میں بازاری ہم مثل نقد قیمت کے ساتھ قیمت لگائی جائے گی، یا دوسری صورت یہ ہے لیکن اس کے لئے بھی قیمتت کا تعین تو ضروری ہے۔ خواہ قیمت خرید یا قیمت فروخت؟ سامان کو ہی زکوۃ کی شکل میں دیدیا جائے، مستحق زکوۃ جو چاہے کرے۔

- **پیداوار کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ کے حساب میں غیر منقولہ اثاثہ جات کو قیمت سے مستثنیٰ کرنا**

زکوۃ کے حساب میں غیر منقولہ اثاثہ جات کو قیمت سے مستثنیٰ کرنا، اس لئے کہ وہ پیداوار کا ذریعہ ہوتے ہیں، یہ اس بات کا اعتراف ہے کہ انہیں لاگت میں شمار کیا گیا ہے، اور اثاثہ جات کی قیمت کی تعیین بازاری ہم مثل قیمت پر لگائی جائے گی، اور قمیت کی دوبارہ تعیین سے ہونے والے نفع ونقصان سرمائے منافع کے طور پر شمار کیا جائے گا، جسے فقہاء نے فائدہ کا نام دیا ہے، جیسا پہلے تفصیل سے گذر گیا ہے۔

پانچویں۔اسلام میں حسابی اصول وضوابط وحی کی بنیاد پر وضع شدہ ہیں

حسابی اصول وقواعد مروجہ اور اسلامی دونوں قسم کے حساب کتاب میں بعد میں وجود میں آئے ہیں، لیکن مروجہ حساب کتاب میں ضوابط انسانی عقل وتجربوں سے بنائے گئے ہیں، جبکہ اسلامی حساب کتاب میں قواعد وضوابط اسلامی دینی نہج میں شامل ہیں الگ سے کوئی چیز نہیں ہے، یہ قواعد وحی کی بنیاد پر ہیں جو عقل اور تجربہ دونوں سے زیادہ مضبوط بنیاد مہیا کرتی ہے، حسابی اصطلاحات بھی اسلامی استعمال کرنا مناسب ہوگا، کیونکہ اس میں معنویت ومفہوم جو

فقہاء نے مراد لیا ہے اس کا تاثر ہوتا البتہ کہیں ضروری ہو تو اصطلاحات اپنی اپنی استعمال کی جاسکتی ہیں بشر طیکہ وہ اسلامی روح کو متاثر کرنے والی نہ ہوں۔

چھٹے۔مروجہ اور اسلامی حساب کتاب میں اہم فرق

اسلامی حساب کتاب اور مروجہ حساب کتاب میں کیا اہم اور بنیادی فرق ہے اس کی تفصیل مسلمان محاسب کو معلوم ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اسلامی اور غیر اسلامی فرق کو اپنے حساب میں مد نظر رکھے ورنہ لاعلمی میں مروجہ حساب کتاب سے سیکھے گئے قواعد وضوابط کو اسلامی حساب کتاب میں لاگو کر لیا جاتا ہے جس سے اسلامی لحاظ سے بہت سی اسلامی، شرعی ودینی خلاف ورزیاں ہو جاتی ہیں، اور گناہ گار ہونے کا سبب بن جاتی ہیں۔

مروجہ اور اسلامی حساب کتاب میں اہم فرق کا گوشوارہ

	تفصیل	اسلامی حساب داری	مروجہ حساب داری
ا	اقتصادی آمدنی	کلی(Macro)	جزئی(Micro)
۲	حسابی فرائض وذمہ داریاں	وحی کی بنیاد پر اور عقلی قاعدوں وانسانی تجربوں سے مبرا	عقلی سوچوں اور انسانی تجربوں سے بنائے گئے
۳	اثاثہ جات کی قیمت کی تعیین	قیمت ہم مثل (سعر المثل)	تاریخ کی بنیاد پر لاگتی قیمت
۴	آمدنی کی تعیین کا ذریعہ	قابل وصول و قابل اداء کے مجموعے کا فرق	آمدنی واخراجات کے مجموعے کا فرق
۵	کیا نقد رقم کی زمانے کے اعتبار سے قیمت ہوتی ہے؟	نہیں	جی ہاں
۶		نہیں، کیونکہ اس کی فروخت	جی ہاں! اس کی الگ سے

	اور کیا زمانہ اور وقت مستقل اقتصادی وسیلہ ہوتا ہے؟	پیداوار کے ساتھ مربوط ہوتی ہے، جیسے کہ قسطوں میں فروخت وغیرہ۔	فروخت ممکن ہے، جیسے سود کی فروخت وغیرہ۔
۷	سودی منافع کی اجازت	نہیں	ہاں
۸	کام جاری رکھنے کا انحصار	شرعی احکام کی پابندی یا خلاف ورزی	آمدنی کا یقینی ہونا
۹	مالی گوشوارے	اشیاء اور نقدی	صرف نقدی
۱۰	اقتصادی سرگرمیوں کا مفہوم	مالی وغیر مالی	صرف مالی
۱۱	کیا حسابی دورانیہ کی تعیین ہوتی ہے	جی ہاں	جی ہاں
۱۲	حسابی اکائی کا مفہوم	ذاتی ملکیت کا نظریہ	معنوی شخصیت کا نظریہ
۱۳	کیا پیداوار پر محصول (ٹیکس) ہے؟	نہیں	ممکن ہے
۱۴	کیا فروخت پر محصول ہے؟	نہیں	ممکن ہے
۱۵	کیا آمدنی پر محصول ہے؟	نہیں	ممکن ہے
۱۶	محاصل کی وصولی کی بنیاد	خالص دولت (زکوٰۃ)	خالص آمدنی اور سرمایہ
	دولت جمع کرنا	حرام ہے	ممکن و درست ہے
۱۷	وفات کے موقع پر کاروبار کو تحلیل کرنا۔	علم میراث کے حسابی قوانین	مروجہ قانون کے مطابق۔

		کے مطابق۔	
۱۸	نفع و نقصان کی تقسیم کا حساب طے شدہ ترتیب پر۔	شرعی خلاف ورزی کے بغیر	شریعت کی کوئی اہمیت نہیں۔
۱۹	آمدنی کا اعتراف کب ہو گا؟	پیداوار کے وقت	فروخت کے وقت
۲۰	سرمائے کی قسمیں۔	طیب (پاکیزہ) اور خبیث (غیر پاکیزہ)	کوئی خاص فرق نہیں (مروجہ طریقہ "اموال کو دھونا" (منی لانڈرنگ) کی طرف نظر ڈالیئے) جس سے جائز وناجائز سب جائز ہو جاتا ہے۔
۲۱	سرمائے کی اصلیت	[1]متقوم و غیر متقوم۔	سب متقوم ہوتا ہے۔
۲۲	اثاثہ جات کی قسمیں بنانا	فقط مال متقوم کی قسمیں: سامان تجارت، نقدر قوم وغیرہ	غیر منقولہ و ثابت اثاثہ جات، جاری اثاثہ جات، متداول اثاثہ جات (قطع نظر اس سے کہ ان کی

[1] **مال متقوم اور مال غیر متقوم**

مال اگر ایسی شے ہو کہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا مباح ہو تو وہ مال متقوم کہلاتا ہے اور اگر ایسی شے ہو کہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا مباح نہ ہو تو اس کو مال غیر متقوم کہتے ہیں مثلاً شراب مال ہے کیونکہ بعض دین سماوی والے اس کو مال سمجھتے ہیں لیکن چونکہ شریعت اسلامیہ میں اس سے نفع اٹھانا جائز نہیں ہے، اس لئے وہ مال غیر متقوم ہے۔

			اصلیت شرعی لحاظ سے کیا ہے؟)
۲۳	سال کے دوران محاسب کو حساب کے کام سے برخاست کرنے کی صورت میں	ضروری ہے کہ محاسب واجب الوصول و واجب الاداء اور نفع و نقصان کا گوشوارہ بنا کر تمام ذمہ داریوں کو دوسرے کے حوالے کر کے عہدہ برآ ہو۔	اس کے ذمہ کچھ نہیں ہے (اپنی کوشش سے پڑتالی بقایاجات کا گوشوارہ بنالے تو بنالے)
۲۴	کمائی قرار دیا جائے گا	صرف حلال مال کو	حلال و غیر حلال ہر قسم کی آمدنی کو
۲۵	منافع کی قسمیں	عام منافع، فائدہ اور غلہ	عمومی اور سرمایہ دارانہ اور عروض کی شکلیں
۲۶	غیر مالی معلومات کا ذکر	ممکن ہے، مثلاً معدوم وصولیاں، مساقہ بالاقلام	نہیں
۲۷	مالی گوشوارے	ہر سال، ہر تین سالہ، جنہیں عسکری گوشوارے کہا جاتا ہے	ہر سال
۲۸	تکمیلی گوشوارے	جن کا نام تجاویز ہوتا ہے	تکمیلی گوشوارے

۲۹	رعایتی قیمت	یہ کم سے کم قیمت ہوتی ہے جس کی سرمایہ کار قربانی دیتا ہے	فائدہ (سود) کی قیمت
۳۰	حساب کتاب کیلئے اخلاق	شرعی مکمل اخلاق	پیشہ ورانہ اور الگ سے شامل کئے گئے اخلاق

سرمایہ کاروں کا اعتماد، اسلامی محاسب کی اہم ذمہ داری

اسلامی معاشرے میں اسلامی تجارت و کاروبار کو فروغ دینے کی ضرورت کی غرض سے مسلمان محاسب کے ذمے ضروری ہے کہ وہ اسلامی حساب کتاب کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ، حساب کتاب کی بنیادیں ایسی قائم کرے جو شریعت مطہرہ کے مطابق ہوں اور معاشرے کو اپنے کام کاج و کاروبار و تجارت شریعت کے مطابق سرانجام دینے میں معاون ہوں، نیز مالی گوشوارے اسلامی اصولوں کی روشنی میں اتنے قابل بھروسہ ہوں کہ ان کو استعمال کر کے سرمایہ کاری کرنے والے مسلمان سرمایہ کاروں کو ان اداروں میں سرمایہ کاری کرنے کی حوصلہ افزائی اور اعتماد حاصل ہو کہ ان کی سرمایہ کاری شریعت مطہرہ کے مطابق ہے، نیز جھوٹی و گمراہ کن شرعی خلاف ورزیوں کی بنیاد پر مشتمل معلومات اور اعداد و شمار کے ذریعے بننے والے گوشواروں کی حوصلہ شکنی ہو، اور زکوٰۃ کی ادائیگی اور سرکاری محصولات و ضرائب سے بچنے کیلئے اور دوسری طرف بازار حصص یا شرکائے سرمائے کو غلط معلومات مہیا کر کے ان کے سرمائے کے استحصال کرنے کیلئے دہری حسابی کتابیں تیار کرنے کے وطیرہ کی اور سود و رشوت کے بڑھنے کی حوصلہ شکنی کا سبب اور ریاست کے ساتھ تعاون کا ذریعہ بنے نہ کہ مقابلے اور ریاست کی مالی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کا موجب بنے۔

اسلامی حساب کتاب کے لوازمات

حساب کتاب کے مقاصد اور مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کیلئے متعلقہ لوازمات کا تعین ضروری ہے، اسلامی فقہ کے اصول و قواعد کی عملی تنفیذ کیلئے مندرجہ ذیل لوازمات کا حصول ضروری ہے:

- **نمبر ایک** ۔محاسب اور اس کی صفات۔

- **نمبر دو** –حسابات و کھاتوں کی درجہ بندی اور فہرست۔
- **نمبر تین** –دستاویزات، دواوین اور متعلقہ کتابیں۔
- **نمبر چار** –مالی نتائج اور آئندہ کی تجاویز

ان لوازمات وحسابی ضروریات کو تفصیل سے بیان کیا جارہاہے تاکہ اسلامی حساب کی پختگی اور ترقی نیز ہر طرح سے کاملیت کا صحیح اندازہ ہوسکے۔

نمبر ایک–محاسب اور اس کی صفات

محاسب پر ناپ تول میں کمی کے احکامات کی پابندی

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ چونکہ محاسب کمائی کے کاموں کو انصاف کی ترازو سے تولنے اور ماپنے والا ہوتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالی کے ناپ تول سے متعلق احکامات کی بجاآوری کرتے ہوئے حساب کتاب بنائے، ارشاد باری عز اسمہ ہے:

[فَأَوْفُواْ الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلاَ تَبْخَسُواْ النَّاسَ أَشْيَاءهُمْ] (الأعراف:٨٥)

ترجمہ: "تو تم ناپ تول پوری کیا کرو اور لوگوں کو چیزیں کم نہ دیا کرو"

اور ارشاد ربانی

[وَزِنُواْ بِالقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ] (الاسرا:٣٥)

ترجمہ: "اور (جب تول کر دو تو) ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو "

اور ارشاد ہے

[أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ] (الرحمن:٨)

ترجمہ: "کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو"

اور ارشاد ہے

[وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ] (المطففين:١)

ترجمہ: "ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے"

ان احکامات الہیہ کا پاس رکھتے ہوئے حسابی عمل میں احتیاط کو اختیار کر کے حساب کتاب کو ختم اور بند کرے کیونکہ تطفیف یعنی کمی کرنا کسی بھی معاملے میں ہو اسلام نے منع کیا چنانچہ محاسب سے نہ شرکاء مالک کاروبار کے حق میں کمی کی گنجائش ہے اور نہ دیگر ادارے میں کام کرنے والوں یا لین دین کرنے والوں کے حقوق میں۔

ماوردی کی رائے یہ ہے کہ جو ذمہ داری اٹھانے کا کام کرے اس کا ایک تو امانت داری میں باوثوق درجے تک حامل ہونا اور دوسرے کام کے کرنے کی پوری صلاحیت کا ہونا کافی ہے، اگر ایسی ذمہ داری ہو کہ جس میں اجتہاد کی بھی ضرورت ہو تو اس میں حریت یعنی آزاد ہونا اور اس کا مسلمان ہونا بھی لازمی قرار دیا جائے گا۔اور اگر ذمہ داری صرف تنفیذ اور کام کروانے کی حد تک ہی ہے تو اس صورت میں میں حریت اور مسلمان ہونے کو مشروط قرار نہیں دیا جائے گا۔

ہماری نظر میں مسلمان محاسب کا مندرجہ ذیل صفات سے متصف ہونا لازمی ہے:

ا۔ **بقدر کفایت فقہ کی سمجھ ہو، جس سے مندرجہ ذیل کا متحقق ہونا ضروری ہے:**

- **ورع اور تقوی**

جو اسے شریعت کے اصول اور شرعی احکام کی پابندی کی کوشش کرنے کا اہتمام پیدا کرنے کا ذریعہ بنے اور کسی بھی قسم کی شرعی احکام کی مخالفت سے روکے۔

(الماوردي، الأحكام السلطانية، مرجع سابق، ص ١٤٤۔الغزالي، المرجع السابق، ج ٢، ص ١٢٧)

حلال و حرام کی حدود میں اس کو امتیاز کرنے کی صلاحیت حاصل ہو، کیونکہ کمائی کے ذرائع کو اختیار کرتے وقت علم الکسب کا ہونا ضروری ہے، جس کے لئے کسب کے معاملات کی فقہ کا جاننا لازمی ہے اس کو الگ نہیں کیا جا سکتا ۔کتب فقہ میں حساب کتاب اور مالی امور کے قواعد وضوابط موجود ہیں وہ سب اسی بات پر دال ہیں اور حساب کتاب کیلئے بہت ضروری بھی ہیں۔

- **امانت ودیانت**

یہ ایمان کے نتیجہ کے طور پر وجود پاتی ہے، اور جسے کسی کام کے لئے اجرت پر رکھا جائے، اللہ تعالی نے اس کے لئے قوت وامانت کی صفت کے ساتھ مخصوص کیا ہے

[يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ] (القصص:٢٦)

ترجمہ:"ایک لڑکی بولی کہ ابّا ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا اور امانت دار (ہو)"

لہذا کمزور شخص امانت داری سے متصف ہونے کے باوجود اس کو اپنا نہیں سکے گا اس کیلئے امانت داری کو قائم رکھنے کیلئے قوت کا ہونا ضروری ہے۔چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام نے کہا:

[قَالَ اجْعَلْنِي عَلَى خَزَآئِنِ الأَرْضِ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ] (یوسف:۵۵)

ترجمہ: "(یوسف نے) کہا مجھے اس ملک کے خزانوں پر مقرر کر دیجئے کیونکہ میں حفاظت بھی کر سکتا ہوں اور اس کام سے واقف ہوں"

چنانچہ محاسب نہ ہی رشوت دیتا اور نہ ہی لیتا ہے اور نہ جھوٹ بولتا اور نہ خیانت کرتا اور نہ ہی دھوکہ دیتا ہے۔

- **باریک بینی**

اللہ تعالی نے حساب میں باریک بینی کو انصاف کے تقاضے پورا کرنے کیلئے بیان فرمایا ہے:

[وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِن كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ] (الأنبياء:۴۷)

ترجمہ: "اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہو گا تو ہم اس کو لا حاضر کریں گے۔ اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں"

فقہاء اور محاسبین دوسروں کے حقوق کے تحفظ کیلئے باریک سے باریک تفاصیل کو تلاش کرتے تھے، چنانچہ امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے تنخواہ اور مزدوری کی ادائیگی کیلئے عیسوی سال کے دنوں کا ہجری سال سے فرق کی رعایت رکھی ہے۔ اور ماوردی نے باریک بینی کو متحقق کرنے کیلئے حسابی مہارت کو لازمی قرار دیا ہے۔

(الماوردي، الأحكام السطانية، مرجع سابق، ص ١٤٤)

- **اخلاق**

کمائی میں لگنے والے ہر مسلمان کیلئے اخلاق سے مزین ہونا ضروری ہے، عمومی اخلاق کا پیشہ ورانہ اخلاق سے الگ ہونے کا تصور اسلام کا نہیں ہے، اسلام تو مکمل ضابطۂ حیات پیش کرتا ہے جو ہر طرح کے اور ہر شعبے سے متعلق اخلاق و اخلاقی تعلیمات سے مزین ہے۔

۲. **فنی شرائط کا علم**

- **فنی قدرت واہلیت**

ایسے محاسب کو نوکری پر لگانا جو فنی اہلیت نہ رکھتا ہو یہ کام محاسب اور لگانے والے کی کوتاہی تصور ہو گا۔امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شرط لگائی ہے کہ حساب کا کام کرنے والا حسی اور شرعی لحاظ سے حساب کے کام پر قادر ہو اور ایسا ضعیف شخص جو اس کام کو سرانجام دینے کی اہلیت نہ رکھتا ہو کو نوکری پر لگانا صحیح نہیں ہو گا۔

(الغزالي، إحياء علوم الدين، مرجع سابق، ج ۲، ص ۱۳٤)

اور محاسب کا تو فطین و ذہین ہونا بھی از حد ضروری ہے ماوردی کے مطابق تو اتنی اہلیت ضروری ہے کہ جس سے قوانین کو یاد رکھنا، حقوق کو پورا وصول کرنا، واقعات کو ثابت کرنا، مزدوروں و ملازمین کی مزدوری کا حساب کتاب رکھنا، ادائیگیوں پر عبور و مہارت اور الجھے ہوئے معاملات کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(الماوردي، الأحكام السلطانية، مرجع سابق، ص ۱)

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ نے تعمیرات کے محاسب کے لئے ہندسی حسابات سرانجام دینے کیلئے ہندسہ کے فن سے واقف ہونا بھی ضروری قرار دیا ہے یعنی ہر پیشہ کے محاسب کے لئے متعلقہ پیشہ کے فن پر دسترس کا ضروری ہے۔

- **پیشہ میں مہارت**

امام نویری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حساب لکھنے والوں کو زیادہ تحقیق اور اموال کو ضبط کرنے اور دلائل وبراہین سے ثابت کرنے کی صلاحیت رکھنے اور قوت بیان سے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی استعداد والا ہونا ضروری ہے۔

- **فنی مہارت**

جس پیشہ میں بطور محاسب کام کرے اس کے فن کا بھی ماہر ہونا ضروری ہے، تاکہ اس کے ہر واقعات کو اپنی محاسبی نظر سے جانچ کر اس کو زیر حساب لا سکے، اور اس کو کسی دوسرے کا مقلد نہ ہونا پڑے، اگرچہ متعلقہ فن میں مہارت اس کے کام کا حصہ تو نہیں ہے لیکن اس کو حساب کے کام میں معاون ضرور ہو گی۔ اور جس شخص میں یہ صفات مجتمع ہو جائیں گی تو ذمہ دار کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسے کام پر رکھے اور اس کے انکار کی صورت میں اس کو اس کام کو کرنے کا امر کرے۔

(النويري، مرجع سابق، ص272)

- **حسابی قوانین و قواعد اور لائحات**

حسابی قواعد و قوانین پر پر پورا عبور حاصل ہو۔

۳. مساوات وبرابری

محاسب ایک طرح سے معاملات کا ترازو بردار ہوتا ہے جسے متعلقہ معاملات کو حق اور عدل کی ترازو میں تولنا ہوتا ہے، وہ اپنے حسابات کا دنیاوی لحاظ سے اپنے ذمہ دار کو جواب دہ ہوتا ہے اور اخروی لحاظ سے وہ اللہ تعالی کو جواب دہ ہوتا ہے

[أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ]

(الرحمن:۸-۹)

ترجمہ: "کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو۔ اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔ اور تول کم مت کرو"

اور کسی کام کو اپنے ذمہ لینے کیلئے واجب ہے کہ وہ اس کی حمایت وحفاظت میں برابری کا پورا خیال رکھے

[وَلَا يُضَارَّ كَاتِبٌ وَلَا شَهِيدٌ] (البقرۃ:۲۸۲)

ترجمہ: "۔ اور کاتب دستاویز اور گواہ (معاملہ کرنے والوں کا) کسی طرح نقصان نہ کریں"

اور یہ برابری اور کام کو پورے انصاف وعدل سے سرانجام دینا تب ہی ممکن ہے جبکہ محاسب کی تعیین اور اسے کام سے ہٹانا اور کام کا معاوضہ اور اس کو تحفظ دینا یقینی بنایا جائے، یہ صفت اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک کہ سابقہ دونوں صفات متحقق نہ ہو جائیں یعنی بقدر ضرورت اور کافی حد تک فقہ پر عبور اور فنی شروط سے پوری طرح باخبر ہونا۔

امام قلقشندی رحمہ اللہ نے محاسبین اور حساب داری اور کتاب حساب سے متعلقہ عہدوں اور عہدیداروں کی مکمل فہرست اور تفصیل بیان کی ہے، جس سے فقہاء کے باریکی سے وضع کردہ مکمل نظام حساب اور متعلقہ کتابوں کی تفصیل اور عہدوں کا مکمل لائحۂ عمل موجود ہے جس میں حساب لکھنے اور سنبھالنے اور اس کی پڑتال کرنے اور نگرانی کرنے والوں سے لے کر وزیر تک کے عہدوں اور ان کی ذمہ داریوں کا مفصل ذکر ہے۔

نمبر دو – کھاتوں کی قسمیں اور ان کے اشارے (کوڈ)

کھاتوں کا رمز (اشارہ۔کوڈ)فقہاء نے دو غرض سے استعمال کیا ہے:

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسلمان تاجروں نے رمز () کو ان غریب گاہکوں کے ناموں کو اخفاء میں رکھنے کے لئے استعمال کیا جن کو فروخت کردہ مال کی واپسی کی امید نہیں ہوتی تھی اور اس فروخت کو صدقہ قرار دینا ہوتا تھا مثلاً ایک غریب آدمی نے اس تاجر کے پاس کھانا یا پھل دیکھے تو اس نے کہا کہ مجھے پانچ رطل فلاں چیز کی ضرورت ہے اور میرے پاس اس کے پیسے نہیں ہیں تو تاجر کہتا کہ یہ لے لو اور جب تمہارے پاس آسانی ہو اس کی قیمت دیدینا بلکہ تاجروں کی طرف سے یہ کہہ دیا جاتا تھا کہ جو تم لینا چاہتے ہو لے لو اگر تمہیں آسانی ہوئی تو اس کی قیمت دیدینا ورنہ تمہیں معاف ہے، تو اس فروخت کو اس خریدار کے ذمہ بطور دین یعنی ادھار کے درج نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ اس کا حساب کتاب میں سرے سے اندراج ہی نہیں کیا جاتا تھا یا الگ کتاب میں لکھا جاتا اور اس کی عزت نفس کے مجروح ہونے سے بچنے کیلئے اس کے متعلقہ کھاتے کیلئے رمز یعنی اشارہ (کوڈ) استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ اسی وجہ سے ان کے حساب کی دو کتابیں ہوتی تھیں ایک تو وہ ہوتی تھی کہ جس میں صرف فقراء کو فروخت کردہ اشیاء درج ہوتی تھیں اور دوسری وہ جس میں دیگر فروخت جس کی قیمت کی وصولی کرنی ہوتی تھی درج کی جاتی تھی۔

(الغزالي، إحياء علوم الدين، مرجع سابق، ج ٢، ص ١٥١)

یہاں اس امر کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ اسلام میں صرف تجارت ہی نہیں بلکہ تمام شعبوں کی بنیاد دوسروں پر لگانا اور انفاق کی سبیل اللہ پر تھی اور اس معاشرے میں تاجر دوسروں پر اپنے مال کو خرچ کرنا اپنے لئے بڑی کمائی تصور کرتا تھا۔ تو جب بنیادیں تبدیل ہوتی ہیں تو اس کے لوازمات وضروریات بھی بدل جاتی ہیں، دوسروں پر خرچ کرنے والے معاشرے کیلئے حساب کتاب کی ضروریات وہ نہیں تھیں جو مال بچا کر رکھنے اور جمع کرنے والے معاشرے کی ہیں، آج کل کے حساب کتاب میں اس وجہ سے کہ میری فروخت کی قیمت صدقہ میں بدل جائے اور جسے میں نے فروخت کہہ کر صدقہ کیا ہے اس کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہو وہ میرا قیمتی سرمایہ ہے لہذا اس مقصد کیلئے مجھے حساب کتاب کی الگ کتابیں ایسی بنانی ہونگی جو اس ضرورت کو پورا کریں شاید کبھی کسی تاجر نے سوچا بھی نہ ہو۔

آج کل تو ایک کاروبار کے حساب کتاب کو دیگر گھٹیا مقاصد کیلئے (شئر مارکیٹ وغیرہ کو مطمئن کرنے اور ان میں اپنی ساکھ یا شئر کی قیمت بڑھانے وغیرہ) کیلئے حساب کتاب کو فرضی اعداد و شمار کے ساتھ دو یا تین طرح سے لکھ کر کئی حساب بنائے جاتے ہیں جو جھوٹ اور دجل کے ذریعے مال و دولت جمع کرنے اور بڑھانے کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ مال و دولت کو دوسروں پر لگانے اور اس پر پردہ پوشی کیلئے۔

اسی وجہ سے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ دین جب معاشرے میں زندہ ہو گا تو اس کی ضروریات بھی بے دین معاشرے سے کافی مختلف ہونگی جبکہ اس میں آسانیاں اور برکتیں بھی بے دین معاشرے سے کافی زیادہ ہونگی کیونکہ وہ تاجر مثلا جب دوسروں پر مال خرچ کرے گا تو وہ لوگ اس تاجر کی محبت میں اس کے کام آئیں گے اور اس کی مدد اور تجارت میں اس کی ہر طرح سے معاونت کریں گے جو اس تاجر کی تجارت میں ایسی برکت و معاونت کا ذریعہ بنے گی جو پیسے و دولت سے ممکن نہیں ہو گی کیونکہ ان ناداروں کا مفاد اس تاجر کی تجارت میں کامیابی و ترقی سے وابستہ ہو گا، یہ وہ تسویقی فائدہ ہے جس کا آج کل کی تجارتی تسویق میں تصور نہیں ہے، آج کل کی تسویق میں تو صرف ان خریداروں پر فری گفٹ یا فری سیمپل وغیرہ کی شکل مال صرف کیا جاتا ہے جن سے کل کو فروخت کے بڑھنے کی توقع ہوتی ہے نہ غریبوں و ناداروں پر۔ اللہ تعالی ہمیں زندگی کے تمام شعبوں میں دین کو زندہ کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔

۱. امام نویری رحمتہ اللہ علیہ اس سے بھی زیادہ باریکی میں گئے ہیں اور انہوں نے اشاروں کو اس کے علاوہ ان مقاصد کیلئے بھی استعمال کیا ہے جس سے حساب میں آسانی ہوتی اور اندارج میں تیزی آتی ہے جیسے کہ ہم آج کل کے زمانے میں کرتے ہیں، چنانچہ وہ محاسب کو پابند کرتے ہیں کہ وہ کھاتے کے اشارہ کا حوالہ دے نہ کہ اس کے نام کا۔

نمبر تین۔حسابی دستاویزات اور کتابیں

دستاویزات اور کتابیں جنہیں تاجر اور محاسبین استعمال کرتے ہیں وہ حقوق کو ثابت کرنے کے لئے وسیلے کا درجہ رکھتی ہیں، اور قرآن کریم کی سب سے طویل آیت (آیت مداینہ) نے کتابت کے اصولوں کو بیان فرمادیا ہے۔

تجارتی وحسابی کتابیں ثبوت کا وسیلہ اور لکھائی میں حقیقت پیدا کرنے اور یقین دلانے کا سبب ہیں

ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ موجودہ عرف میں کتابوں کا سہارا حقوق کو ثابت کرنے کیلئے لیا جاتا ہے کیونکہ اس میں حقیقت اور باریکی ہوتی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے زمانے میں تاجروں کی کتابوں میں اس کے ہاتھ سے جو لین دین لکھا ہوتا ہے اس کے مرنے کے بعد اس کو بطور سند قبول کر لیا جاتا ہے، اسی ضرورت کے پیش نظر ائمۂ بلخ نے اسے سند مانا ہے"۔

حسابی ثبوت کی اہمیت کی طرف امام نویری رحمہ اللہ نے استشہاد یعنی گواہی کے ذیل میں دستاویزات کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور فرمایا ہے "ویستشهد فیه برسائل الحمول" کہ حساب میں "رسائل حمول" یعنی شہادتی دستاویزات سے مدد لی جائے اور ان دستاویزات کا بھی ذکر کیا ہے جن سے وصولیاں اور ادائیگیاں کی جاتی ہیں اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ دستاویزات اس وقت اپنی ثبوتی حیثیت کا درجہ حاصل کرتی ہیں جب ان پر متعلقہ نگرانوں اور ذمہ داروں کے دستخط ہو جاتے ہیں اور اسی طرح دوسری دستاویزات مثلاً التاریج، الفنداق، المکلفہ وغیرہ کئی دستاویزات کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے اور اس سب سے ان فقہاء کا علم محاسبہ میں پوری طرح مہارت اور اس میں ان کے تبحر کا اندازہ ہوتا ہے۔

خوارزمی رحمہ اللہ نے کچھ دوسرے ناموں سے دستاویزات کا ذکر کیا ہے جس میں وہ عریضہ کے نام سے دستاویز کا ذکر کرتے ہیں اور اس کو بھرنے کا تفصیل سے طریقہ بتاتے ہیں کہ کس سطر میں کیا لکھنا اور کس میں کیا لکھنا ہے، تطویل کے خوف سے تفصیل نہیں لکھ رہے ہی۔

اس ساری تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہائے کرام نے قرآن وحدیث وتعلیمات اسلام سے ایسے اصول اخذ کئے جن کا آج کل کے محاسبہ میں تصور نہیں ہے جس کی وجہ سے حساب کتاب میں بے شمار پریشانیاں اور نقصانات سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور فقہاء کے اصولوں کے مطابق محاسبہ کے کام کو کرنے سے یقینا بہت سی پریشانیوں ونقصانات سے بچا جا سکتا ہے۔

روزنامچہ یا یومیہ کی یادداشت

روزنامچہ یا یومیہ یادداشت محاسبہ کی اصل اور اس کیلئے بنیادی حیثیت کی حامل ہوتی ہے اور اسی کی بنیاد پر مالی وغیر مالی اور اقتصادی واقعات ضبط تحریر لائے جاتے ہیں اور حسابی اندراجات کا انحصار ان ہی پر ہوتا ہے جبکہ آج کل کے مروجہ حساب کتاب کے طریقہ میں اور دیگر اقتصادی کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف مالی واقعات کو ضبط میں لایا جاتا ہے، حالانکہ ان کا بھی کاروبار پر اثر پڑتا ہے کیونکہ بہت سے مالی واقتصادی واقعات وحالات ایسے ہوتے ہیں جن کی بنیادوں پر کاروباری حکمت عملی ترتیب قائم

کی جاتی اور ضروری تبدیلیاں کی جاتی از حد ضروری ہوتی ہیں لیکن ان واقعات کے ضبط تحریر نہ لانے کی وجہ سے ان تبدیلیوں کا کیا جانا ناممکن ہو جاتا ہے اور کاروباری ترتیب کو بہتر کرنے کا فائدہ نہیں حاصل نہیں کیا جا سکتا ہے۔

روزنامچہ میں محاسب کو ہر چھوٹی بڑی بات ذکر کرنی ہوتی ہے، اسی بارے میں امام نویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "محاسب چاند کی تاریخ کے حساب سے دیوان میں روزنامچہ میں دن، ماہ وسال کے ساتھ تمام جدید وقوع پذیر ہونے والے چھوٹے بڑے واقعات کا اندراج کرے، کہ یادداشت، آمدن، اخراج وادائیگیاں، خرید وفروخت، خریدی وفروخت کردہ اشیاء کی تعداد، مزدوری، ضمانتیں، بے روزگاری میں اضافہ، کرایوں کی رپورٹ، مستحقین ادائیگی کیلئے ترتیب اور کام کرنے والوں کو کام پر لگانے اور ان کی مزدوری کی تفصیل، وغیرہ تمام مالی واقتصادی امور کو اس طرح سے درج کرے کہ کوئی واقعہ خواہ وہ بہت چھوٹا واقعہ ہی کیوں نہ ہو درج ہونے سے رہ نہ جائے، روزنامچہ میں اس اندراج اور یادداشت کی تمام حساب کتاب کیلئے بنیاد اور ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت ہوتی ہے"۔

(النویري، مرجع سابق، ص274)

امام نویری رحمہ اللہ کی الفاظ سے غیر اقتصادی واقعات کو ضبط تحریر لانے کے بارے میں اس بات کی وضاحت ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں "وما يتجدد من زيادةفي الأجر والضمانات وعطل وتقرير أجائر ... الخ." کہ ایسے نئے واقعات جو وقوع پذیر ہوں مثلاً اجور ومعاوضوں میں اضافہ اور ضمانتوں اور تعطل میں بڑھوتری کرایوں میں زیادتی کو بھی ضبط تحریر لایا جائے۔۔۔الخ کے الفاظ سے غیر اقتصادی واقعات کے درج کرنے کی بارے میں وضاحت ہوتی ہے۔
(النويري ، مرجع سابق ، ص ٢٤٣) .

المخزومہ

یہ کھاتہ بنام سے ملتا جلتا گوشوارہ ہوتا ہے، جسے اوپر سے نیچے تمام درجوں کی نگرانی کیلئے تیار کیا جاتا ہے اور محاسب کے تابع ذیلی انتظامی درجوں کے لحاظ سے کئی نسخے بنائے جاتے ہیں (نگرانی حساب کتاب) یہ اندرونی طور پر معلومات کے تبادلے اور ان کی بنیاد پر کئے جانے والے فیصلوں کیلئے ہوتا ہے۔(جناب الشیخ سامر مظہر قنطقجی صاحب نے اس ووچر کا مکمل خاکہ بھی دیا ہے جن صاحب کو تفصیل سے دل چسپی ہو وہ اصل کتاب فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ سے رجوع کر سکتے ہیں)

کھاتہ بنام

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے کھاتہ بنام کو بہت باریکی سے بیان فرمایا ہے اور کھاتوں کو آمنے سامنے اور دوطرفہ درج کرنے کی ترتیب بھی تفصیل سے بیان فرمائی ہے، ان کی بیان کردہ تفصیل سے یہ نتائج حاصل ہوتے ہیں:

١. کھاتہ (حساب) گوشوارہ کی طرح سے ہوتا ہے۔
٢. اس کی دائیں جانب میں آمدنی (آمدن ووصولیاں) درج کی جاتی ہیں۔
٣. اس کی بائیں جانب میں اجراء کردہ (اخراجات وادائیگیاں) درج کی جانی ہوتی ہے۔
٤. ہر کھاتے کو نشان زد کیا جائے گا جس کے نام سے جاری کیا گیا یا جس کے ذمہ اضافہ کیا گیا۔
٥. حساب کی مدت ایک سال ہے۔
٦. رموز واشاروں کو حسابی کوڈ کے طور پر استعمال کیا جائے گا۔
٧. حساب کتاب سال کے آخیر تک بنایا جائے گا۔
٨. اور ہر کھاتے کا بقایا نکالا جاتا رہے گا۔
٩. بقایا اگر صفر ہو گا تو کھاتہ بند ہو جائے گا۔
١٠. ورنہ اگلے سال کیلئے اس بقایا کو کھاتہ کھولنے کا بقایا بنالیا جائے گا۔

نمبر چار-مالی گوشوارے اور میزانیے

جیسا کہ ذکر ہو گیا ہے کہ تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے سب سے پہلے "اثاثہ جات" اور "اخراجات" کی تعبیر کو بیان کیا ہے اور امام نویری رحمہ اللہ نے جریدہ کے ضمن میں واجبات وادائیگیوں کی اصطلاح کو ویسے ہی استعمال کیا ہے جس طرح کہ آج کے مروجہ دور میں حسابات کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، اور اسی تعبیر کو انہوں نے روزنامچہ میں "واجب الوصول" اور "واجب الاداء" کی اصطلاح کے ساتھ استعمال کیا ہے جس کا ہر محاسب روزنامچہ میں اندراج کرتے وقت محتاج ہوتا ہے۔

سال کے اختتامی حسابات سال کے آخری مال کی آخری تہائی عرصہ میں تیار کر لیا جانا ضروری ہے، جس کا طریقہ یہ کہ جب گیارہ ماہ حساب کے ہو جائیں آخری ماہ کا بھی دو تہائی عرصہ گذر جائے تمام حساب کتاب کے اندراجات کو درج کر کے مکمل کر لیا جائے۔(۔(جناب الشیخ سامر مظہر قنطقجی صاحب نے فقہائے اسلام کے زیر استعمال تمام گوشواروں کا مکمل خاکہ بھی تفصیل سے دیا ہے، جن صاحب کو تفصیل سے دل چسپی ہو وہ اصل کتاب "فقہ المحاسبۃ الاسلامیہ" ص ١٦٢ سے رجوع کر سکتے ہیں)۔

یہ حسابات مندرجہ ذیل سے متالف ہوتے ہیں:

- **الختم** یہ اختتامی حساب ہوتا جس میں مالوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

- **التوالی** یہ وہ حساب ہوتا ہے جو غلہ کیلئے ہوتا ہے (سامان غلہ کی فہرست)
- **الاعمال** یہ غلوں، تقاوی، نچوڑنا، خدمات، تادیبات اور جنایات سے متالف ہوتا ہے۔
- **السیاقات** یہ قیدیوں، کراع، چارہ اور اصناف کی سیاقت سے متالف ہوتا ہے۔

- **صنعتی حسابات**

(جس میں امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے گنے سے چینی بنانے کے تمام مراحل اور ہر مرحلہ کو کیسے حساب میں لانا ہے اس کا مکمل طریقہ بیان کیا ہے) امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے صنعتی حساب کا طریقہ تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور مثال میں گنے سے جوس نکال کر اس سے چینی بنانے کی صنعت کو بیان کیا ہے۔

- **فروخت کا کام**

فقہ البیوع نے فقہ المعاملات سے وافر حصہ حاصل کیا ہے اور فقہائے کرام نے اس کو تفصیل سے بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے، انہوں نے ثمن کی اصطلاح وضع فرمائی اور خرید و فروخت، وہ فروخت جو واپس ہو جائے، تجارتی رعایت، یا بیع کے انعقاد سے قبل قیمت کا کچھ حصہ چھوڑ دینا اور موجودہ سامان تجارت کی قیمت آخری مدت کے لحاظ سے لگانے جیسے اصول وضع فرمائے جس سے فقہ البیوع کے تفصیلی کام کا اندازہ ہوتا ہے۔

فقہاء نے بیع کی مختلف اقسام بنائی ہیں:

نمبر ایک۔ بیع سے متعلق:

- عین کے بدلے میں عین، جسے بیع مقایضہ کہا جاتا ہے۔
- ثمن کے بدلے میں ثمن، یہ بیع صرف ہے۔
- ثمن عین کے بدلے میں، یہ بیع سلم ہے۔
- عین ثمن کے بدلے میں، یہ بیع مطلق کہلاتی ہے۔

نمبر دو۔ ثمن سے تعلق کے اعتبار سے:

- اگر ثمن اول کے مثل کچھ منافع کے ساتھ ہو تو وہ مرابحہ ہو گا۔
- اگر ثمن اول کے مثل بغیر منافع کے ساتھ ہو تو وہ تولیہ ہو گا۔
- اگر ثمن اول سے کم ہو تو وہ وضعیہ ہو گا۔
- اگر بغیر زیادہ و کمی کے ہو تو مساومہ ہو گی۔

- خریدی گئی چیز میں کسی دوسرے کو شریک کرلے تو شرکتہ ہو گی، جیسے کہ اپنی نصف چیز فروخت کر دے۔

نمبر تین۔ ثمن کے وصف سے تعلق کے اعتبار سے:

- نقد
- ادھار

نمبر چار۔ مذکورہ تمام اقسام کی درج ذیل قسمیں بنیں گی:

- بیع صحیح
- بیع باطل
- بیع فاسد
- بیع موقوف

کبھی بیع اجارہ کو بھی مشتمل ہوتی ہے، کیونکہ یہ بھی تو منفعت کی فروخت ہوتی ہے۔

فقہاء نے بیع کے ارکان بھی وضع فرمائے ہیں کہ کوئی تاجر چار لوگوں سے تجارتی معاملات نہ کرے:۔

۱. بچہ
۲. مجنون
۳. غلام
۴. اندھا

اسی طرح جس چیز کا عقد کیا جارہا ہے وہ ایسا مال ہے جس کا عاقدین میں سے کسی ایک کی طرف سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے لہذا اس میں چھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:۔

۱. وہ نجس نہ ہو۔
۲. ایسی چیز ہو جس سے نفع اٹھایا جاسکتا ہو۔
۳. تصرف کرنے والا عاقد کا مملوک ہو یا اس کو مالک کی طرف سے تصرف کی اجازت دی گئی ہو۔
۴. جس چیز کا عقد کیا گیا ہے وہ شرعی لحاظ سے اور محسوس طور پر عاقد کے حوالے کیے جانے کے قابل ہو، جس چیز کو محسوس طور پر دوسرے کے حوالے نہ کیا جاسکے اس کی بیع درست نہیں۔
۵. جس چیز کا عقد کیا گیا ہے وہ اپنی ذات، مقدار اور وصف کے لحاظ سے معلوم ہو۔
۶. اگر فروخت کی گئی چیز معاوضہ سے فروخت کی جارہی ہے تو اس کا قبضہ حاصل کرنا ضروری ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اسلام نے فروخت کے عمل کو کتنی باریکی سے لیا ہے تاکہ اس معاملے میں کسی قسم کا التباس اور کوئی عیب نہ رہے جو فریقین کے نزاع و جھگڑے کا سبب بنے، اسی طرح پاکیزگی و نفع مند ہونے کی شرط اور فروخت کردہ چیز کا وصف اور اس کا تعین اس کی حوالگی اور وصول کرنا اور اس پر قبضہ کرنا وغیرہ سب اس وجہ سے ہے کہ معاملہ کرنے والوں کے لئے کسی قسم کے نزاع کی صورت نہ پیدا ہو۔

یہاں تک کہ فقہاء نے بیع میں عیب یسیر اور عیب کثیر کے درمیان بھی فرق واضح کیا ہے، کہ اگر عیب یسیر ہو تو اس کا لوٹانا واجب نہیں ہے اور فروخت کنندہ کو خریدار کی طرف سے اس عیب کے بقدر قیمت کم کی جائے گی اور اگر عیب کثیر ہوگا تو چیز کا واپس لینا واجب ہوگا۔

اتنی تفصیل اور باریکی کے ساتھ فقہ المعاملات میں فقہائے اسلام نے کام اس کی نظیر کسی دوسری قوم کے پاس نہیں ملتی، جس سے اندازہ ہوتا ہے اسلام میں تمام علوم ہر لحاظ سے مکمل اور انسانیت کی ضرورت کو زیادہ احسن طریقے سے پورا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

خام مال کا حساب کتاب

امام نویری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خام مال کو ضبط تحریر میں لانے والے کیلئے وزنوں اور اقسام واصناف اور اشیاء کے اوصاف سے واقف اور ان کی گنتی، پیمائش اور وزن کرنے میں ماہر ہونا ضروری ہے، اور اس کے پاس جو ہدیہ اور نذرانے آئیں انہیں ان کے متلقہ مد میں شامل کرے، جو ضروری اشیاء خریدے اسے بھی اسی مد میں درج کرے، اور خام مال کے حسابات کو مندرجہ مراحل میں مکمل کرے:

۱. خام مال کے حساب کا روزنامچہ

جس میں وصول واجراء کردہ مقدار کو درج کیا جاتا ہے، جس میں کہاں سے آیا اور کس کو جاری کیا گیا اور جس سے واپس لینا ہے کا نام بھی درج ہو۔

۲. دستاویزات کی پڑتال

کیا تمام اعداد وشمار درست ہیں اور جن جن کو سامان دیا تھا واپس ہو گیا ہے اور جن کو جاری کیا گیا کیا وہ درست تھا، کہیں کوئی کمی تو نہیں اور اگر ہے تو اس کی کیا وجہ ہے اور کون ذمہ دار ہے۔

۳. پڑتالی میزان (ٹرائل بیلنس) کی تیاری

پڑتالی میزان کو تیار کر کے تمام حساب کتاب کی پڑتال کر لی جائے اور کمی کوتاہی کو دور کر لیا جائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

(الشیخ سامر مظہر قنطقجی صاحب کا مضمون مکمل ہوا)

تیسری فصل: حساب کتاب کے طریقے

اسلامی علم محاسبہ (حساب داری۔ حساب کتاب) کی اصطلاحات

کاروباری معاملات و لین دین

وہ معاملات جن کی وجہ سے کاروبار کی حالت بدل جائے، کاروباری معاملہ کہلاتی ہے۔ مثلاً نقد فروخت سے کاروبار کی حالت اسطرح بدلی کہ کاروبار کے پاس پہلے سے زیادہ نقدی ہو گئی۔

اثاثہ جات

اثاثہ جات سے مراد جائیداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ اور دیگر قیمتی اشیاء ہیں جو کاروبار کی ملکیت ہوتی ہیں۔

واجبات

واجبات ایسے تمام واجب الاداء رقوم ہیں جو کاروبار نے اپنے مالک یا دوسروں کو دینے ہیں۔ مثلا دکان، کارخانہ، کاروبار کیلئے سواری وغیرہ۔

سرمایہ

سرمایہ وہ رقم یا اشیاء جو کاروبار کا مالک کاروبار میں لگاتا ہے یا کاروبار کو کاروبار کرنے کیلئے حاصل ہوتی ہے۔

آمدنی

سامان تجارت، مال کی فروخت یا خدمات کی فراہمی سے جو رقم حاصل ہوتی ہے آمدنی کہتے ہیں۔ مثلا نقد سامان فروخت کرنے کی یا کچھ خدمات کسی کو مہیا کرنے کا معاوضہ آمدنی ہوتا ہے۔

اخراجات

اخراجات وہ خرچے ہیں جو آمدنی کو کمانے اور دیگر مقاصد پورا کرنے کیلئے ادا کئے جاتے ہیں۔ جیسے کاروباری سرگرمیوں کیلئے سفر اور کھانے پینے کے اخراجات وغیرہ یا دکان وکارخانہ کا بجلی وفون بل وغیرہ۔

نفع

واجب الوصول کا واجب الاداء سے بڑھ جانے یا آمدنی کا اخراجات سے زیادہ ہونے والی مقدار کا نام نفع ہے۔

نقصان

واجب الاداء کا واجب الوصول سے بڑھ جانے یا اخراجات کا آمدنی سے زیادہ ہونے کی مقدار کا نام نقصان ہے۔

گوشوارہ اثاثہ جات وواجبات

کسی ایک تاریخ پر موجود کاروبار کے اثاثہ جات اور واجبات کی فہرست کہلاتی ہے۔ مثلاً ادارے کے تمام اثاثہ جات اور واجبات کا گوشوارہ۔

گوشوارہ آمدنی

گوشوارہ آمدنی کسی مخصوص عرصے میں حاصل کی جانے والی آمدنی اور ادا کئے جانے والے اخراجات کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ کاروبار نے نفع کمایا یا نقصان۔ یعنی کاروبار کی آمدنی واخراجات کو دو طرف لکھ کر گوشوارہ بنایا جاتا ہے، آمدنی زیادہ ہو تو نفع اور خدانخواستہ اخرجات آمدنی سے بڑھ جائیں اسی قدر نقصان ہوتا ہے یا واجب الوصول اور واجب الاداء کے گوشوارے یں واجب الوصول زیادہ اور واجب الاداء کم ہو تو وہ آمدنی ومنافع شمار ہوگا اور اس کے الٹ نقصان شمار ہوگا۔

کھاتہ / حساب

کسی ایک شخص یا کسی ایک شے سے متعلقہ تمام لین دین کو یکجا کر دینے کے بعد اس کا عنوان اس شخص یا شے کی نسبت سے مقرر کرنا۔ اس شخص یا شے کا کھاتہ یا حساب کہلاتا ہے۔ مثلاً کسی ادارے سے سامان ادھار خریدنے کی صورت میں اس کے نام سے کھاتہ / حساب کھول لیا جاتا ہے اور اس سے تمام لین دین اس کھاتہ میں درج کیا جاتا ہے اسی طرح اخراجات و آمدنی کے کھاتے وغیرہ بنائے جاتے ہیں۔

دہرے اندراج کا نظام

ہر کاروباری معاملہ کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ مثلاً نقد فروخت کی وجہ سے ایک طرف تو نقدی میں اضافہ ہوتا ہے اور دوسری طرف اشیاء برائے فروخت میں کمی آجاتی ہے۔(بالفاظ دیگر فروخت میں اضافہ ہو جاتا ہے)۔ دوہرے اندراج کے نظام کے تحت ان دونوں پہلوؤں کا الگ الگ اندراج کیا جاتا ہے۔ ایک پہلو کے اندراج کو جمع کہتے ہیں اور دوسرے کو نام کہتے ہیں۔

بنام اور جمع کے قواعد

واجبات اور آمدنی میں اضافہ کا اندراج کرنے کیلئے متعلقہ کھاتہکو جمع اور کمی کا اندراج کرنے کیلئے بنام کرتے ہیں۔ جبکہ اثاثہ جات اور اخراجات میں اضافہ کا اندراج بنااور کمی کا اندراج جمع سے ہوتا ہے۔

حساب کتاب درج کرنے کے طریقے

حساب کتاب میں اندراج کرنے کے دو طریقے ہیں نقد اور وقوعہ کی نسبت سے اندراج:

نقد

اس طریقہ میں کیش کی بنیاد پر تمام اخراجات اور آمدن کو رکھا جاتا ہے۔

آمدنی اس وقت درج کی جاتی ہے جب کیش آجائے اس طرح اخراجات بھی اسی وقت درج ہوتے ہیں جب کیش ادا کیا جائے اس میں آمدنی اور اخراجات کو کیش کی وصولی اور ادائیگی کی بنیاد پر کیا جاتا ہے۔

اس طریقہ میں مستقبل کا کوئی اندراج درج نہیں کیا جاتا مثلاًنہ ہی قابل ادائیگی حسابات اور نہ ہی قابل وصولی حسابات اور نہ ہی قابل اداا خراجات وغیرہ کا اندراج ہوتا ہے، یہ اندراج صرف اسی وقت ہوتا ہے جب کیش کی ادائیگی یا وصولی ہو۔ مثلا اس ماہ کا فون کے بل کی ادائیگی کچھ عرصہ بعد مثلا ایک ماہ بعد کرنی ہے تو جب ادائیگی کی جائے تو اس وقت ہی اس کو حساب میں لایا جائے۔

نقد کی بنیاد پر حساب کی اقسام

پابند۔ اس میں صرف نقد کے متعلق ہی اندراج ہوتا ہے۔

تبدیل شدہ۔ اس طریقہ میں کچھ وقوع ھونے کی نسبت سے ھونے والے اندراج بھی ہوسکتے ہیں۔

مشکلات:

حساب کتاب کی معلومات کی صحیح صورت حال۔

آمدنی واخراجات کا غلط اندازہ۔

قابلِ اعتماد نہیں ہے۔

اور قرآن کریم کی تعلیمات

[يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ] (البقرۃ:۲۸۲)

ترجمہ:"اے ایمان والو جب تم آپس میں معاملہ کرو ادھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو"

کی رو سے بھی مناسب یہ ہے کہ جیسے ہی کوئی معاملہ وقوع پذیر ہو جتنا جلدی ہوسکے اسے درج کرلیا جائے۔ یعنی جیسے ہی کوئی فون کا یا بجلی کا بل آیا اسے فورا درج کرلیا جائے اور جیسے ہی اسے اتارا جائے تو پھر اسے بھی درج کرلیا جائے۔

وقوع پذیر ہونے کی بنیاد پر

اس میں آمدنی یا اخراجات وغیرہ کا اسی وقت اندراج کر لی جاتی ہے جب وہ وقوع پذیر ہوتے ہیں نہ کہ جب کیش دیتے ہیں یا لیتے ہیں۔ اس میں آمدن اور اخراجات کو وقوع پذیر ھونے کے مطابق درج کیا جاتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً جب فون کا بل آیا تو اسی وقت اسے حساب میں درج کر لیا جائے جبکہ اس کی ادائیگی کچھ عرصہ کی جاتی ہے۔

وقوع کی نسبت کی بنیاد والے حساب کو یو ایس جی اے اے پی اور آئی ایف آر ایس کے تقاضہ کے مطابق چلایا جاتا ہے۔

چوتھی فصل: فہرست کھاتہ جات

جیسا کہ اوپر گذرا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال میں آنے والے اموال کو مختلف مدوں میں درج کیا جاتا تھا مثلاً:

▪ خراج	▪ عشر	▪ ضرائب	▪ غنیمت
▪ جزیہ	▪ صدقات	▪ محصول	▪ کراء الارض
▪ زکوۃ	▪ خمس	▪ فے	▪ عشور (تجارتی ٹیکس) وغیرہ

اس سے معلوم ہوا کہ آمدنی واخراجات معاملات کی دیگر مدوں کے کھاتے الگ الگ ہونے چاہئیں، لھذا اس سے رہنمائی لیتے ہوئے کاروبار کی آمدنی واخراجات وغیرہ کو مختلف مدوں میں درج کرنے کے اعتبار سے تقسیم کر کے فہرست کھاتہ جات مثلاً درج ذیل بنائی جاسکتی ہے:

١. آمدنیوں کے کھاتے۔(ان کی آگے ذیلی درجہ بندیاں ہوتی ہیں)

٢. اخراجات کے کھاتے۔(ان کی آگے ذیلی درجہ بندیاں ہوتی ہیں)

٣. اثاثہ جات کے کھاتے۔

٤. واجب الاداء ذمہ داریوں کے کھاتے۔

٥. مالکان کے کھاتے۔

پانچویں فصل: حساب داری کے مراحل

حسابداری (حساب کتاب) کے تمام مراحل کے مجموعہ کو حسابداری چکر یا محاسبت کی دورانگی کہتے ہیں۔ اسکے مراحل درج ذیل ہیں۔

پہلا مرحلہ: بنیادی دستاویزات کی تیاری

دوسرا مرحلہ: متعلقہ روزنامچہ میں عمومی اندراجات

تیسرا مرحلہ: بہی کھاتہ میں اندراج کی منتقلی

چوتھا مرحلہ: پڑتالی میزان بقایانامہ کی تیاری

پانچواں مرحلہ: مطابقتی اندراجات (درستیاں)

چھٹا مرحلہ: مطابقتی میزان بقایانامہ کی تیاری

ساتواں مرحلہ: گوشوارہ آمدنی کی تیاری

آٹھواں مرحلہ: گوشوارہ واجب الوصول اور واجب الاداء یا اثاثہ جات وواجبات کی تیاری

پہلا مرحلہ: بنیادی دستاویزات کی تیاری

جب کاروباری معاملہ رونما ہوتا ہے تو اسے سب سے پہلے "بنیادی دستاویز یا رسید" (بنیادی دستآویز) پر درج کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر نقد فروخت کی کاروباری معاملہ کو سب سے پہلے دستاویز فروخت (فروخت بل) میں درج کیا جاتا ہے۔ جو یہ ظاہر کرتی ہے کہ کس تاریخ پر کس گاہک کو کونسا مال، کتنی تعداد میں کتنے کا فروخت کیا گیا۔ اسی طرح باقی معاملات کیلئے ضروری دستآویزات ساتھ ساتھ تیار کی جاتی ہیں۔

دوسرا مرحلہ: متعلقہ روزنامچہ میں عمومی اندراجات

کاروباری معاملات (بزنس ٹرانزکشن) کی تفصیل کو بعد ازاں رسید (بنیادی دستآویز) سے روزنامچہ (ڈے بک) میں مختصراً نقل کیا جاتا ہے۔ مختلف قسم کی کاروباری معاملہ (بزنس ٹرانزکشن) کو مختلف قسم کے روزنامچہ (ڈے بک میں منتقل کیا جاتا ہے تاکہ گروہ بندی ہو جائے۔

کاروباری معاملات کی اقسام

متعلقہ روزنامچہ:

- ✓ **خرید:** روزنامچہ خرید
- ✓ **فروخت:** روزنامچہ فروخت
- ✓ **واپسی خرید:** روزنامچہ واپسی خرید
- ✓ **واپسی فروخت:** روزنامچہ واپسی فروخت
- ✓ **نقد لین دین:** روزنامچہ نقد
- ✓ **دیگر کاروباری معاملہ:** متفرق روزنامچہ

تیسرا مرحلہ: بہی کھاتہ میں اندراج کی منتقلی

روزنامچہ سے اندراجات کے میزان کو بہی کھاتہمیں دہرے اندراج کے نظام کے تحت منتقل کیا جاتا ہے۔ مثلاً روزنامچہ فروخت کے میزان کو بہی کھاتہ میں منتقل کرتے ہوئے کھاتہ لین دین (قابل وصول حساب) کو بنام اور کھاتہ فروخت کو جمع کر دیا جاتا ہے۔

ایک مخصوص مدت کے بعد بہی کھاتہ میں موجود تمام کھاتوں کا بقایا معلوم کیا جاتا ہے۔ کھاتے میں کچھ رقم بنام طرف اور کچھ رقم جمع طرف میں درج ہوتی ہیں۔ بقایا کہلاتی ہے۔ اگر بنام طرف کا بقایا زیادہ ہو تو بقایا، بنام بقایا ہوتا ہے اور اگر جمع طرف کا بقایا زیادہ ہو تو بقایا، جمع بقایا ہوتا ہے۔

چوتھا مرحلہ: میزان بقایانامہ کی تیاری

تجارتی سال کے آخر میں بہی کھاتہ کے تمام کھاتوں کے بقایاجات کی فہرست تیار کی جاتی ہے جو میزان بقایانامہ کہلاتی ہے اس فہرست کی دو اطراف ہوتی ہیں۔ بنام اور جمع جن کھاتوں کا بقایا بنام ہوتا ہے اسے بنام طرف اور جن کھاتوں کا بقایا جمع ہوتا ہے اسے جمع طرف درج کیا جاتا ہے۔ اگر پڑتالی میزان بقایانامہ کی دونوں اطراف کا میزان برابر ہو تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ بہی کھاتہ میں اندراجات دہرے اندراج کے نظام کے مطابق ہوئی ہیں اور ان کا اندارج درست ہوا ہے۔

پانچواں مرحلہ: تطبیقاتی یا مطابقتی اندراجات

تطبیقاتی اندراجات کے بعد دوبارہ سے میزان بقایانامہ بنایا جاتا ہے جو تطبیقاتی پڑتالی میزان بقایانامہ کہلاتا ہے۔

چھٹا مرحلہ: تطبیقاتی یا مطابقتی پڑتالی میزان بقایانامہ

تطبیقاتی اندراجات کے بعد دوبارہ سے پڑتالی میزان بقایانامہ بنایا جاتا ہے۔ جو تطبیقاتی پڑتالی میزان بقایانامہ کہلاتا ہے۔

ساتواں مرحلہ: گوشوارہ آمدنی کی تیاری

پڑتالی میزان بقایانامہ کی مدد سے گوشوارئہ آمدنی تیار کیا جاتا ہے۔ جو آمدنی اور اخراجات کے کھاتوں کے بقایاجات پر مشتمل ہوتا ہے۔ گوشوارئہ آمدنی بتاتا ہے کہ کاروبار نے نفع کمایا یا نقصان۔

آٹھواں مرحلہ: گوشوارہ اثاثہ جات وواجبات کی تیاری

آخر میں گوشوارۂ اثاثہ جات وواجبات تیار کیا جاتا ہے جو کاروبار کے اثاثہ جات وواجبات کو ظاہر کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ کاروبار کی مالی حیثیت مستحکم ہے یا نہیں۔

چھٹی فصل: کاروبار میں استعمال ہونے والی دستاآویزات اور ان کا طریقۂ کار

کسی بھی دستاآویز کو تیار کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ بسم اللہ شریف سے کام شروع کیا جائے، حدیث پاک میں ہر اہم کام شروع کرنے سے قبل بسم اللہ شریف پڑھنے کی بہت تاکید آئی ہے، اور جو کام بسم اللہ شریف کے بغیر شروع کیا جائے وہ برکت سے خالی ہوتا ہے، حدیث شریف میں ہے "كل أمر ذي بال لا يبدأ فيه ببسم الله فهو أبتر" (أخرجه أبو داود والنسائي وابن ماجة وابن حبان في صحيحه من حديث أبي هريرة) کہ جو اہم کام بسم اللہ سے شروع نہ کیا جائے وہ برکت سے کٹا ہوا ہوتا ہے، لہذا حساب کتاب میں برکت شامل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ کوئی دستاآویز یا اندراج شروع کرنے سے قبل بسم اللہ پڑھ لی جائے اور اگر بسم اللہ لکھ کر کام شروع کیا جائے تو بسم اللہ شریف کے لکھنے اور دیکھ کر پڑھنے کا زیادہ اجر ملے گا۔

ائمہ کرام اور فقہاء نے حساب کتاب اور دستاآویزات تیار کرتے وقت بسم اللہ شریف کو لکھنے اصول بنایا جسے وہ خود بھی استعمال کرتے اور اس کی تاکید بھی کرتے تھے، چنانچہ امام نویری رحمہ اللہ اپنی کتاب" نهاية الارب فی فنون الادب"میں جب حساب کتاب کے اندراج کرنے اور دستاآویز بنانے کے طریقوں کے متعلق لکھتے ہیں تو ساتھ میں لکھتے ہیں کہ بسم اللہ کے بعد یوں لکھنا شروع کرے۔یا بسم اللہ کے بعد اس کی مثال یوں ہے۔

(نہایۃ الارب ج:۸)

خام مال و پرزہ جات کی خرید سے متعلق طریقہ کار اور دستاویزات

۱)<u>خریداری کی درخواست</u>:متعلقہ محکمہ کی طرف سے مال خریدنے کی درخواست پیش کی جاتی ہے۔

۲)<u>پیش کش کی طلبی</u>:۔مختلف مہیا کنندگان سے مطلوبہ تعداد میں خریداری کی پیش کشوں کی طلبی پہلا مرحلہ ہوتا ہے۔

۳)<u>تقابلی جائزہ</u>:۔اِن پیش کشوں کی بنیاد پر ایک تقابلی جائزہ بنایا جاتا ہے جس میں دیکھا جاتا ہے کہ کون سی پیش کش ہماری ضروریات کو پورا کرتی ہے اور جو کہ قیمتاً سب سے زیادہ مناسب ہے۔

۴)<u>فرمائش خرید</u>:۔اِس دستاویز میں مہیا کنندگان کو کاروبار کی طرف سے مطلوبہ تعداد میں، مطلوبہ معیار

کے مطابق متعین قیمت پر فراہم کرنے کی درخواست کیجاتی ہے۔

۵) گیٹ پاس برائے آمد مال:۔ جب مال پہنچ جاتا ہے تو گیٹ پر اس کی تعداد درج کر کے مال اندر پہنچایا جاتا ہے۔ اس دستاویز کو گیٹ پاس برائے آمد مال کہتے ہیں۔

۶) مال وصولی نوٹ:۔ متعلقہ فرد یا شعبہ جس نے مال طلب کیا ہوتا ہے وہ مال کا معائنہ کرتا ہے اور مطلوبہ معیار اور تعداد کی جانچ پڑتال کر کے رپورٹ دیتا ہے جس کو مال وصولی نوٹ کہتے ہیں۔

۷) بل:۔ مہیا کنندہ اپنے مال کا بل دفتر میں پہنچاتا ہے جس کی مکمل جانچ پڑتال کر کے اور دوسری دستاویزات سے چیک کر کے اسکو کھاتہ میں درج کر دیا جاتا ہے۔

مال کی فروخت کا طریقہ کار اور دستاویزات

۱۔ پیش کش کی فراہمی:۔ فرمائش خرید کی بنیاد پر اپنی پیش کش خریدار کو مہیا کی جاتی ہے جس میں تعداد و قیمت فراہمی کے وقت کا تعین معیار اور کوالٹی کی تفصیلات ہوتی ہیں۔

۲۔ معاہدہ برائے فروخت:۔ جب معاملہ طے پایہ جاتا ہے تو معاہدہ برائے فروخت بنایا جاتا ہے جس میں انداز وصولی، وقت ترسیل، قیمت برائے مال، وقت برائے وصولی، معیار، کوالٹی یہ سب چیزیں درج کی جاتیں ہیں۔

۳۔ ترسیل حکم نامہ:۔ مارکیٹنگ کا شعبہ جس نے معاہدہ برائے فروخت کیا ہوتا ہے وہ گودام انچارج کو مال کی ترسیل کا حکم نامہ مہیا کرتا ہے جس میں مال کی تعداد اور ساری تفصیلات لکھی جاتی ہیں۔

۴۔ بندھے ہوئے سامان کی فہرست:۔ جب مال باندھ لیا جاتا ہے تو اسکی ایک فہرست تیار کی جاتی ہے۔

۵۔ گیٹ پاس برائے روانگی مال:۔ جب مال اپنی جگہ سے باہر بھیجا جاتا ہے تو گیٹ سے باہر نکلتے وقت اسکی دستاویز بنائی جاتی ہے جسکو گیٹ پاس برائے روانگی مال کہتے ہیں۔

۶۔ بل یا انوائس :۔ یہ فروخت کنندہ کی طرف سے خریدار کو دیا جاتا ہے جس میں بھجوائے جانے والے مال کی تعداد معیار اور مکمل قیمت ہوتی ہے جس کی بنیاد پر خریدار فروخت کنندہ کو ادائیگی کرتا ہے۔ اس کی کافی نقلیں ہوتی ہیں اور اسمیں سیلز ٹیکس، ایکسائز ڈیوٹی وغیرہ کا بھی اندراج ہوتا ہے۔

ملازمین کی تنخواہ سے متعلق دستاویزات

ا۔ حاضری رجسٹر :۔ ملازمین کی حاضری کا ریکارڈ رکھنے کے لیے حاضری رجسٹر استعمال ہوتا ہے جس میں انکی حاضری اور چھٹیوں کی ساری تفصیلات درج ہوتی ہیں۔

۲۔ تنخواہوں کا گوشوارہ :۔ ہر ماہ کے ختم ہونے کے بعد تنخواہوں کا گوشوارہ تیار کیا جاتا ہے جس میں ان کی حاضری اور تنخواہ کی بنیاد پر ماہانہ مشاہرہ کا حساب بنایا جاتا ہے۔

تنخواہ کے گوشوارے میں اگر کوئی پیشگی تنخواہ لی گئی ہو تو اُسکی کٹوتی کی جاتی ہے اُسکے علاوہ انکم ٹیکس وغیرہ دیگر کٹوتیاں بھی کی جاتی ہیں۔

۳۔ ادائیگی تنخواہ :۔

تنخواہ کی ادائیگی کی مقررہ تاریخ کو وہ ملازمین جن کی تنخواہ چیک یا نقد ادائیگی کی صورت میں دی جاتی ہے ان سے رسیدی ٹکٹ پر دستخط کی وصولی لی جاتی ہے۔

۴۔ اندراج تنخواہ :۔

اِس تنخواہ کے اندراج کا پھر واؤچر بنایا جاتا ہے اور حساب کتاب میں درج کر دیا جاتا ہے۔

واؤچر کی قسمیں

جو بھی معاملہ کیا جاتا ہے یا جو بھی خرچہ یا آمدن ہوتی ہے اسکا واؤچر بنایا جاتا ہے جس میں کچھ چیزیں "نام" ڈالی جاتی ہیں جنکو "ڈیبٹ" کہتے ہیں اور کچھ "جمع" ہوتے ہیں جنکو "کریڈٹ" ہوتے ہیں واؤچر کی پانچ قسمیں ہوتے ہیں۔

۱) نقد وصولی کی رسید

۲) بنک وصولی کی رسید

۳) بنک ادائیگی کی رسید

۴) نقد ادائیگی کی رسید

۵) رسید عام

فقہاء نے جو بھی واؤچر یا رسیدیں استعمال فرمائیں ان کے اوپر شروع میں بسم اللہ تحریر شدہ ہوتی تھی، جس معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر تحریر پر بسم اللہ شریف کے لکھنے کا اہتمام فرماتے تھے، شاید وہ ان دستاویزات کو کوڑے کرکٹ میں نہیں پھینکتے ہونگے، ہمارے ہاں دستاویزات کی بے ادبی ہو جانے کے خوف سے بسم اللہ شریف نہیں لکھی جاتی اصولی طور پر فقہائے کرام وائمہ مسلمین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی اتباع میں ہمیں بھی دستاویز کے شروع میں بسم اللہ شریف لکھنی چاہئے نہیں تو کم از کم دستاویزات کی تیاری کے وقت بسم اللہ شریف کم از کم زبان سے پڑھ تو ضرور لی جائے تاکہ اس کی برکت کا فائدہ اٹھایا جاسکے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو غیر مسلم سربراہوں کو لکھوائے جانے والے مراسلوں کی ابتداء بھی بسم اللہ شریف سے کرائی۔

ان رسیدوں کے خاکے درج ذیل ہیں:

(ادارے کا نام)

اجازت نامہ روانگی مال

تاریخ__________ نمبر__________

____

کو فیکٹری سے درج ذیل مال برائے__________ باہر لے جانے کی اجازت ہے۔

نمبر شمار	چیز نمبر	تفصیل	تعداد

ذمہ دار فروخت **ذمہ دار مخزن** **اجازت دہندہ** **وصول کنندہ**

__________ __________ __________ __________

(آپ کے ادارے کا نام)

نمبر________

طلب خرید

کھیپ نمبر__________ شعبہ____________ تاریخ_______

_____

نمبر شمار	تفصیل اشیاء	چیز نمبر	پیمانہ	مقدار	مخزن میں موجود	دیگر ہدایات

__________ ______________ __________ _____

_____

سفارش کنندہ / تیار کنندہ	سربراہ حلقہ	نگران مخزن (سٹور) تجارتی شعبہ

(آپ کے ادارے کا نام)

نمبر__________

تاریخ__________ اجازت نامہ فراہمی مال

فراہم کنندہ ______________________________

____

فرمائش خرید نمبر	نمبر شمار	تفصیل	مقدار

ذمہ دار خرید
____

(ادارے کا نام)

کاروباری بل

بل نمبر:		تاریخ
روانگی مال اجازت نامہ نمبر:		
پارٹی کا نام: (جسے سامان فروخت کرنا مقصود ہے)		

نمبر شمار	تفصیل	تعداد	قیمت فی عدد	کل رقم
			حتمی رقم	
رقم ہندسوں میں				

وصول کنندہ کا نام و دستخط

دستخط ذمہ دار فروخت

(ادارے کا نام)

حساب نمبر__________ **نقدی وصولی رسید** نمبر__________

تاریخ__________

نام

حساب نمبر__________ رقم__________

جمع

رقم__________

__________ __________ __________

محاسب اعلیٰ (چیف اکاؤنٹنٹ) **شریک (پارٹنر)** **منتظم شریک اعلیٰ (منیجنگ پارٹنر)**

(آپ کے ادارے کا نام)

حساب نمبر__________ **بینک وصولی رسید** نمبر__________

تاریخ__________

نام

حساب نمبر__________ رقم__________

جمع

رقم__________

__________ __________ __________

محاسب اعلیٰ(چیف اکاونٹنٹ) شریک(پارٹنر) منتظم شریک اعلیٰ(منیجنگ پارٹنر)

(ادارے کا نام)

نقدی ادائیگی رسید

نمبر ____________

تاریخ ____________

نام ____________ ____________

حساب نمبر ____________ ____________

____________ ____________

____________ ____________

____________ ____________

____________ ____________

____________ ____________

____________ ____________

____

رقم ____________

____________ ____________ ____________ ____________

وصول کنندہ **محاسب اعلیٰ (چیف اکاونٹنٹ)** **مالک (پروپرائیٹر)** **منتظم (مینجر)**

(ادارے کا نام)

بنک ادائیگی رسید

نمبر ____________

تاریخ ____________

نام ________________________

حساب نمبر ________________________ رقم ____________

________________________ ____________

چیک نمبر ________________________ ____________

حساب نمبر بینک ________________________ ____________

وصول کنندہ ______ **محاسب اعلیٰ (چیف اکاؤنٹنٹ)** ______ **شریک (پارٹنر)** ______ **شریک اعلیٰ (مینیجنگ پارٹنر)** ______

(آپ کے ادارے کا نام)

مال وصولی یادداشت

مال وصول کیا بذریعہ ____________ نمبر ____________

ازاں جناب ____________ تاریخ ____________

____

نمبر شمار	تفصیل اشیاء	چیز نمبر	پیمانہ	مقدار	طلب خرید فرمائش خرید	نمبر	بلٹی نمبر	گاڑی نمبر	دیگر اخراجات بذریعہ

تیار کنندہ ________ **پڑتال کنندہ** ________ **معاون محاسب** ________ **محاسب** ________ **مخزن نگران** ________ **ذمہ دار مخزن** ________ **ذمہ دار شعبہ خرید** ________

انتباہ: یہ دستاویز ان دستاویزات کے بغیر نامکمل تصور کی جائے گی۔ 1۔معائنہ اطلاع نامہ 2۔ مہیا کنندہ فراہمی نامہ یا ذوفلاح فراہمی مال یادداشت

(آپ کے ادارے کا نام)

فرمائش خرید

ازآں جناب ____________________

____

نمبر ____________

تاریخ ____________

فراہم کنندہ کا حوالہ ________

آپ اپنی نمبر ________ تاریخ ________ کے حوالے سے براہ مہربانی مندرجہ ذیل اشیاء فراہم کریں۔

نمبر شمار	تفصیل	چیز نمبر	پیمانہ	مقدار	نرخ	نرخ فی	کل مالیت/قیمت	رعایت	طلب خرید نمبر	شعبہ

نوٹ: آپ ہمارے فرمائش خرید کا حوالہ اپنے بلوں اور متعلقہ کاغذات میں ضرور دیں۔

چالان فراہمی مال کی تین کاپیاں ہوں گی

تیار شدہ مال کی لاگت کا تعین کرنا

تیار شدہ مال کی لاگت میں مندرجہ ذیل خرچہ جات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

۱) خام مال کی لاگت۔

۲) ملازمین کی تنخواہوں کی لاگت۔

۳) فیکٹری کے ایسے خرچہ جات جو کہ تیار شدہ مال کو موجودہ حالات اور موجودہ جگہ پر پہنچانے میں خرچ (فیکٹری اوَرہیڈ) ہوتے ہوں۔

مندرجہ بالا لاگتوں کا مجموعہ کیا جائے تو یہ فیکٹری کی کل لاگت کہلاتی ہے۔

فیکٹری کی کل لاگت کو اگر بنائے گئے تیار شدہ اکائیوں پر تقسیم کیا جائے تو ایک اکائی کی لاگت نکل آئے گی۔ اِس اکائی کی قیمت کو موجودہ تیار شدہ مال جو کہ گودام میں سال کے آخر میں پڑا ہوگا اس سے ضرب دینے سے تیار شدہ مال کی کل لاگت بن جائیگی اسمیں البتہ ادھورا تیار شدہ مال پر جو خرچے جو پچھلے دورانیئے میں آگئے ہیں ان کو جمع کیا جاتا ہے اور اس دورانیئے کے اختتام پر جو ادھورے تیار شدہ مال پر لاگت شدہ خرچوں کو منہا کر دیا جاتا ہے۔ اِس سے حقیقی تیار شدہ مال کی لاگت سامنے آتی ہے۔

اگر کسی وجہ سے تیار شدہ مال کی قیمت اسکی لاگت سے کم ہو جائے تو حسابات کے اصول کے تحت آمدنی و خرچ کے گوشوارے میں اس کی قیمت درج کی جاتی ہے۔

ساتویں فصل: تجارت وکاروبار کے مالی امور وحساب کتاب میں احکام الٰہیہ کی پابندی کا اہتمام

اوپر پہلی فصل میں حساب کتاب سے متعلق قرآن کریم کے احکامات تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں، ان کا پورا اہتمام کرتے ہوئے درج ذیل امور وآداب کا حساب کتاب میں اہتمام نہایت ہی ضروری ہے:۔

ا. زکوۃ کی ادائیگی کا اہتمام

(ماخوذ از بہشتی زیور مع اضافات مفتی عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم)

مالدار شخص کے مخصوص قسم کے مال پر شریعت کی جانب سے جو متعین حصہ سال بہ سال عبادت کی نیت سے اس کے مستحق لوگوں کو دینا اور مالک بنانا فرض کیا گیا ہے اس کو زکوۃ کہتے ہیں۔

۲. ادارے کے اموال اور اس کی امانتوں میں خیانت سے بچنے کے آداب

اَ. کسی بھی معاملے کے وقوع پذیر ہوتے ہی اس کا اندراج کرنے کا اہتمام کیا جائے، تاخیر سے نسیان وسہو کا امکان ہے جس سے مبنی بر حقیقت انداج میں کوتاہی ہوسکتی ہے جو ظلم وزیادتی کے زمرے میں آتا ہے اور اسلام نے اس سے منع کیا ہے۔

ب. حساب وکتاب کے اعداد وشمار مبنی بر حقیقت ہوں فرضی نہ ہوں اور حساب کتاب میں فرضی اندراج سے پرہیز کیا جائے کیوں کہ یہ جھوٹ کے زمرے میں آتا ہے اور جھوٹ سے کاروبار میں بے برکتی ہوتی ہے اور اسلام نے سچ کو نجات اور جھوٹ کو تباہی وہلاکت کا سبب قرار دیا ہے۔کسی بھی غلط اندراج کا خواہ وہ مالکان وذمہ داروں کی خوشنودی کیلئے ہو یا لاپرواہی وغیر ذمہ داری کے نتیجہ میں ہو یا کسی بھی اعداد وشمار کو غیر ضروری سمجھتے ہوئے کیا گیا ہو اس سے متعلق کسی کا حق ضرور تلف ہوگا جس کی سزا دنیا میں ہے اس کا حساب محاسب کو روز قیامت بارگاہ رب العالمین میں بھی دینا ہوگا،اوپر ذکر کئی قرانی آیت[]کا مطلب یہ بھی ہے کہ حساب کتاب کا کاتب کسی کو نقصان نہ دے۔

ت. صاحب معاملہ میں سے کسی کے ساتھ خواہ وہ مالکان ہوں یا دیگر ملازمین اور اہل معاملہ اور خریدار وفروخت کنندہ وغیرہ کسی کے واجبات، مستحقات اور حقوق میں کسی قسم کی زیادتی نہ ہو اس کا پورا اہتمام کرنے کو شش کی جائے۔

ث. اپنے حساب کو سالانہ ماہرین حساب کتاب، محاسب قانونی سے پڑتال کروالی جائے تاکہ اس میں نفع ونقصان اور دیگر حقوق وادائیگیوں کا یقینی شکل بقایاجات بن سکے اور زکوۃ مستحقات وغیرہ درست ومبنی بر حقیقت ہوں، تاکہ کاروبار اللہ تعالی کا حق اور حقدار روں کے حقوق درست طور پر وجود میں آسکیں۔

ج. تمام مالی معاملات کا شریعت مطہرہ کے مطابق انجام دہی اور شریعت کے مطابق ان کے اندارج کی ذمہ داری شعبۂ حساب کتاب کے ذمہ ہوتی ہے لہذا کسی بھی معاملے میں شک وشبہ ہونے کی صورت میں فورا علمائے کرام ومفتیان عظام سے رجوع کرکے ان کو درست کیا جائے تاکہ اللہ تعالی کا کوئی حکم کاروبار میں نہ ٹوٹے۔

۳. حسابی نگرانی کی بجائے اپنے اور تمام کام کرنے والے ساتھیوں میں ایمان وامانت داری کے بڑھنے کی کوشش وفکر

زکوۃ کس قسم کے مال پر فرض ہے

زکوۃ اس قسم کے مال پر فرض ہوتی ہے جو یا تو حقیقتاً بڑھنے والا ہو یعنی توالد وتناسل اور تجارت سے بڑھنے والا ہو (مثلاً چوپائے اور مال تجارت) یا حکماً بڑھنے والا ہو یعنی وہ اگر چہ حقیقتاً تو نہیں بڑھتا لیکن مالک اگر اس کو بڑھانا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے (مثلاً روپیہ پیسہ یا سونا چاندی جو کسی کے پاس ہو)

زکوۃ فرض ہونے کی شرطیں

۱. مال دار کا آزاد ہونا۔

۲. مال دار کا مسلمان ہونا۔

پس کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے خواہ وہ کافر اصلی ہو یا مرتد ہو۔ اور اسلام جیسا کہ فرض ہونے کی شرط ہے ایسے ہی زکوٰۃ کے باقی رہنے کی بھی شرط ہے۔ لہٰذا اگر زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد مرتد ہو گیا تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

۳. زکوٰۃ کی فرضیت کا علم ہونا۔

اگر چہ وہ حکماً ہو جیسا کہ آدمی کا دارالاسلام (یعنی مسلمانوں کے ملک) میں ہونا کیونکہ یہاں بے علمی عذر نہیں ہے۔

مسائل:

- ✓ مسئلہ: اگر کوئی کافر دارالحرب میں اسلام لے آیا اور چند سال تک وہاں رہا تو اگر اس کو زکوٰۃ کی فرضیت کا علم تھا تو اس پر اس زمانے کی زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہو گی اور اگر اس کو فرضیت کا علم ہی نہ تھا تو اس مدت کی زکوٰۃ اس پر فرض نہ ہو گی۔
- ✓ مسئلہ: اگر کوئی ذمی دارالاسلام میں مسلمان ہوا تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہو گی خواہ وہ فرضیت جانتا ہو یا نہ جانتا ہو کیونکہ دارالاسلام میں جہل اور لاعلمی عذر نہیں ہے۔

۴. صاحب عقل ہونا

مسائل:

جنون دو قسم کا ہوتا ہے۔ اصلی اور طاری۔ اصلی جنون وہ جنون ہے کہ وہ شخص جنون کی حالت ہی میں بالغ ہوا ہو۔ اس پر جنون کی حالت میں بھی زکوہ فرض نہیں اور افاقہ کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ اس سے ساقط ہے۔

جنون طاری وہ جنون ہے جو بلوغت کے بعد لاحق اور طاری ہوا ہو۔ جنون اگر پورے ایک سال تک طاری رہے تو زکوٰۃ فرض نہیں اور جب سے افاقہ ہو گیا تو زکوٰۃ لازم ہو گی۔

ا. مسئلہ: جس شخص پر طویل بے ہوشی طاری ہو جائے خواہ وہ سال بھر تک رہے تو افاقہ کے بعد اس مدت کی زکوٰۃ فرق ہو گی۔

۵. بالغ ہونا

پس نابالغ بچے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے اس لئے کہ زکوٰۃ محض عبادت ہے۔

۶. بقدر نصاب مال کا مالک ہونا

مسئلہ:

- اگر آدمی مال دار نہیں ہے بلکہ کہیں سے مال ملنے کی امید تھی اس امید پر مال ملنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دی تو یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی۔ جب مال مل جائے اور اس پر سال گزر جائے تو پھر زکوٰۃ دینی چاہئے۔

۷. ملکیت کے علاوہ اس پر قبضہ بھی ہو

مسائل:

اَ. جو مل گم ہو گیا یا دریا میں گر گیا یا کسی نے حصب کر لیا اور مالک کے پاس غصب کرنے کا کچھ ثبوت نہ ہو یا جنگل میں دفن کر دیا اور یہ یاد نہ رہا کہ کہاں دفن کیا تھا۔ جب یہ اموال مالک کو مل گئے تو اس پر قبضہ نہ ہونے کے زمانے کی زکوٰۃ فرض نہیں۔

ب. جو مال رہن (گروی) رکھا ہوا ہو اور مرتہن کے قبضہ میں ہو تو اس کی زکوٰۃ نہ راہن پر ہے کیونکہ اس پر اس کا قبضہ نہیں ہے اور نہ مرتہن پر ہے کیونکہ وہ اس کی ملکیت نہیں ہے۔ اور راہن جب اپنا مال چھڑا لے تو زمانہ رہن کے گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ بھی اس کے ذمہ نہیں ہے۔

ت. جو مال تجارت کے لئے خریدا اور سال بھر تک اس پر خریدار نے قبضہ نہیں کیا تو قبضہ سے پہلے اس پر زکوٰۃ فرض نہیں لیکن قبضہ کے بعد گزرے ہوئے سال کی زکوٰۃ دینا فرض ہو گی۔

۸. مال نصاب کا قرض سے فارغ ہونا

مسائل:

- کسی کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت ہے اور اتنی ہی رقم کا وہ قرض دار ہے تو بھی زکوٰۃ فرض نہیں۔
- اگر اتنے کا قرض دار ہے کہ قرضہ ادا ہو کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بچتی ہے تو زکوٰۃ فرض ہے۔
- کسی کی کفالت یا ضمانت اٹھانے کی وجہ سے جو قرض اپنے ذمہ میں آجائے اتنی مقدار کو پہلے کل مال میں سے منہا کیا جائے گا۔ پھر باقی مال کو دیکھا جائے گا کہ نصاب کے بقدر ہے یا نہیں۔
- کسی نے پچھلے سال کی زکوٰۃ ابھی ادا نہیں کی کہ اس سال کی زکوٰۃ کا وقت آ گیا تو اس کے ذمہ میں پچھلے سال کی زکوٰۃ کی دین داری ہے۔ اس سال کا حساب کرتے ہوئے کل مال میں سے پچھلے سال کی واجب الادا رقم منہا کرنے کے بعد باقی رقم کو دیکھیں گے کہ نصاب کے بقدر ہے یا نہیں۔
- کسی شخص پر اس کی بیوی کا مہر مؤجل ہے اور وہ فی الحال اس کے دینے کا ارادہ نہیں رکھتا تو فی الحال اس کے مال میں سے مہر کی رقم منہا نہیں کی جائے گی بلکہ موجودہ رقم کو دیکھیں گے کہ نصاب کے برابر ہے یا نہیں۔ اور اگر باوجود مؤجل ہونے کے وہ فی الحال ادا کرنے کی فکر میں ہے تو پھر مہر کی رقم اس کو موجودہ مال میں سے منہا کر کے حساب کیا جائے گا۔

نوٹ: اوپر کے مسائل اس صورت میں ہیں جب زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے قرض اور دین ذمہ میں آ چکا ہو اور اگر زکوٰۃ واجب ہو جانے کے بعد قرض یا دین ذمہ میں آئے تو اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔

۹. مال نصاب کا نامی یعنی بڑھنے والا ہونا

خواہ حقیقتاً بڑھنے والا ہو یعنی توالد و تناسل اور تجارت سے بڑھنے والا ہو یا حکماً بڑھنے والا ہو یعنی اس طور سے ہو کہ اگر مالک اس کو بڑھانا چاہے تو وہ اس پر قادر ہے۔

مسائل:

- دانتوں کو سونے کی تاروں سے باندھا ہو یا سونے کا خول چڑھایا گیا ہو اس سونے پر زکوٰۃ واجب نہیں۔
- گھر کی ضرورت کا سامان جیسے برتن، کراکری، مے زکرسیاں، فرنے چر، بجلی کا سامان، سجاوٹ کا سامان، اے سی، رے فرے چرے ٹر، فریزر، مسالہ پیسنے کی مشینیں وغیرہ اور رہنے سہنے کا مکان اور پہننے کے کپڑے، سچے موتیوں کے ہار اور (امی ٹے شن) کی جیولری، سواری مثلاً کار وغیرہ ان چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں چاہے جتنی ہوں اور چاہے روزمرہ کے کام میں آتی ہوں یا نہیں۔
- کسی کے پاس پانچ دس گھر ہیں ان کو کرایہ پر چلاتا ہے تو ان مکانوں پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں چاہے جتنی قیمت کے ہوں۔
- کسی نے چالیس پچاس ہزار کے برتن خرید لئے اور ان کو کرایہ پر دیتا ہے تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔
- عورتوں کے پہننے کے کامدار جوڑے چاہے وہ کتنے قیمتی ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں۔ البتہ ان پر سونے چاندی کا کام ہو تو اس کی مقدار کو دیگر مال کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔
- کارخانے میں جو مشینیں لگی ہوں ان کی مالیت پر زکوٰۃ نہیں ہے۔
- مرغی خانہ اور مچھلی کے تالاب کی زمین' مکان اور متعلقہ سامان پر زکوٰۃ نہیں۔ مرغیاں اور چوزے خریدتے وقت اگر خود انہی کو بیچنے کی نیت ہو تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے اور اگر ان کے بجائے ان کے انڈے اور بچے بیچنے کی نیت ہے تو زکوٰۃ نہیں۔ پھر اگر انڈے بچے جمع ہو جائیں تو ان پر بھی زکوٰۃ نہیں۔ البتہ ان کو فروخت کر دیا ہو ان کی قیمت حاصل ہوئی ہو تو اس میں اسی مال کی زکوٰۃ کا قاعدہ جاری ہو گا۔ مچھلیاں یا ان کے بچے خرید کر تالاب میں ڈالے ہوں تو ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں۔

۱۰. قدر نصاب مال پر چاند کے حساب سے سال کا گزرنا

مسائل:

- اگر نصاب سال کے اول و آخر میں پورا ہو تو درمیان سال میں اس میں کمی آجانے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔ مثلاً کسی کے پاس آٹھ تولہ سونا چار مہینے یا چھ مہینے تک رہا پھر وہ کم ہو گیا اور دو تین مہینے کے بعد پھر اور مل گیا تب بھی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔ غرض کہ جب سال کے اول و آخر میں مال دار ہو اور سال کے بیچ میں کچھ دن اس مقدار سے کم رہ جائے تو بھی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ بیچ میں تھوڑے دن کم ہو جانے سے زکوٰۃ معاف نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر سب مال جاتا رہے اس کے بعد پھر مال حاصل ہو تو جب سے دوبارہ حاصل ہوا ہے تب سے سال کا حساب کیا جائے گا۔
- کسی کے پاس مثلاً آٹھ نو تولہ سونا تھا یا اس کی قیمت کے برابر روپے تھے لیکن سال گزرنے سے پہلے پہلے سارا مال جاتا رہا پورا سال نہیں گزرنے پایا تو زکوٰۃ واجب نہیں۔
- کسی کے پاس سو تولہ چاندی یا اس کی قیمت کے برابر (مثلاً آٹھ ہزار) روپے رکھے تھے۔ پھر سال پورا ہونے سے پہلے پہلے ایک ہزار روپے اور مل گئے (یا دس تولہ چاندی مل گئی) تو ان ہزار روپوں کا یا دس تولہ چاندی کا حساب الگ نہ کریں گے بلکہ اس سو تولہ کے ساتھ دس تولہ یا آٹھ ہزار کے ساتھ ایک ہزار روپوں کو ملا دیں گے اور جب سو تولہ چاندی یا آٹھ ہزار روپے پر سال پورا ہو گا تو پورے ایک سو دس تولہ چاندی یا نو ہزار روپے کی زکوٰۃ واجب ہو گی اور ایسا سمجھیں گے کہ پورے ایک سو دس تولہ چاندی یا نو ہزار روپے پر سال گزر گیا۔ دوران سال میں نصاب پر زائد ملنے والے مال کو مال مستفاد کہتے ہیں۔

ادائیگی زکوٰۃ کی شرط

زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت متصل ہی زکوٰۃ دینے کی نیت کرے یا جو کچھ زکوٰۃ اپنے ذمہ واجب ہے اس کو اپنے مال سے نکال کر علیحدہ کرتے وقت متصل ہی زکوٰۃ دینے کی نیت کرے۔

مسائل:

- جس وقت زکوٰۃ کا روپیہ کسی غریب کو دے اس وقت اپنے دل میں اتنا ضرور خیال کر لے کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں۔ اگر یہ نیت نہیں کی یوں ہی دے دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی پھر سے دینا چاہئے اور جتنا دیا ہے اس کا ثواب الگ ملے گا۔
- اگر فقیر کو دیتے وقت یہ نیت نہیں کی تو جب تک وہ مال فقیر کے پاس رہے اس وقت تک یہ نیت کر لینا درست ہے۔ اب نیت کر لینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ البتہ جب فقیر نے خرچ کر ڈالا اس وقت نیت کرنے کا اعتبار نہیں ہے اب پھر سے زکوٰۃ دے۔
- کسی نے زکوٰۃ کی نیت سے سو روپے نکال کر الگ رکھ لئے کہ جب کوئی مستحق ملے گا اس کو دے دیں گے۔ پھر جب فقیر کو دیا اس وقت زکوٰۃ کی نیت کرنا بھول گیا تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ البتہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے نکال کر الگ نہ رکھتا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوتی۔
- وکیل کو زکوٰۃ دیتے وقت بھی زکوٰۃ کی نیت کا ہونا کافی ہے۔ لہٰذا اگر کسی شخص کو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے وکیل کیا اور (مالک نے) وکیل کو مال زکوٰۃ دیتے وقت نیت کر لی پھر وکیل نے بغیر نیت کے فقراء کو دے دیا تو یہ ادائیگی زکوٰۃ کی ہو گی۔

ادائیگی زکوٰۃ کا وقت

جب مال زکوٰۃ پر سال پورا ہو جائے تو زکوٰۃ کا فوراً ادا کرنا واجب ہے۔ بغیر عذر تاخیر کرے گا تو گنہگار ہو گا۔ بہر حال اگلے سال زکوٰۃ فرض ہونے سے پہلے پہلے ضرور سبکدوش ہو جائے۔

مسائل:

- اگر کوئی مال دار آدمی جس پر زکوٰۃ واجب ہے سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ دے دے اور سال کے پورا ہونے کا انتظار نہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔

- مال دار آدمی اگر کئی سال کی زکوٰۃ دے دے تو یہ بھی جائز ہے لیکن اگر کسی سال مال بڑھ گیا تو زائد مال کی زکوٰۃ بھی دینا ہو گی۔
- کسی کے پاس دس ہزار روپے رکھے ہوئے ہیں اور دس ہزار روپے کہیں اور سے ملنے کی امید ہے اس نے پورے بیس ہزار روپے کی زکوٰۃ سال پورا ہونے سے پہلے ہی پیشگی دے دی یہ بھی درست ہے۔ لیکن اگر سال کے ختم پر روپیہ نصاب سے کم ہو گیا تو زکوٰۃ معاف ہو گئی اور وہ دیا ہوا صدقہ نافلہ بن گیا۔
  جتنی زکوٰۃ فرض تھی اس سے زائد نکال دی تو زائد کو اگلے سال کی زکوٰۃ میں محسوب کیا جا سکتا ہے۔
- کسی کے مال پر پورا سال گزر گیا لیکن ابھی زکوٰۃ نہیں نکالی تھی کہ مال چوری ہو گیا یا اور کسی طرح جاتا رہا تو زکوٰۃ بھی معاف ہو گئی۔ اگر خود اپنا مال کسی کو دے دیا یا اور کسی طرح اپنے اختیار سے ضائع کر ڈالا تو جتنی زکوٰۃ واجب ہوئی تھی وہ معاف نہیں ہوئی بلکہ دینا پڑے گی۔
- سال پورا ہونے کے بعد کسی نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا تب بھی زکوٰۃ معاف ہو گئی۔

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

(أ) سونے چاندی کا نصاب

أ. کسی کے پاس فقط سونا ہو تو نصاب ساڑھے سات تولہ یعنی ۸۷۔۴۸ گرام سونا ہے۔

ب. کسی کے پاس فقط چاندی ہو تو نصاب ساڑھے باون تولہ یعنی ۶۱۲۔۳۵ گرام چاندی ہے۔

ت. کسی کے پاس:

(۱) کچھ سونا اور کچھ چاندی ہو۔

(۲) یا کچھ سونا اور نقدی (روپیہ پیسہ) ہو۔

(۳) یا کچھ چاندی اور نقد ہو۔

(۴) یا کچھ سونا کچھ چاندی اور کچھ نقدی ہو۔

تو ان چاروں صورتوں میں مجموعہ کی قیمت کا ساڑھے باون تولہ چاندی یا (اگر کبھی سونے کے نرخ چاندی کے مقابلے میں بہت گر جائیں اور ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم رہ جائے تو) ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت کے برابر ہو۔

مسائل:

- کسی کے پاس ڈیڑھ تولہ سونا اور چار تولے چاندی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی کیونکہ اس مجموعہ کی کل مالیت آج کل ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے زیادہ ہے۔
- کسی کے پاس تین تولہ سونا اور کچھ نقد رقم ہو مثلاً صرف پانچ روپے ہی ہوں تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو گی کیونکہ روپے اور سونا ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے زیادہ مالیت بنتی ہے۔

(ب) کھوٹ ملے سونے اور چاندی کا حکم

اگر سونے چاندی میں کھوٹ ملا ہو اور کھوٹ کم ہو یا برابر ہو تو یہ سونا چاندی خالص کے حکم میں ہے اور اگر کھوٹ زیادہ ہو تو یہ سونا چاندی لوہے تانبے کے حکم میں ہے۔

زکوٰۃ کے باب میں اس ضابطہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی کے پاس سو تولہ وزن کا کھوٹ ملا چاندی کو برتن ہو اور کھوٹ کم ہو اور اس کے پاس ڈھائی تولہ خالص چاندی بھی ہے۔ زکوٰۃ میں اگر وہ خالص چاندی دیتا ہے تو پورے ڈھائی تولہ دینا ہو گی اور اگر موجودہ روپوں میں دے تو کھوٹ ملی چاندی کی قیمت کا چالیسواں حصہ دے۔

مسئلہ:

- اگر کسی چیز میں کھوٹ زیادہ ہو اور سونا چاندی تھوڑی مقدار میں ہو تو اگر سونے چاندی کو پگھلا کر کھوٹ سے الگ کیا جا سکتا ہے اور وہ الگ ہو کر نصاب کی مقدار کے برابر ہو تو اس کی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔ اور اگر نصاب کی مقدار سے کم ہو لیکن مالک کے پاس کچھ اور سونا یا چاندی یا نقدی یا مال تجارت ہو اور ملا کر نصاب کے برابر یا زائد ہو تو کھوٹ ملے سونا چاندی کو بھی جمع کر کے زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

اسی طرح ملاوٹ کرنے سے جتنے کیرٹ کا سونا بنا اس کی قیمت سے زکوٰۃ کا حساب لگے گا مثلاً اگر زیور ۲۰ کیرٹ سونے کا بنا ہو تو ۲۰ کیرٹ سونے کا جو نرخ ہو اس کا اعتبار ہو گا یہ اس صورت میں ہے جب روپوں میں زکوٰۃ دی جائے۔

(ت) سونے اور چاندی میں وزن کا اعتبار ہے نہ کہ قیمت کا

سونے اور چاندی کے نصاب میں ادا اور وجوب دونوں کے لحاظ سے وزن کا اعتبار ہے ان کی قیمت کا اعتبار نہیں مثلاً سو تولہ چاندی کا زیور پرانا ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت سات ہزار روپے ہے۔ جب کہ چاندی اسی روپے تولہ ہے تو وزن کے حساب سے ڈھائی تولہ چاندی یا اتنے وزن کی قیمت جو دو سو روپے ہے واجب ہو گی۔ قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب نہ ہو گی یعنی سات ہزار کا چالیسواں حصہ جو کہ ایک سو پچھتّر روپے بنتا ہے واجب نہ ہو گا۔ غرض اس مثال میں ڈھائی تولہ چاندی یا اس کی قیمت بطور زکوٰۃ واجب ہو گی اور اتنی مقدار بطور زکوٰۃ ادا کرنا ہو گی۔

(ث) سونے اور چاندی میں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے

سونے اور چاندی میں مطلقاً زکوٰۃ واجب ہے خواہ وہ ڈھلے ہوئے سکے ہوں یا کچی دھات ہو یا بنا ہوا زیور اور برتن وغیرہ ہو۔

مسائل:

- سونے چاندی کے زیور اور سچا گوٹہ ٹھپہ سب پر زکوٰۃ واجب ہے جب کہ نصاب کے برابر ہو خواہ عورت ان کو پہنتی ہو یا بند رکھے ہوں اور کبھی نہ پہنتی ہو۔
- پہننے کے کپڑوں میں اگر سچا کام ہے اور اتنا ہے کہ اگر چاندی چھڑائی جائے اور باقی مال اگر ہو اور اس کے ساتھ ملائی جائے تو ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت بن جاتی ہے تو اس کام والی چاندی کی مقدار پر بھی زکوٰۃ واجب ہو گی۔

- اگر بعض زیور میں لاکھ بھری ہوئی ہو یا نگ جڑے ہوئے ہوں تو سنار سے سونے چاندی کی مقدار کا صحیح اندازہ کرا کے ان کی زکوٰۃ دی جائے۔ اندازہ کے بعد بھی زکوٰۃ دینے والا احتیاطاً کچھ زیادہ دیدے۔ زیور جب اپنے استعمال کے لئے ہو تو جڑے ہوئے نگوں کی قیمت پر زکوہ نہیں ہو گی۔
- سونے چاندی کا برتن یا زیور ہو اگر سونے کے زیور کی زکوٰۃ سونے میں اور چاندی کے زیور کی چاندی میں ادا کریں تو خواہ وہ اپنے استعمال کے لئے ہو یا فروخت کے لئے ہو وزن کے اعتبار سے چالیسواں حصہ واجب ہو گا اور اگر سونے کے زیور کی زکوٰۃ چاندی میں یا روپوں میں ادا کریں تو اگر خرید و فروخت دونوں میں کہیں بنوائی کی اجرت بھی شامل کرتے ہوں تو زیور کی بنوائی کی اجرت بھی لگا کر مجموعہ کو اس زیور کی قیمت قرار دے کر اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں واجب ہو گا۔ اور اگر کہیں یہ رواج ہو کہ خرید و فروخت کے وقت بنوائی نہ لگاتے ہوں وہاں اس کو نہ لگائیں گے صرف سونے کی قیمت جس حیثیت کا اس زیور میں سونا ہو لگا لگائیں گے۔ ہمارے علاقوں میں یہ رواج ہے کہ سنار یا صراف سے زیور خرید و تو وہ بنوائی لگاتا ہے اور اگر اس کے ہاتھ بیچو تو نہیں لگاتا لہٰذا اس صورت میں زیورات کا مالک اگر زیورات کا تاجر ہے تب تو وہ خلاف جنس میں زکوٰۃ ادا کرنے کی صورت میں زکوٰۃ میں بنوائی بھی لگائے اور اگر تاجر نہیں ہے محض اپنے استعمال میں لاتا ہے تو وہ نہ لگائے۔

مال تجارت کی زکوٰۃ کا بیان

تجارتی مال خواہ کسی قسم کا ہو جب اس کی قیمت سونے چاندی میں سے کسی کے نصاب کی قیمت کے برابر ہو گی تو اس میں زکوٰۃ واجب ہو گی۔

مسائل:

- سونے چاندی کے سوا اور چیزیں جتنی ہیں جیسے لوہا، تانبا، پیتل، گلٹ رانگ وغیرہ اور ان چیزوں کے بنے ہوئے برتن وغیرہ اور کپڑے، جوتے اور اس کے سوا جو کچھ سامان ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کو بیچتا اور سوداگری کرتا ہے تو دیکھو وہ سامان کتنا ہے اگر اتنا ہے کہ اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے

سات تولے سونے کے برابر ہے تو جب سال گزر جائے تو اس سوداگری کے سامان میں زکوٰۃ واجب ہے اور اگر اتنا نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں اور اگر وہ مال سوداگری کے لئے نہیں ہے تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے چاہے جتنا مال ہو اگر لاکھوں روپیہ کا مال ہو تب بھی زکوٰۃ واجب نہیں۔

- سوداگری کا مال وہ کہلائے گا جس کو اسی ارادے سے مول لیا ہو کہ اس کی سوداگری کریں گے۔ اگر کسی نے اپنے گھر کے خرچ کے لئے یا شادی وغیرہ کے لئے چاول مول لئے پھر ارادہ ہو گیا کہ لاؤ اس کی سوداگری کر لیں تو یہ مال سوداگری کا نہیں ہے اور اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں ہے۔ اسی طرح اگر اپنا گھر بنانے کے لئے زمین خریدی پھر کچھ عرصہ کے بعد اراہ ہوا کہ اس کو فروخت کر دیں تو وہ تجارت اور سوداگری کا مال نہیں ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ان کی فروخت پر جو قیمت ملے وہ سونا چاندی ہو یا روپے پیسے ہوں یا کوئی اور شے ہو اس میں اس چیز سے متعلق زکوٰۃ کے احکام جاری ہوں گے۔
- اگر تجارت کی غرض سے مثلاً کوئی زمین خریدی پھر اس کو فروخت کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور اس پر اپنے استعمال کا مکان بنانے کا ارادہ کر لیا۔ تو وہ تجارت کی نہیں رہی اس کے بعد پھر ارادہ بدل گیا اور اس کو فروخت کی نیت کر لی تو وہ مال تجارت نہیں بنے گی اور اس پر زکوٰۃ واجب نہیں۔
- تجارت کی نیت سے خرید کردہ زمین اور دکان اور برائے فروخت تعمیر کردہ مکانات و دکانات کی موجودہ مالیت پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- کمپنی کے حصص (شیئر) اگر خریدے ہوئے ہوں تو ان کی موجودہ قیمت پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- مال تجارت میں زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت قیمت فروخت کا اعتبار ہو گا۔
- اگر کوئی اپنا مال تخفیف و رعایت (ڈسکاؤنٹ) کی مختلف شرحوں کے ساتھ فروخت کرتا ہے تو رعایت کی جس شرح پر وہ عام طور سے فروخت کرتا ہے اسی کے حساب سے قیمت لگائی جائے گی۔

روپے پیسوں کی زکوٰۃ کا بیان

اگر کسی کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے میں سے جس کی قیمت بھی کمتر ہو اس کے برابر روپے پیسے ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو اس نقدی پر زکوٰۃ فرض ہے جو کہ کل کا ڈھائی فی صد ہے۔

مسائل:

- حاجات اصلیہ مثلاً تعمیر مکان کے لئے یا شادی کرنے کے لئے کسی کے پاس نصاب سے زائد رقم موجود ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس رقم پر زکوٰۃ فرض ہے۔ البتہ اگر سال پورا ہونے سے قبل اس رقم سے تعمیر مکان کا سامان یا گھر ے لو استعمال کی اشیاء خرید لے تو زکوٰۃ فرض نہ ہوئی۔
- اگر جمع شدہ مال (خواہ نقدی ہو یا سونا چاندی یا کچھ اور) خالص حرام ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ اور اگر حرام اور حلال سے مخلوط ہے تو حرام مال کی مقدار اس میں سے نکال کر باقی حلال اگر بقد نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔
- ایک کاشتکار اپنی سو من گندم کی پیداوار سے عشر ادا کر دیتا ہے اور باقی گندم کو فروخت کر کے روپے لیتا ہے۔ یہ روپے اس کے پاس اگر سال بھر تک رہیں تو ان کی زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی۔

قرض پر وجوب زکوٰۃ کیا بیان

اگر کسی پر تمہارا قرض آتا ہے تو اس قرض پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ یہاں قرض سے مراد ہر وہ رقم ہے جو کسی کے ذمہ واجب ہو خواہ کسی بھی وجہ سے ہو اس کو دین بھی کہتے ہیں۔ دین اور قرض کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔ دین قوی

وہ یہ کہ نقد روپیہ یا سونا چاندی کسی کو قرض دیا یا تجارت کا سامان بیچا اور اس کی قیمت ابھی وصول نہیں ہوئی۔ پھر ایک سال کے بعد یا دو تین برس کے بعد وصول ہوا تو اگر اتنی مقدار ہو جتنی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ان سب برسوں کی زکوٰۃ دینا

واجب ہے اور اگر یکمشت وصول نہ ہو تو جب اس میں سے ساڑھے دس تولہ چاندی کی قیمت بھی متفرق ہو کر ملے تو جب یہ مقدار پوری ہو جائے اتنی مقدار کی زکوٰۃ ادا کرے اور جب دے تو سب برسوں کی دے۔

مسئلہ:

- اگر قرض اور دین مقدار زکوٰۃ سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہو گی۔ البتہ اگر اس کے پاس کچھ اور مال بھی ایسا ہو جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہو اور دونوں کو ملا کر مقدار پوری ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہو گی۔

ب. دین متوسط

وہ یہ کہ نہ تو نقد روپیہ قرض دیا اور نہ ہی تجارت کا مال بیچا بلکہ کوئی اور چیز بیچی جو تجارت کی نہ تھی جیسے پہننے کے کپڑے بیچ ڈالے یا گھر کا اسباب بیچ دیا اس کی قیمت وصول کرنی ہے اور وہ اتنی ہے جتنی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ پھر وہ قیمت کئی برس کے بعد وصول ہو تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے اور اگر سب ایک دفعہ کر کے وصول نہ ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے ملے تو جب تک ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر رقم وصول نہ ہو جائے تب تک زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب اتنی رقم مل جائے تو سب برسوں کی زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

مسائل:

- دین قوی اور دین متوسط میں یہ بھی کر سکتے ہیں کہ وصول ہونے سے پیشتر سال کے سال اس کی زکوٰۃ ادا کرتے رہیں تاکہ وصول ہونے کے بعد گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ذمہ میں نہ رہے۔
- دین قوی اور دین متوسط وصول ہونے کے بعد زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر قرضوں کو چند سال گزر گئے ہوں اور ان کی وصولی سے پیشتر ہی قرض خواہ مر جائے تو اس پر واجب نہیں کہ وہ وصیت کرے کہ قرض کی وصولی کے بعد اس کی طرف سے گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔ اور وارث پر بھی ان گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں اور اس کا سال مورث کی موت کے وقت سے شروع ہو گا۔

ت. دین ضعیف

یہ وہ دین ہے جو مال کا بدل نہ ہو یعنی نہ تو نقدی یا سونے چاندی کے عوض میں واجب ہوا ہو مثلاً شوہر کے ذمہ مہر ہو جو ابھی نہ ملا ہو یا وصیت کا مال ہو جو وارث نے ابھی نہ دیا ہو یا دیت ہو جو قاتل نے ابھی تک ادا نہ کی ہو اور کئی برسوں کے بعد یہ مال ملا تو اس کی زکوٰۃ کا حساب ملنے کے دن سے ہے۔ پچھلے برسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں۔

مسائل:

- سرکاری ملازمین کے پراویڈنٹ فنڈ پر جب تک وہ ملازم کو نہ ملے زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ وہ بھی دین ضعیف میں شامل ہے۔
- جس قرض کے وصول ہونے کی امید نہ ہو یا تو اس وجہ سے کہ مقروض قرض سے منکر ہے اور قرض دینے پر گواہ موجود نہیں یا گواہ تو موجود ہیں لیکن انصاف ملنے کی امید نہیں۔ یا مقروض منکر تو نہیں مگر ٹال مٹول کرتا ہے اور اپنی رقم مقروض سے نکلوانے پر قدرت نہ ہونے کی وجہ سے ناامیدی ہے تو ان دونوں صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ اگر کسی طرح بعد میں کبھی قرض کی رقم واپس مل جائے تو گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ ادا نہ کرنی پڑے گی۔

حج کے لئے رقم پر زکوٰۃ کا بیان

مسائل:

- جس شخص نے حج کے لئے رقم حکومت کے پاس جمع کرائی ہوئی ہو اس دوران زکوٰۃ کا سال پورا ہو جائے تو وہ آمدورفت اور معلم وغیرہ کی فیس منہا کرکے باقی رقم جو اس کو خرچ کے لئے واپس ملتی ہے اس کی زکوٰۃ نکالے۔
- جو رقم حج کے ارادہ سے اپنے ہی پاس رکھی ہو زکوٰۃ کا سال پورا ہونے پر اس کی زکوٰۃ واجب ہے۔

زکوٰۃ کے مستحق لوگ

ا۔ غریب و فقیر

جس کے پاس ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا یا اتنی ہی قیمت کا سوداگری کا اسباب ہو اس کو شریعت میں مال دار کہتے ہیں۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ کا پسیہ دینا درست نہیں اور اس کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا اور کھانا بھی حلال نہیں۔ اسی طرح جس کے پاس اتنی ہی قیمت کا کوئی مال موجود ہو جو سوداگری کا تو نہیں لیکن ضرورت سے زائد ہے تو وہ بھی مال دار ہے۔ ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ لینا اور کھانا بھی حلال نہیں اگرچہ خود اس قسم کے مال دار پر زکوٰۃ بھی واجب نہیں۔ اور جس کے پاس اتنا مال نہیں بلکہ تھوڑا مال ہے یا کچھ بھی نہیں یعنی ایک دن کے گزارہ کے موافق بھی نہیں اس کو غریب کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور ان لوگوں کو لینا بھی درست ہے۔

مسائل:

- بڑی بڑی دیگیں، بڑے بڑے فرش و فروش اور شامیانے جن کی برسوں میں ایک آدھ دفعہ کہیں شادی بیاہ میں ضرورت پڑتی ہے اور روز مرہ ان کی ضرورت نہیں ہوتی وہ ضروری اسباب میں شامل نہیں۔
- رہنے کا گھر اور پہننے کے کپڑے اور کام کاج کے لئے نوکر چاکر اور سواری اور گھر کا سامان جو اکثر استعمال میں رہتا ہے یہ سب ضروری اسباب میں داخل ہیں۔ ان کے ہونے سے مال دار نہیں ہو گا چاہے جتنی قیمت کا ہو۔ اس لئے اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔
- جن کتابوں کی آدمی کو ضرورت پڑتی رہتی ہے مثلاً طبیب کو طب کی کتابوں مدرس کو درس کی کتابیں عالم کو اپنے کام میں آنے والی کتابیں یہ بھی ضروری اسباب میں داخل ہیں۔ رہیں وہ کتابیں جن کی ضرورت نہ مثلاً عام رسالے اور شعر و ادب کی کتابیں یا وہ کتابیں جو اب ضرورت کی نہ رہی ہوں وہ ضروری اسباب میں داخل نہیں۔

- کسی کے پانچ دس مکان ہیں جن کو کرایہ پر چلاتا ہے اور اس کی آمدنی سے گزر کرتا ہے یا ایک آدھ گاؤں ہے جس کی آمدنی آتی ہے لیکن بال بچے اور گھر میں کھانے پینے والے لوگ اتنے زیادہ ہیں کہ اچھی طرح بسر نہیں ہوسکتی اور تنگی رہتی ہے اور اس کے پاس کوئی ایسا مال بھی نہیں جس میں زکوٰۃ واجب ہو تو ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔
- نابالغ لڑکے کا باپ اگر مال دار ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اگر لڑکا، لڑکی بالغ ہوگئے اور خود وہ مال دار نہیں لیکن ان کا باپ مال دار ہے تو ان کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔
- اگر چھوٹے بچے کا باپ مال دار تو نہیں لیکن ماں مال دار ہے تو اس بچہ کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے جب کہ بچے کا اپنا مال بھی نہ ہو۔
- نابالغ بچہ یتیم ہو اور اس کا اپنا کچھ مال نہ ہو لیکن اس کی ماں مال دار ہو تو اس بچے کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔
- ایک عورت کا مہر دس ہزار روپیہ ہے لیکن اس کا شوہر بہت غریب ہے کہ ادا نہیں کرسکتا تو ایسی عورت کو بھی جب کہ وہ غریب ہو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور اگر اس کا شوہر امیر ہے لیکن مہر دیتا نہیں یا اس نے مہر معاف کردیا تو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور اگر یہ امید ہے کہ جب مانگے گی تو شوہر ادا کردے گا کچھ تامل نہ کرے گا تو ایسی عورت کو زکوٰۃ کا پیسہ لینا درست نہیں۔

ب. مقروض

کسی کے پاس دس ہزار روپے نقد موجود ہیں لیکن وہ پورے دس ہزار روپے یا اس سے بھی زائد کا قرض دار ہے تو اس کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے اور اگر قرضہ دس ہزار روپے سے کم ہو تو دیکھو قرضہ دے کر کتنے روپے بچتے ہیں۔ اگر اتنے بچیں جتنے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں اور اگر اس سے کم بچیں تو دینا درست ہے۔

ت. مسافر

مسئلہ:

- ایک شخص اپنے گھر کا بڑا مال دار ہے لیکن کہیں سفر میں ایسا اتفاق ہوا کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہا سارا مال چوری ہو گیا یا کوئی اور وجہ ایسی ہوئی کہ اب گھر تک پہنچنے کا بھی خرچ نہیں ہے اور گھر سے یا تو منگوانے کی کوئی صورت نہیں یا فوری طور پر آنا مشکل ہے۔ ایسے شخص کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔ اگر حاجی کے پاس راستہ میں روپیہ ختم ہو گیا اور اس کے گھر میں بہت مال و دولت ہے اس کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔

ش. فی سبیل اللہ

یعنی ہر وہ شخص جو اللہ کے دین کے لئے سعی کرتا ہے اور نیکی کے کام میں مشغول ہے لیکن فقیر اور محتاج ہے مثلاً جہاد کرنے والے تبلیغ دین کرنے والے، علوم دین کے سیکھنے سکھانے والے وغیرہ۔ ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

مسائل:

- مسئلہ: وہ طالب علم جو غنی اور مال دار ہو مگر طلب علم کی وجہ سے کمانے سے عاجز ہو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں۔
- مسئلہ: کسی مدرسہ میں پڑھنے والا بالغ طالب علم جس کی کفالت اس کے والدین کرتے ہوں اور اس کی ضرورت کے تمام خرچے پورے کرتے ہوں لیکن وہ طالب علم خود مال دار نہ ہو تو اگر کسی نے اس کو زکوٰۃ دی تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو گئی لیکن اس طالب علم کو نہ تو خود زکوٰۃ مانگنی چاہئے اور اگر کوئی دے تو کہہ دے کہ مجھے ضرورت نہیں۔
- مسئلہ: خیراتی دواخانہ میں زکوٰۃ کا مصرف یہ ہے کہ اس رقم سے دوائیں خرید کر مساکین کو مفت دی جائے۔ زکوٰۃ کی مد سے اس دواخانہ کے ڈاکٹروں اور دوسرے کارکنوں کو تنخواہ دینا اور دیگر اخراجات پورے کرنا جائز نہیں اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی۔
- مسئلہ: مدارس جو اہل حق کے ہوں ان میں زکوٰۃ دینا افضل ہے کیونکہ اس میں مسلمان کا زیادہ نفع ہے۔

ج. عامل

یہ وہ شخص ہے جس کو حاکم نے زکوٰۃ اور عشر کے وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو۔اس کو اس کے کام کی اجرت زکوٰۃ میں سے دی جا سکتی ہے اگرچہ وہ خود مالدار ہی ہو۔البتہ وہ عامل جو ہاشمی ہو اس کو زکوٰۃ سے اجرت نہیں دی جا سکتی کسی اور مد میں سے دی جائے۔

مسئلہ:

- مدارس کے سفیر عاملین کے حکم میں نہیں ہیں۔

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

مسائل:

- زکوٰۃ کا پیسہ کسی کافر کو دینا درست نہیں۔ مسلمان ہی کو دے اور زکوٰۃ، عشر، صدقہ، نذر اور کفارے کے سوا اور خیر خیرات کافر کو بھی درست ہے۔
- زکوٰۃ کے پیسے سے مسجد بنوانا' کسی لاوارث مردہ کا گور و کفن کر دینا یا مردہ کی طرف سے اس کا قرضہ ادا کر دینا یا کسی اور نیک کام میں لگا دینا درست نہیں جب تک کسی مستحق کو نہ دیا جائے زکوٰۃ ادا نہ ہو گی۔
- اپنی زکوٰۃ کا پیسہ اپنے ماں باپ' دادا دادی' نانا نانی' پردادا پردادی وغیرہ جن لوگوں سے یہ پیدا ہوا ہے ان کو دینا درست نہیں ہے۔اسی طرح اپنی اولاد پوتے' پرپوتے' نواسے وغیرہ جو لوگ اس کی اولاد میں داخل ہوں ان کو بھی درست نہیں۔ایسے ہی بیوی اپنے میاں کو اور میاں اپنی بیوی کو زکوٰۃ نہیں دی سکتا۔
- ان رشتہ داروں کے سوا سب کو زکوٰۃ دینا درست ہے جیسے بھائی بہن' بھتیجی' بھانجی' چچا' پھوپھی' خالہ' ماموں' سوتیلی ماں' سوتیلا باپ' دادا' ساس سسر وغیرہ سب کو دینا درست ہے۔
- کسی عورت نے جس لڑکے کو دودھ پلایا ہے اس کو اور جس عورت نے بچپن میں تم کو دودھ پلایا ہے اس کو بھی زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے۔

- سیدوں کو اور علویوں کو اسی طرح جو حضرت عباس رضی اللہ عنہ یا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ یا حضرت عقیل رضی اللہ عنہ یا حضرت حارث بن عبد المطلب کی اولاد میں ہوں ان کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست نہیں۔ اسی طرح جو صدقہ شریعت کی رو سے واجب ہو اس کا دینا بھی درست نہیں جیسے نذر' کفارہ' عشر' صدقہ فطر۔ ان کے علاوہ اور کسی نفلی صدقہ و خیرات کا دینا درست ہے۔
- گھر کے نوکر چاکر' خدمت گار' ماما' دائی کھلائی کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا درست ہے لیکن ان کی تنخواہ میں حساب نہ کرے بلکہ تنخواہ سے زائد بطور انعام و اکرام کے دے دے اور دل میں زکوٰۃ دینے کی نیت رکھے تو درست ہے۔

تنبیہ:

کسی فقیر کو زکوٰۃ میں یا صدقہ واجبہ کے طور پر استعمال کی کوئی شے یا کھانے پینے کی کوئی چیز ملی تو اگر وہ کسی مال دار کو وہ ہدیہ کر دے تو مال دار کا اس کو استعمال کرنا جائز ہے اور اگر ہدیہ نہ کرے بلکہ ویسے عاریتاً استعمال کے لئے دے دے یا وہ گھر میں آیا تو اس کے سامنے بطور مہمانی کے کھانے کے لئے رکھ دیا تو مال دار کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ پہلی یعنی ہدیہ کی صورت میں ملکیت بدل گئی جب کہ دوسری میں فقیر کی ملکیت برقرار ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا بیان

مسائل:

- جتنا مال ہے خواہ وہ سونا چاندی ہو یا مال تجارت ہو یا نقدی ہو اس کا چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فی صد زکوٰۃ میں دینا واجب ہے۔
- ایک ہی فقیر کو اتنا مال دے دینا جتنے مال کے ہونے سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے مکروہ ہے لیکن اگر دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی اور اس سے کم دینا جائز ہے مکروہ بھی نہیں۔

- کسی نے زکوٰۃ کے روپے نکالے تو اختیار ہے چاہے ایک ہی کو سب دے دیا یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی غریبوں کو دے اور چاہے اسی دن سب دے یا تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مہینے میں دے۔
- بہتر ہے کہ ایک غریب کو کم از کم اتنا دے کہ اس دن کے لئے کافی ہو جائے کسی اور سے مانگنا نہ پڑے
- کسی غریب آدمی پر تمہارے ایک ہزار روپے قرض ہیں اور تمہارے مال کی زکوٰۃ بھی ہزار روپے یا اس سے زیادہ ہے اس کو اپنا قرضہ زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ البتہ اس کو ہزار روپے زکوٰۃ کی نیت سے دے دو تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ اب یہی روپے اپنے قرض میں اس سے لینا درست ہے۔
- کوئی قرض مانگنے آیا اور یہ معلوم ہے کہ وہ اتنا تنگدست اور مفلس ہے کہ کبھی ادا نہ کر سکے گا یا ایسا نادہند ہے کہ قرض لے کر کبھی ادا نہیں کرتا۔ اس کو قرض کے نام سے زکوٰۃ کا پیسہ دے دیا اور اپنے دل میں سوچ لیا کہ میں زکوٰہ دیتا ہوں تو زکوٰۃ ادا ہو گئی اگرچہ وہ اپنے دل میں یہی سمجھے کہ مجھے قرض دیا ہے۔ اور چاہئے کہ زکوٰۃ دینے والا بعد میں کسی وقت کہہ دے کہ میں نے تم کو قرض معاف کر دیا۔ اور اگر یہ نہ کہا ہو اور مقروض بعد میں قرض واپس کرے تو اس سے واپس نہ لے اور اب کہہ دے کہ میں تو تمہارا قرض معاف کر چکا تھا اور اگر اس سے لے بھی لئے ہوں تو کسی تدبیر سے مثلاً ہدیہ کے نام پر اسی کو واپس کر دے۔
- کسی کو انعام یا عیدی کے نام سے کچھ دیا مگر دل میں یہی نیت ہے کہ میں زکوٰۃ دیتا ہوں تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی کیونکہ فقیر کو زکوٰۃ کہہ کر دینا کوئی ضروری نہیں۔
- رقم سے مکان بنوا کر فقیر کو دیا تو جائز ہے۔
- استعمال شدہ چیز اگر زکوٰۃ میں دی جائے تو دیکھیں گے کہ بازار میں اس کو فروخت کیا جائے تو کتنی قیمت مل جائے گی۔ وہ چیز دینے سے اتنی ہی قیمت کی زکوٰۃ میں ادائیگی ہو گی۔
- دکاندار کے پاس ایسا مال ہے جو بکتا نہیں ہے دیکھیں گے کہ کتنی قیمت پر لوگ اسے خرید لیں گے۔ وہ مال اگر زکوٰۃ میں دیا تو اس کی موجودہ مالیت و قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ کی ادائیگی ہو گی۔
- اندازے سے زکوٰۃ نکالی بعد میں حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ پانچ سو روپے زائد نکال دیئے گئے تو اس زائد رقم کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کر سکتے ہیں۔

- ایک شخص کو مستحق سمجھ کر زکوۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو مالدار ہے یا سید ہے یا اندھیری رات میں کسی کو دے دی پھر معلوم ہوا کہ تو میرا ایسا رشتہ دار ہے جس کو زکوۃ دینا درست نہیں تو ان سب صورتوں میں زکوۃ ادا ہو گئی دوبارہ ادا کرنا واجب نہیں لیکن اگر لینے والے کو معلوم ہو جائے کہ یہ زکوۃ کا پیسہ ہے اور میں زکوۃ لینے کا مستحق نہیں ہوں تو نہ لے اور واپس کر دے۔ اور اگر دینے کے بعد معلوم ہو کہ جس کو دیا ہے وہ کافر ہے تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی پھر ادا کرے۔
- اگر کسی پر شبہ ہو کہ معلوم نہیں مالدار ہے یا محتاج ہے تو جب تک تحقیق نہ ہو جائے اس کو زکوۃ نہ دے۔ اگر بے تحقیق کے دے دی تو دیکھو دل زیادہ کدھر جاتا ہے۔ اگر دل یہ گواہی دیتا ہے کہ وہ فقیر ہے تو زکوۃ ادا ہو گئی اور اگر دل یہ کہے کہ وہ مالدار ہے تو زکوۃ ادا نہیں ہوئی پھر سے دے۔ لیکن اگر دینے کے بعد معلوم ہو جائے کہ وہ غریب ہی ہے تو پھر سے نہ دے زکوۃ ادا ہو گئی۔
- زکوۃ کے دینے میں اور زکوۃ کے سوا اور صدقہ خیرات میں سب سے زیادہ اپنے رشتے ناطے کے لوگوں کا خیال رکھو کہ پہلے انہی لوگوں کو دو لیکن ان کو یہ نہ بتاؤ کہ یہ صدقہ اور خیرات کی چیز ہے تاکہ وہ برا نہ مانیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ قرابت والوں کو خیرات دینے سے دوہرا ثواب ملتا ہے۔ ایک تو خیرات کا دوسرے اپنے عزیزوں کے ساتھ سلوک واحسان کرنے کا پھر جو کچھ ان سے بچے وہ اور لوگوں کو دو۔
- ایک شہر کی زکوۃ دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں اگر دوسرے شہر میں اس کے رشتہ دار رہتے ہیں ان کو بھیج دیا یا یہاں والوں کے اعتبار سے وہاں کے لوگ زیادہ محتاج ہیں یا وہ لوگ دین کے کام میں لگے ہیں ان کو بھیج دیا تو مکروہ نہیں کہ طالب علموں اور دین دار عالموں کو دینا بڑا ثواب ہے۔
- اگر کوئی شخص زکوۃ واجب ہونے کے بعد مر جائے تو اس کی وصیت کے بغیر اس کے مال کی زکوۃ نہ لی جائے گی۔ ہاں اگر وصیت کر گیا ہو تو اس کے تہائی مال میں سے زکوۃ لے لی جائے گی گو یہ تہائی پوری زکوۃ کو کفایت نہ کرے اور اگر اس کے وارث تہائی سے زیادہ پر راضی ہوں تو جس قدر وہ اپنی خوشی سے دے دیں لے لیا جائے گا۔

- اگر ایک سال کے بعد قرض خواہ اپنا قرض مقروض کو معاف کر دے تو قرض خواہ کو اس ایک سال کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

البتہ اگر وہ مقروض مال دار ہے تو اس کو معاف کرنا مال کا ہلاک کرنا سمجھا جائے گا اور قرض خواہ کو زکوٰۃ دینا پڑے گی کیونکہ زکوٰۃ والے مال کے ہلاک کر دینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہو گی۔

- فرض وواجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اسی وقت مستحب ہے جب مال اپنی ضرورتوں اور اپنے اہل و عیال کی ضرورتوں سے زائد ہو ورنہ مکروہ ہے اسی طرح اپنے کل مال کا صدقہ میں دینا بھی مکروہ ہے ہاں اگر وہ اپنے نفس میں توکل اور صبر کی صفت بہ یقین جانتا ہو اہل وعیال کو بھی تکلیف کا احتمال نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کسی کو وکیل بنانا

مسائل:

- مسئلہ: زکوٰۃ کا روپیہ خود کسی فقیر کو نہیں دیا بلکہ کسی اور کو دے دیا کہ تم کسی کو دے دینا یہ بھی جائز ہے۔ اب وہ شخص اگر دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہ بھی کرے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔
- مسئلہ: کسی غریب کو دینے کے لئے تم نے سو روپے کسی کو دیئے لیکن اس نے بعینہ وہی سو روپے فقیر کو نہیں دیئے جو تم نے دیئے تھے بلکہ اپنے پاس سے سو روپے تمہاری طرف سے دے دیئے اور یہ خیال کیا کہ وہ سو روپے میں لے لوں گا تب بھی زکوٰۃ ادا ہو گئی بشرطیکہ تمہارے روپے اس کے پاس موجود ہوں اور اب وہ شخص اپنے سو روپے کے بدلے میں تمہارے سو روپے لے لے۔ البتہ اگر تمہارے دیئے ہوئے روپے اس نے پہلے خرچ کر ڈالے اس کے بعد اپنے روپے غریب کو دیئے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی یا تمہارے روپے اس کے پاس رکھے تو ہیں لیکن اپنے روپے دیتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ میں وہ روپے لے لوں گا تب بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اب وہ سو روپے پھر زکوٰۃ میں دے۔

- مسئلہ: اسی طرح ایک شخص نے زکوٰۃ کی رقم مسکے نوں میں تقسیم کرنے کے لئے کسی کو دی۔ وکیل نے مثلاً اس میں سے دس دس کے دس نوٹ لئے اور سو روپے کا نوٹ اس میں رکھ دیا اور بعد میں زکوٰۃ میں دے دیا تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔
- مسئلہ: تم نے ایک شخص کو زکوٰۃ کی رقم دے کر کہا کہ یہ فلاں مدرسہ میں دے دو یا فلاں مستحق شخص کو دے دو۔ اس نے وہ رقم کسی اور فقیر کو دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اور اس شخص کے ذمے تاوان آئے گا۔
- اگر وکیل کو صراحت یا دلالت سے اس بات کی اجازت حاصل ہو گئی ہو کہ ضرورت پڑے تو زکوٰۃ کی رقم خود خرچ کرلے اور بعد میں اپنے پاس سے زکوٰۃ کی رقم دے دے تو یہ بھی جائز ہے۔
- اگر تم نے روپے دیئے بغیر کسی سے کہہ دیا کہ تم ہماری طرف سے زکوٰۃ دے دینا اس لئے اس نے تمہاری طرف سے زکوٰۃ دے دی تو ادا ہو گئی اور جتنا اس نے تمہاری طرف سے دیا ہے تم سے لے لے۔
- اگر تم نے کسی سے کچھ نہیں کہا اس نے تمہاری اجازت کے بغیر تمہاری طرف سے زکوٰۃ دے دی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ اب اگر تم منظور بھی کر لو تب بھی درست نہیں اور جتنا تمہاری طرف سے دیا ہے تم سے وصول کرنے کا اس کو حق نہیں ہے۔
- تم نے ایک شخص کو اپنی زکوٰۃ دینے کے لئے سو روپے دیئے تو اس کو اختیار ہے چاہے خود کسی غریب کو دے یا کسی اور کے سپرد کر دے کہ تم یہ روپیہ زکوٰۃ میں دے دینا اور کسی نام کا بتانا ضروری نہیں کہ فلاں کی طرف سے یہ زکوٰۃ دینا اور وہ شخص یہ روپیہ اپنے کسی رشتہ دار مثلاً ماں باپ یا بالغ اولاد یا بیوی کو غریب دیکھ کر دے دے تو بھی درست ہے اور اگر خود فقیر ہے اور اس کی نابالغ اولاد بھی فقیر ہے تو نابالغ اولاد کو بھی دے سکتا ہے لیکن خود اپنے لئے نہیں لے سکتا۔ البتہ اگر تم نے یہ کہہ دیا ہو کہ تم جو چاہئے کرو اور جس کو چاہے دے دو تو خود بھی لینا درست ہے۔
- وکیل سے اگر زکوٰۃ کی رقم گم ہو جائے یا ضائع ہو جائے یا چوری ہو جائے تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور اگر وکیل نے حفاظت میں خود کوئی غفلت یا کوتاہی نہ کی ہو تو اس پر رقم کا تاوان نہیں آتا۔

اموال ظاہرہ

کسی مال کے اموال ظاہرہ میں سے ہونے کے لئے دو باتیں ہیں۔

(أ) ان اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مالکان کے نجی مقامات کی تفتیش نہ کرنی پڑے۔

(ب) وہ اموال حکومت کے زیر حمایت ہوں۔

مندرجہ ذیل اموال ظاہرہ ہیں۔

۱. جنگل میں چرنے والے (یعنی سائمہ) جانور
۲. کھیتیاں
۳. باغات
۴. مال تجارت یا سونا چاندی جب اس کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جاتے ہوئے عاشر یعنی زکوٰۃ اور دیگر محصولات وصول کرنے والے کے پاس سے گزرے۔
۵. وہ سرمایہ جو سرکاری بینکوں اور سرمایہ کاری کے سرکاری اداروں میں شرکت یا مضاربت کے طور پر جمع کر دیا گیا ہو اگر چہ یہ معاملہ فاسد ہی ہو کیونکہ اس صورت میں یہ سرمایہ حکومت کے پاس امانت ہوتا ہے اور حکومت کے ذمہ اس کی حفاظت ہوتی ہے۔
۶. وہ رقوم جو سرکاری بینکوں میں جمع کرائی گئی ہوں خواہ کرنٹ اکاؤنٹ میں یا بچت کے کھاتہ میں جب کہ مضاربت یا شراکت نہ ہو۔ اس صورت میں اگرچہ جمع کردہ رقوم کی حیثیت قرض کی بن جاتی ہے لیکن چونکہ یہ قرض حکومت کے ذمہ واجب الرد ہوتا ہے اور موجب تاوان ہوتا ہے اس لئے اس کو حکومت کی حفاظت حاصل ہو جاتی ہے۔

البتہ یہ رقم جب واپس لی جائے گی اس وقت کل مدت کی زکوٰۃ کی کٹوتی ہو گی۔

اموال باطنہ

(اَ) گھروں میں رکھا ہوا سونا چاندی اور روپیہ۔

(ب) وہ تجارتی مال جو دکان یا تجارتی جگہ پر رکھا ہو۔

(ت) وہ رقوم جو نجی بینکوں اور سرمایہ کاری کی نجی کمپنیوں میں جمع کرائی گئی ہوں۔

(ث) وہ رقوم جو بطور قرض عوام میں سے ایک کی دوسرے کے ذمہ میں ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اموال ظاہرہ اور اموال باطنہ دونوں سے سرکاری سطح پر زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ البتہ اتنا فرق تھا کہ موے شیوں اور زرعی پیداوار کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے کارندے بھیجے جاتے تھے اور نقود اور اموال تجارت کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے مصدق بھیجنے کے بجائے مالکوں کو حکم تھا کہ وہ خود زکوٰۃ پہنچائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر سے باہر جانے والے اموال کے بارے میں یہ تبدیلی فرمائی کہ ان کی وصول یابی کے لئے بھی کارندے مقرر فرمائے اور باقی اموال باطنہ کی زکوٰۃ حسب سابق مالکان خود پہنچا دیتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آبادی پھیل گئی اور اموال باطنہ کی کثرت ہوگئی۔ انہوں نے ان حالات میں محسوس کیا کہ اگر اب بھی لوگوں کے اموال باطنہ کی زکوٰۃ حکومت کے لئے وصول کرنا ضروری ہو تو اس کے لئے حکومت کو خود اپنے کارندے مقرر کرنا پڑیں گے جن کی لوگوں کے نجی مقامات میں دخل اندازی سے لوگوں کو تکلیف ہو گی لہٰذا آپ نے مالکان کو اجازت دے دی کہ وہ اپنے اموال باطنہ کی زکوٰۃ خود ضرورت مندوں کو دے دیا کریں۔

سرکاری بینکوں سے زکوٰۃ کی سرکاری کٹوتی

اس کے صحیح ہونے کا دارومدار دو باتوں پر ہے۔

اَ. حکومت ایسی رقومات پر زکوٰۃ وصول کرتی ہے جو نفع یا سود کے کھاتے ہیں اور موجودہ حالات میں نفع کی اصلی شکل بھی سود کی ہے لہٰذا زکوٰۃ کی کٹوتی اس وقت صحیح ثابت ہوگی جب کھاتہ دار سود کی رقم سے نہ لے اور اگر لے لی ہو تو کل کو صدقہ کر دے۔

ب. واضح طور سے معلوم ہو کہ حکومت زکوٰۃ کی وصول شدہ رقم اس کے جائز مصارف میں خرچ کر رہی ہے۔

جانوروں کی زکوٰۃ کا بیان

تنبیہ: سال گزرنا سب میں شرط ہے۔

جانوروں کی وہ قسم جن میں زکوٰۃ فرض ہے سائمہ ہے اور سائمہ وہ جانور ہیں جن میں یہ باتیں پائی جاتی ہیں۔

اَ. سال کے اکثر حصے میں اپنے منہ سے چر کر اکتفا کرتے ہیں اور گھر میں ان کو کھڑے کر کے نہ کھلایا جاتا ہو۔ اگر نصب سال اپنے منہ سے چر کے رہتے ہوں اور نصف سال ان کو گھر میں کھڑے کر کے کھلایا جاتا ہو تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں۔ اسی طرح اگر گھاس ان کے لئے گھر میں منگائی جاتی ہو خواہ قیمت سے ہو یا بلا قیمت تو پھر وہ سائمہ نہیں ہیں۔

ب. دودھ کی غرض سے یا نسل کے زیادہ ہونے کے لئے یا فربہ کرنے کے لئے رکھے گئے ہوں اگر دودھ اور نسل اور فربہی کی غرض سے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ گوشت کھانے کے لئے یا سواری کے لئے ہوں تو پھر سائمہ نہ کہلائےں گے۔

مسائل:

- سائمہ جانوروں کی زکوٰۃ میں یہ شرط ہے کہ وہ اونٹ، اونٹنی، یا گائے، بےل، بھینس، بھینسا، بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ ہو۔ جنگلی جانوروں میں جیسے ہرن وغیرہ پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ ہاں اگر تجارت کی نیت سے خرید کر رکھے جائیں تو ان پر تجارت کی زکوٰۃ فرض ہو گی۔

- جو جانور کسی دے سی اور جنگلی جانور سے مل کر پیدا ہوا ہو تو اگر ان کی ماں دے سی ہے تو وہ بھی دے سی سمجھے جائیں گے اور اگر جنگلی اور وحشی ہے تو جنگلی سمجھے جائیں گے۔

مثال:

بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ بکری کے حکم میں ہے اور نیل گائے اور گائے سے کوئی جانور پیدا ہوا تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

- جو جانور سائمہ ہو اور سال کے درمیان میں اس کو تجارت کی نیت سے کسی جانور یا سامان کے بدلے میں فروخت کر دیا اور خریدنے کے وقت خریدے ہوئے جانور یا سامان میں تجارت کی نیت کر لی تو اس سال کی زکوٰۃ نہ دینا پڑے گی بلکہ جب سے اس نے تجارت کی نیت کی اس وقت سے اس کا تجارتی سال شروع ہو گا۔ اسی طرح جو جانور تجارت کے لئے ہوں ان کو سائمہ بنا دیا تو سائمہ بنانے کے دن سے سال کا حساب کیا جائے گا۔
- جانوروں کے بچوں میں اگر وہ تنہا ہوں زکوٰۃ فرض نہیں۔ہاں اگر ان کے ساتھ بڑا جانور بھی ہو تو پھر ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور زکوٰۃ میں وہی بڑا جانور دیا جائے گا اور سال پورا ہونے کے بعد اگر وہ بڑا جانور مر جائے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔
- وقف کے جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں۔
- زکوٰۃ دینے کے لئے جو جانور ذمے میں آتا ہو اس کے بجائے اس کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔
- جانور ملے جلے ہوں یعنی عمدہ، درمیانے اور ہلکے تو درمیانہ جانور زکوٰۃ میں لیا جائے گا اور اگر سب عمدہ ہوں تو عمدہ جانور لیا جائے گا۔

اونٹوں کی زکوٰۃ کا نصاب

ایک اونٹ سے چار اونٹوں تک معاف ہے ان پر زکوٰۃ نہیں۔اس کے بعد بحساب ذیل زکوٰۃ فرض ہے۔

۱سے ۹تک	ایک سالہ بکری یا بکری
۱۰ سے ۱۴تک	دو بکریاں یا بکرے
۱۵ سے ۱۹تک	تین بکریاں یا بکرے
۲۰ سے ۲۴تک	چار بکریاں یا بکرے
۲۵ سے ۳۵تک	ایک سالہ اونٹنی
۳۶ سے ۴۵تک	دو سالہ اونٹنی
۴۶ سے ۶۰تک	تین سالہ اونٹنی
۶۱ سے ۷۵تک	چار سالہ اونٹنی
۷۶سے ۹۰تک	دو سالہ دو اونٹنیاں
۹۱ سے ۱۲۴تک	تین سالہ دو اونٹنیاں
۱۲۵ سے ۱۲۹تک	تین سالہ دو اونٹنیاں اور ایک بکری
۱۳۰ سے ۱۳۴تک	تین سالہ دو اونٹنیاں اور دو بکریاں
۱۳۵ سے ۱۳۹تک	تین سالہ دو اونٹنیاں اور تین بکریاں
۱۴۰ سے ۱۴۴تک	تین سالہ دو اونٹنیاں اور چار بکریاں
۱۴۵ سے ۱۴۹تک	تین سالہ دو اونٹنیاں اور ایک سالہ ایک اونٹنی
۱۵۰ سے ۱۵۴تک	تین سالہ تین اونٹنیاں

ضابطہ کلیہ

۱۵۴ کے اوپر ہر پانچ اونٹوں پر ایک بکری پھر ۲۵ سے ۳۵ تک ایک سالہ اونٹی پھر ۳۶ سے ۴۵ تک دو سالہ اونٹنی پھر ۴۶ سے ۵۰ تک تین سالہ ایک اونٹنی۔ اس کے بعد پھر ہر پچاس پر یہی ضابطہ چلے گا۔

مسائل:

- جہاں بکری واجب ہے اس میں ایک سال کی عمر لازم ہے اور اختیار ہے چاہے بکری دے یا بکرا دے۔
- اونٹنی مونث ہی دینا لازم ہے اونٹ دینا جائز نہیں۔ البتہ اونٹنی کی قیمت لگا کر اس کی قیمت کے برابر یا اس سے زائد قیمت کا اونٹ دینا جائز ہے۔

گائے بھینس کی زکوٰۃ کا نصاب

گائے اور بھینس دونوں ایک قسم میں ہیں۔ دونوں کا نصاب بھی ایک ہی اور اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملالیں گے۔ مثلاً بیس گائیں ہوں اور دس بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کرلیں گے۔ مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو اگر گائیں زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور اگر بھینسیں زیادہ ہیں تو زکوٰۃ میں بھینس دی جائے گی اور جو دونوں برابر ہوں تو قسم اعلیٰ میں جو جانور کم قیمت کا ہو یا کمتر قسم میں جو جانور زیادہ قیمت کا ہو دیا جائے گا۔ پس تیس گائے بھینس میں گائے یا بھینس کا ایک بچہ جو پورے ایک برس کا ہو نر ہو یا مادہ دینا واجب ہوگا تیس سے کم میں کچھ نہیں چالیس گائے یا بھینس میں پورے دو سال کا بچہ نر ہو یا مادہ۔ جب ساٹھ ہو جائیں تو ایک ایک برس کے دو بچے دیئے جائیں گے پھر جب ساٹھ سے زیادہ ہو جائیں تو ہر تیس میں ایک برس کا بچہ اور ہر چالیس میں دو برس کا بچہ۔ مثلاً ستر ہو جائیں تو ایک ایک برس کا بچہ اور ایک دو برس کا بچہ کے ونکر ستر میں ایک تیس کا نصاب ہے اور ایک چالیس کا۔

بھیڑ بکری کی زکوٰۃ کا نصاب

تنبیہ: زکوٰۃ کے بارے میں بکری بھیڑ اور دنبہ سب یکساں ہیں۔

چالیس بکریوں پر ایک سال کی ایک بکری یا بکرا واجب ہے۔ چالیس سے ایک سو بیس تک یہی واجب ہے۔ پھر ایک سو اکیس سے دو سو تک دو بکریاں۔ پھر دو سو ایک سے تین سو ننانوے تک تین بکریاں پھر چار سو پر چار بکریاں۔ اس کے بعد ہر سو پر ایک بکری واجب ہے۔ سو سے کم میں کچھ نہیں۔ بھیڑ اور دنبے کا بھی یہی حکم ہے۔ بھیڑ اور بکری مخلوط ہوں تب بھی یہی نصاب ہے۔ البتہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں یہ فرق ہے کہ بھیڑ اور بکری میں جو زیادہ ہوں زکوۃ میں وہی جانور دیا جائے اور اگر دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے کہ اعلیٰ قسم سے ادنیٰ قیمت کا جانور دے یا ادنیٰ قسم سے اعلیٰ قیمت کا جانور دے۔

گھوڑوں کی زکوٰۃ کا نصاب

مسائل:

- گھوڑوں پر جب وہ سائمہ ہوں اور نر و مادہ مخلوط ہو زکوٰۃ ہے۔ سب کی قیمت لگا کر اس کا چالیسواں حصہ دے دے۔
- گدھے اور خچر پر جب کہ وہ تجارت کے لئے نہ ہوں عشر نہیں۔

ادارے کے اموال میں زکوۃ کا حساب کتاب بنانا اور اس کی ادائیگی کی ذمہ داری بھی شعبۂ حسابات پر عائد ہوتی ہے، ادارے کے اموال پر سال کے گذر جانے پر معینہ وقت پر زکوۃ ادا کرنا ضروری ہوتا ہے، زکوۃ کا حساب بنانا اور اس کی ادائیگی کا اہتمام کرنا یہ کام شعبۂ حسابات نے ذمہ داری سے انجام دینا ہوتا ہے۔

ذیل میں ہم زکوۃ کے سلسلے میں خود تشخیصی فارم منسلک کر رہے ہیں، اس کی مدد سے آپ کو زکوۃ کا حساب بنانے میں آسانی ہو جائے گی آپ اس کے علاوہ بھی اپنے علماء سے پوچھ کر زکوۃ کے متعلق رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں، وہ فارم درج ذیل ہیں:

زکوٰۃ کیسے ادا کریں؟

زکوٰۃ اسلامی مالیاتی کا مرکزی فریضہ ہے،اس کے سبب اس کا نظام نہایت سادہ و سہل اور اس کی ادائیگی نہایت آسان ہے لیکن بنیادی اسلامی تعلیمات اور ناواقفیت کے سبب اس کا طریق کار سمجھنے میں مشکل ہو جاتی ہے۔ذیل میں زکوٰۃ خود تشخیصی فارم کے عنوان سے ایک بیلنس شیٹ دی جا رہی ہے جس سے ہر شخص اپنی زکوٰۃ خود ادا کر سکتا ہے۔اس میں اوپر کی طرف قابل زکوٰۃ اثاثے درج ہیں جو چار ہوتے ہیں۔نیچے وہ مالی ذمہ داریاں ہیں جو ان سے منفی کی جاتی ہیں۔اس کے بعد جو بچتا ہے وہ صافی قابل زکوٰۃ اثاثے ہیں۔ان کا چالیسواں حصہ یعنی ڈھائی فیصد بطور زکوٰۃ کے کسی مستحق شخص کو دینے سے زکوٰۃ کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔مستحق شخص کی مکمل تعریف بھی درج ہے۔قارئین اس فارم سے فائدہ اٹھا کر اس کا فوٹو اسٹیٹ دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں۔

زکوٰۃ کا خود تشخیصی فارم

نصاب،قابل زکوٰۃ اثاثے،شرح،مصرف

نصاب=52.5 تولہ یا 612.36 گرام چاندی یا اس کی مالیت

زکوٰۃ واجب ہونے کی قمری تاریخ ______________

قابل زکوٰۃ اثاثے:

اس تاریخ کو ملکیت میں موجود درج ذیل چار قابل زکوٰۃ اثاثوں کی مارکیٹ ریٹ کے مطابق موجودہ مالیت کا اندراج کریں۔

۱۔ سونا خواہ کسی بھی شکل میں ہو اور کسی بھی مقصد کے لئے ہو۔______________

۲۔ چاندی خواہ کسی بھی شکل میں ہو اور کسی بھی مقصد کے لئے ہو۔______________

۳۔ نقد رقم:

(الف) ہاتھ میں،بینک بیلنس،کسی کے پاس امانت۔__________ (ب)غیر ملکی کرنسیاں اور پرائز بانڈز______________

(ج) مستقبل کے کسی بھی مقصد مثلاً حج وغیرہ کے لئے جمع شدہ رقم۔__________ (د) انشورنس پالیسی میں اپنی جمع شدہ رقم۔__________

(ہ) قرض میں دی ہوئی رقم جبکہ قرض لینے والا اس کا اقرار کرے،کسی بھی مقصد کے لئے ایڈوانس میں دی ہوئی رقم جو اصل یا اس کا بدل واپس ملے گا،بی سی (کمیٹی) میں جمع شدہ رقم،مکان،چیز تیار ہونے سے قبل اس کی بکنگ میں دی ہوئی رقم۔

(و) سرمایہ کاری مضاربت یا شراکت میں لگی ہوئی رقم،ہر قسم کے بچت سرٹیفکیٹس،این آئی ٹی یونٹس،این ڈی ایف سیونگس وغیرہ حصص،ایف ای بی سی پراویڈنٹ فنڈ کی وہ رقم جو اپنے اختیار سے کسی محکمے میں منتقل کرا دی ہے۔

۴۔ فروخت کرنے کے لئے خریدا گیا سامان،جائیداد،حصص،خام مال۔__________

(ا) فروخت شدہ چیز کی قابلِ وصول رقم (book debts)__________ (ب)سامانِ تجارت کے عوض حاصل شدہ چیز۔__________

کل قابل زکوٰۃ مال۔__________ [ ]

۱۔ قرض (ادھار لی ہوئی رقم،ادھار خریدی ہوئی چیز کی قیمت،بیوی کا مہر جس کے ادا کرنے کی نیت ہے۔) کمیٹی حاصل کرنے کے بعد بقیہ اقساط کی رقم۔______

۲۔ ملازمین کی تنخواہ جسکی ادائیگی اس تاریخ تک لازم ہو چکی ہے۔______________

۳۔ ٹیکس،کرایہ،یوٹیلٹی بلز جن کی ادائیگی اس تاریخ تک لازم ہو چکی ہے۔ ۴۔ گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ کی رقم جو ادا نہیں کی گئی۔__________

کل مالی ذمہ داریاں:__________ [ ]

مجموعہ مالی ذمہ داریوں کو مجموعہ قابل زکوٰۃ مال میں سے تفریق کریں جو جواب آئے وہ قابل زکوٰۃ صافی رقم ہے۔

قابل زکوٰۃ صافی رقم اگر اوپر دیئے گئے نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو تو اس کا چالیسواں حصہ (ڈھائی فیصد) نکالیں۔

زکوٰۃ کا مستحق:

ہر وہ مسلمان جو ہاشمی نہ ہو اور اس کی ملکیت میں ۵۔۵۲ تولہ چاندی یا اس کی مالیت کے بقدر سونا،نقد مال،مالِ تجارت اور زیورات سے زائد سامان انفرادی یا اجتماعی طور پر نہ ہو۔زکوٰۃ اپنے والدین،اپنی اولاد،اپنی بیوی اور اپنے شوہر کو نہیں دی جا سکتی زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے ضروری ہے کہ زکوٰۃ کی نیت سے مستحق شخص کو رقم وغیرہ کا مالک بنا دیا جائے۔زبان سے کہنا ضروری نہیں۔مستحق رشتہ داروں اور دینی اداروں کو دینا افضل ہے۔

بشکریہ:مکتبۃ الحراء بالمقابل ڈاک خانہ دار العلوم کراچی۔

آٹھویں فصل: کاروبار کی تعریف

اب ذیل میں ہم کاروبار کی مروجہ اقسام کی تفصیل بیان کریں گے۔

کاروبار کی مختلف اقسام

عام طور پر یہ کاروبار تین طرح کے ہوتے ہیں انکو آگے مزید حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ کاروبار کی مندرجہ ذیل تین اقسام ہیں:

۱۔ واحد ملکیتی کاروبار

۲۔ شراکتی کاروبار

۳۔ کمپنی

اب ہم ان میں سے ہر ایک کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں گے۔

۱۔ واحد ملکیتی کاروبار

تعریف:

ایسا کاروبار جو کہ فرد واحد کی ملکیت ہو اور اس کو چلانے والا بھی وہی ہو اور جو تمام نفع و نقصان کا مالک ہو واحد ملکیتی کاروبار کہلاتا ہے۔

کاروبار کی یہ قسم انتہائی سادہ اور آسان ہے جو چاہے جب چاہے اپنا کاروبار شروع کر سکتا ہے کوئی قانونی پیچیدگیاں حائل نہیں ہوتیں اور اس کی لاگت بھی بہت کم ہوتی ہے۔

پاکستان میں بھی زیادہ تر لوگ واحد ملکیتی کاروبار سے منسلک ہیں۔ ہر انسان چاہتا ہے کہ اس کا اپنا ذاتی کاروبار ہو اور وہ کام کرنے میں اور فیصلے کرنے میں آزاد ہو اسی لیئے یہ کاروبار سب سے زیادہ ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ مختلف کمپنیاں اور گورنمنٹ بھی ساری عوام کو جاب نہیں دے سکتی اور اسی لیئے بہت سے لوگوں کو ذاتی کاروبار شروع کرنا پڑتا ہے۔

آجکل ہم جو لوگوں کو کاروبار کرتا دیکھتے ہیں محلّوں میں، شہروں میں، بازار میں اور شاپنگ سنٹروں میں وہ سب واحد ملکیتی کاروبار ہیں۔ بہت سے لوگ خود بھی واحد ملکیتی کاروبار کو پسند کرتے ہیں اور کامیابی کے ساتھ چلاتے ہیں۔

۲۔ شراکت یا شراکتی کاروبار

واحد ملکیتی کاروبار کے محدود دائرہ کار اور نقصانات کی وجہ سے اور مالی پریشانی کو کم کرنے کیلئے اور سرمایہ بڑھانے کے لیئے شراکتی کاروبار معرض وجود میں آیا۔

فرق:

تعریف:

جب دو یا دو سے زائد افراد ملکر کوئی شرعی کام شروع کرتے ہیں جس کا مقصد رضائے الٰہی ہو اور سنّت نبویؐ کے مطابق نفع کمانا ہو تو ایسے کاروبار کو شراکت کا نام دیا جاتا ہے۔ حصّہ داروں میں نفع و نقصان برابر یا کسی خاص حصّہ تک تقسیم ہوتا ہے۔ کاروبار کے تمام کام کو چلانے کیلئے حصّہ دار۔ آپس میں معاہدہ کر لیتے ہیں جو ہر حال میں لکھا ہوا ہو۔ اسی کو پارٹنر شپ کا معاہدہ کہتے ہیں جس پر سب حصّہ دار دستخط کرتے ہیں۔

اس معاہدہ میں مندرجہ ذیل شرائط شامل ہوتی ہیں:

۱۔ نفع و نقصان کا حصّہ

۲۔ سرمائے کی دستیابی

۳۔ جھگڑے واختلاف کی صورت میں کسی معتبر ادارے کے مفتی یا عالم اور ثالث کو منصف بنایا جائے۔

۴۔ لین دین کے معاملات شریعت کے مطابق ہوں۔

۵۔ حساب کتاب ودیگر دستاویزات تک ہر شراکت دار کی رسائی ہو۔

۶۔ کاروبار کی مدت

شراکتی کاروبار

شراکتی کاروبار کرنے کے لئے شریعت کی پابندی ضروری ہے۔

۳۔ کمپنی

کمپنی سے مراد ادارے کی ایک ایسی قانونی شکل ہے جس کی اپنی علیٰحدہ قانونی حیثیت اور شناخت ہوتی ہے۔ اس میں بہت سے لوگوں کا سرمایہ ہوتا ہے اور سب لوگ اس کے نفع ونقصان میں شامل ہوتے ہیں۔ دنیا میں کمپنی تشکیل دینے اور چلانے کیلئے بھی شرعی احکامات کی پابندی ضروری ہوگی۔

کمپنی کی تفصیل میں جانے سے قبل یہاں کمپنی کے متعلق ایک وضاحت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ کمپنی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس بارے میں تھوڑی سی تفصیل عرض ہے تاکہ اس کے متعلق یہ اندازہ ہوسکے کہ علمائے کرام نے اس کو شرعی لحاظ سے کس انداز سے دیکھا ہے۔

کمپنی، بورڈ آف ڈائریکٹرز اور شیئر ہولڈرز کا باہمی رشتہ

ان کے باہمی تعلق کی شرعی حیثیت تب واضح ہوگی جب ہم پہلے ان کے تعلق کی قانونی حیثیت کا تعین کرلیں، یعنی اس وقت موجودہ قانون کی نظر میں ان کے تعلق کی کیا حیثیت ہے؟ لہٰذا پہلے قانونی نقطہ نظر سے اس کا جائزہ لینا مناسب ہوگا۔ تاہم سب سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ قانون کی رو سے ان تینوں کا مستقل اور الگ الگ وجود ہے۔ ادارتی جماعت (بورڈ آف ڈائریکٹرز) اور مالکان حصص (شیئر ہولڈرز) کا مستقل اور الگ وجود تو ظاہر ہے، کمپنی کا بھی ان دونوں سے

الگ وجود ہے، چنانچہ "مرکنٹائل لاء" میں بالکل وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کیا گیا ہے اور اس کو شخص قانونی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

کمپنی کے شخص قانونی کے طور پر الگ وجود کی وضاحت اس لئے ضروری تھی کہ اس سے اصل موضوع کے سمجھنے میں مدد ملے گی بلکہ خود قانونی طور پر سمجھنے کیلئے بھی کمپنی کی شخصیت سمجھنا ضروری ہے۔

گو کمپنی کا خارجی اور جسمانی وجود نہیں ہے، بلکہ خارجی طور پر بورڈ آف ڈائریکٹرز اس کی نمائندگی کرتا ہے۔ اسی طرح بورڈ آف ڈائریکٹرز مختلف فطری شخصیات کا مجموعہ ہے تو ان میں سے جس طرح ہر ایک کا انفرادی طور پر الگ الگ فطری وجود ہے اسی طرح ان کا ایک مجموعی اور قانونی وجود بھی ہے اور یہی یہاں مقصود ہے۔

اب رہی یہ بات کہ ان کا آپس میں کیا تعلق ہے، تو کمپنی کو قانونی طور پر مستقل شخص تسلیم کر لینے کے بعد اس کا حصہ داران اور بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ساتھ تعلق کی قانونی نوعیت یہ ہے، کہ حصہ دار اس کو وجود بخشنے والے ہیں، وہ ابتداء اپنے وجود میں ان کا محتاج ہے۔ اگرچہ بعد میں وہ مستقل شخص ہے اور کمپنی کے مفادات کا امین ہے۔ تو یوں کہا جائے گا کہ حصہ داروں نے کمپنی کو اپنے مشترکہ مفادات کیلئے وجود بخشا ہے کمپنی کی تعریف سے یہی بات واضح ہے۔

جہاں تک بورڈ آف ڈائریکٹرز کے تعلق کی نوعیت ہے تو قانون کی نظر میں ڈائریکٹرز کمپنی کے امین اور ایجنٹ (وکیل) ہیں اور ان پر امانت اور وکالت کے قوانین جاری ہوتے ہیں کمپنی سرمایہ اور جائیداد کے حوالے سے وہ امین ہیں اور کاروبار کو عملاً چلانے کے حوالے سے وہ کمپنی کے وکیل ہیں۔

کمپنی کا فقہی لحاظ سے جائزہ

قانونی شخصیت یا شخص قانونی کے جواز یا عدم جواز کے متعلق آراء

(ماخوذ از "جدید مالیاتی نظام کا اسلامی تصور" صفحہ نمبر ۱۰۶)

دور حاضر میں شخص قانونی (لیگل پرسن) کا موضوع مسلمان علماء اور سکالرز کیلئے خصوصی دلچسپی کا باعث رہا ہے اس کی بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ دور حاضر میں شخص قانونی کے تصور پر مبنی کئی کاروباری شکلیں سامنے آگئیں جن کے شرعی جواز یا عدم

جواز کے متعلق تحقیق ان کی ذمہ داری تھی کیونکہ فقہ اسلامی کو جس طرح ہمارے فقہائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے مرتب کیا ہے اس میں بظاہر شخص قانونی کیلئے کوئی گنجائش نظر نہیں آرہی تھی نیز شخص قانونی کا تصور صرف کاروبار ہی کی حد تک باقی نہیں رہا بلکہ ریاست کو بھی جدید اصطلاح میں ایک شخص قانونی ہی سمجھا جاتا ہے۔

شخص قانونی شخص فطری سے الگ شخصیت ہے، شخص فطری (نیچرل پرسن) کا ایک الگ وجود ہے اور اسکی ایک قانونی حیثیت ہے، وہ اس شخصیت میں قانونی مقدمہ کر سکتا ہے اور کوئی اس پر مقدمہ کر سکتا ہے اور کسی قسم کا جرم اس پر کوئی بھی عائد کر سکتا ہے اور ذمہ داریاں کم ہوتی ہیں اور اختیارات اس شخص کو ذمہ داریوں سے کہیں زیادہ ملتے ہیں۔ جرم اگر ثابت ہو جائے تو سزا کمپنی ہی کو ملتی ہے اس سے شخص فطری بالکل الگ ہو جاتا ہے کیونکہ وہ جرم اس شخص قانونی نے اپنی قانونی شخصیت میں کیا اور فطری شخصیت میں نہیں کیا۔

اسلامی قانون کی روشنی میں شخص قانونی کی حیثیت

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ مسلمان فقہاء کرام غیر انسان کیلئے قانونی شخصیت کے تصور سے بخوبی واقف تھے اور انہوں نے اس موضوع پر بحث بھی کی ہے اس وجہ سے یہ کہنا کہ فقہاء کرام غیر انسان کے لئے قانونی شخصیت یا فرضی شخصیت کے تصور سے واقف نہیں تھے بالکل بے بنیاد بات ہے البتہ اس تصور سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود وہ اس کا جواز تسلیم نہیں کرتے اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فقہاء نے جس قانونی نظام سے بحث کی ہے اس میں دنیوی امور مذہبی امور کے ساتھ مخلوط ہیں۔ ان کا بنیادی کام یہ تھا کہ وہ امور جو نصوص سے معلوم ہوتے یا نصوص پر قیاس کے ذریعے معلوم کئے جاسکتے ہیں ان پر بحث کریں۔ اسلامی قانون کا یہ حصہ بنیادی طور پر ناقابل تغیر ہے اور اس کا بہت ہی کم حصہ تغیر قبول کر سکتا ہے، مزید یہ کہ یہ حصہ مسلمانوں پر دنیا کے ہر حصے میں لاگو ہونے والا ہے، چاہے وہ اسلامی ریاست کے اندر رہتے ہوں یا باہر باقی امور جو تغیر پذیر ہوتے ہیں اور جو براہ راست نصوص سے معلوم نہیں کئے جاسکتے ان پر تحقیق و اجتہاد کا کام ریاست کا تھا۔ ریاست ان امور پر شریعت اسلامیہ کے عام قواعد اور اصولوں کی روشنی میں قانون سازی کرتی ہے۔

خلاصہ:

کارپوریشن در حقیقت ایک آلہ ہے جس کے ذریعے نقصان کا خطرہ دیگر دائنین کو منتقل کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ کہ مشہور ماہر قانون (پوزنر) کہتے ہیں (۵۴):

" کیا یہ دائن جن کو نقصان کا خطرہ منتقل ہوا ہے بینک ہیں؟ نہیں، کیونکہ بالعموم ان کی حفاظت کیلئے رہن (مورگیج) اور ٹرسٹ وغیرہ کے ذرائع ہوتے ہیں۔ نقصان کا خطرہ دراصل عوام الناس کو منتقل ہوا ہے جو کارپوریشن کے ساتھ عام حالات میں معاملات کرتے ہیں۔"

حقیقی خطرہ ان ہی کیلئے ہوتا ہے لہٰذا اصل سوال یہی ہے کہ اسلامی قانون کی روشنی میں شخص قانونی (لیگل پرسن) اور ذمہ داری (لائبلٹی) کے تصور میں وہ کیا تبدیلیاں لانی ہوں گی جن کے ذریعے اس خطرے کا تدارک ہو سکے؟ اس مسئلے کا حل یہ نہیں ہے کہ شخص قانونی اور محدود ذمہ داری کے تصور کے جواز کیلئے فقہ اسلامی کی جزئیات تلاش کی جائیں اور پھر شیئر ہولڈرز اور کارپوریشن کے تعلق پر مشارکت کے اصول منطبق کئے جائیں اصل مسئلہ یہ ہے کہ شخص قانونی اور محدود ذمہ داری کے تصور کو قبول کرنے کے بعد **الخراج بالضمان، الضرر یزال** اور ربا کی حرمت کے اصول، جو فقہ المعاملات کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، پر عمل کس طرح کیا جائے گا؟ فقہاء اسلام کے سامنے کرنے کا اصل کام یہی ہے کہ شخص قانونی اور محدود ذمہ داری کے تصور میں اس طرح تبدیلی (یا تبدیلیاں) لائی جائیں کہ ان کے اصولوں کی روشنی میں یہ جائز ٹھہریں۔

نتائج بحث

مباحث بالا سے یہ نتائج بخوبی واضح ہو جاتے ہیں:

(أ) قانونی شخص ایک پردہ اوڑھ لیتا ہے جو اسکی اصل فطری شخصیت کو اسکی قانونی شخصیت سے چھپاتا ہے اور کبھی کبھی فطری شخص پر بے شمار پردے ہوتے ہیں اور بے شمار بین الاقوامی کمپنیاں اس پردے کو استعمال کرتی ہیں۔ بے شمار غیر قانونی جرائم کیلئے مثلاً ٹیکس اور دوسری شکلیں۔ اصل پردہ دار کا پتہ نہیں چلتا اور کئی ممالک قانونی تحفظ فراہم کرتے ہیں تاکہ یہ پردہ قائم رہے۔ دنیا میں بے شمار ملکوں میں بے شمار لوگ اصل پردہ دار تک پہنچنے میں ناکام رہے اور ان کا سرمایہ ڈوب گیا۔

جدید اصطلاح میں جسے "قانونی شخصیت" کہتے ہیں اس کیلئے اسلامی قانون کی اصطلاح" ذمہ "ہے۔ ذمہ کو فقہائے کرامؒ نے انسان سے مخصوص سمجھا ہے۔ تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ فرضی شخصیت (غیر انسان کیلئے ذمہ) کے تصور سے واقف نہیں تھے۔ فقہاء کرام اس تصور سے بخوبی واقف تھے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان کا کام ان احکام کی وضاحت تھی جو قرآن وسنت کے نصوص سے براہ راست یا ان پر قیاس کے ذریعے معلوم کئے جاسکتے ہوں۔ ان امور

میں ظاہر ہے شخص قانونی کا کوئی کردار نہیں ہو سکتا۔یہی وجہ ہے کہ آج بھی اگر ہم شخص قانونی کے تصور کو قبول کریں گے تو اس پر یہ قید لازمی ہو گی کہ شخص قانونی پر کوئی مذہبی فریضہ عائد نہیں ہو گا بالفاظ دیگر خطاب عبادات اس سے متعلق نہیں ہو گا۔پس زکوٰۃ و صدقات کے احکام اس پر عائد نہیں ہوں گے۔یہ فرائض بنیادی طور پر اس "عہد" سے تعلق رکھتے ہیں جو عبد اور معبود کے درمیان ہوا ہے۔

(ب) کارپوریشن کسی قسم کے عقد کے نتیجے میں نہیں بلکہ ریاست کے حکم نامے سے وجود میں آتی ہے اس لیئے اسے کسی قسم کا عقد یا شرکہ سمجھنا بالکل ہی غلط ہے۔اگر کارپوریشن کیلئے قانونی شخصیت تسلیم کی گئی تو پھر اس پر شرکات کے اصول کا اطلاق قطعی طور پر غلط ہو گا۔

(ت) کارپوریشن کے کاروبار کے جواز کیلئے صرف اتنا ہی کافی نہیں ہے کہ شخص قانونی کے جواز کیلئے فقہی جزئیات تلاش کی جائیں، نہ ہی "الاباحة الاصلية" کے اصول سے مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔دیگر قواعد عامہ بالخصوص "الخراج بالضمان"،" الضرر يزال "اور"ربا" کی حرمت کا اصولوں کی روشنی میں اس کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ کیا جائے گا۔هذا ما عندی و العلم عند الله۔

(ث) کارپوریشن شیئر ہولڈرز کے درمیان اصل تعلق مدیون اور دائن کا ہے۔کارپوریشن کے سرمائے پر شیئر ہولڈر کی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ وہ کارپوریشن ہی کی ملکیت میں ہوتے ہیں۔اگر کارپوریشن کبھی کسی وجہ سے ختم کیا جارہا ہو تو شیئر ہولڈر بھی دائینن ہی کی فہرست میں ہوتا ہے اور دیگر دائینن کے بعد اس کی باری آتی ہے۔چونکہ وہ دائن ہوتا ہے اس لئے وہ کارپوریشن کے ذمہ واجب الاداء دیون کیلئے ذمہ دار بھی ہوتا ہے۔

(ج) کارپوریشن شیئر ہولڈر کا وکیل بھی نہیں ہوتا، نہ ہی اسے مضارب یا عامل کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔اس کے باوجود بھی کاروبار سے حاصل ہونے والا تمام منافع شیئر ہولڈرز کو ملتا ہے۔

(ماخوذ از جدید مالیاتی نظام کا اسلامی تصور، بتغیر بسیط)

کمپنی اور شیئر ہولڈرز کا تعلق

شرعی طور پر کمپنی اور شیئر ہولڈرز کے تعلق کے تعین کیلئے دو باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔

(۱) کمپنی چونکہ شخص قانونی ہے تو آیا شخص قانونی کا تصور شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۲) کمپنی کے کاروبار کی نوعیت کیا ہے؟ یا بالفاظ دیگر فقہ کے کس باب کے تحت اس کو لایا جاسکتا ہے۔

جہاں تک پہلی بات یعنی شخص قانونی کے تصور کا تعلق ہے اس کے متعلق علمائے کرام کی رائے اوپر تفصیل سے بیان ہوگئی ہے۔

کمپنی کے بارے میں تین نقطہ ہائے نظر:

اسی طرح دوسری بات یعنی کمپنی کے کاروبار کی نوعیت تو اس سلسلے میں علماء کرام کے تین نقطہ ہائے نظر پیش خدمت ہیں۔

(۱) ایک نقطہ نظر، یہ ہے کہ چونکہ یہ کاروبار فقہ میں مذکور شرکت کی اقسام میں سے کسی قسم میں نظر نہیں آتا، لہٰذا یہ ناجائز ہے۔

(۲) دوسری رائے حضرت تھانوی اور دیگر علماء معاصرین کی ہے۔ ان کے نزدیک کمپنی شرکت عنان میں داخل ہے چنانچہ حضرت تھانوی اس سوال کے جواب میں کہ جو لوگ کمپنی کے حصص خریدتے ہیں شرعاً ان کی اس خریداری کی حقیقت کیا ہے؟ فرماتے ہیں بظاہر اس عقد کی حقیقت شرکت عنان ہے۔

(۴۹۳۳۔۴۹۴ ۱۴۹۴امداد الفتاویٰ)

کمپنی شرکت عنان کی جدید شکل ہے:

چنانچہ ایک سوال کے جواب میں حضرت مفتی نظام الدین صاحب فرماتے ہیں۔ پس اس طرح کاروبار کی شرعی حیثیت شرکت عنان ہو گی۔ الخ۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲ □) نیز شریعہ اکیڈمی کی شائع کردہ کتاب "اسلام میں مرابحاتی کاروبار کا تصور" میں بھی اس کو شرکت عنان کے مشابہ قرار دیا گیا ہے۔ جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

(کمپنی شرکت عنان ہے اس لئے مشابہ ہے کہ اس میں سارے شیئر ہولڈرز کا سرمایہ برابر نہیں ہوتا یوں وہ منافع میں بھی مختلف ہوتے ہیں) مذکورہ آراء سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ کمپنی کا کاروبار ان علماء کرام کے نزدیک شرکت عنان میں داخل

ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کمپنی اپنے تمام جزئیات کے ساتھ شرکت عنان پر منطبق نہیں ہوتی تو اس کا جواب نظام الفتاویٰ میں یہ دیا گیا ہے کہ شرکت عنان کے بعض جزئیات کے مطابق عمل نہ ہونا یہ ہندوستان جیسے غیر اسلامی ملک میں قادح نہیں ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک اسلامی ملک میں اس پر مزید غور کی ضرورت ہے۔

(۳) تیسری رائے حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے یہ ذکر فرمائی ہے جو ان کی ترتیب میں دوسری رائے ہے کہ شرکت کے مروجہ اقسام میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ناجائز نہیں کہا جا سکتا۔

لہٰذا کمپنی اور شیئر ہولڈرز کے تعلق اور رشتہ کے سلسلے میں یہ بات واضح ہو گئی کہ جن حضرات کے نزدیک کمپنی شرکت عنان میں داخل ہے ان کے نزدیک ان دونوں کے تعلق پر شرکت عنان کے احکامات جاری ہونگے اور جن کے نزدیک وہ شرکت کی جدید قسم ہے ان کے نزدیک اس کے مختلف جزئیات اور جہات کا حکم مختلف ہو گا۔

کمپنی کو شخص قانونی تسلیم کر لینے کے بعد احقر کی رائے میں کمپنی اور شیئر ہولڈرز کے تعلق کو مضاربہ کی نظر سے بھی دیکھا جا سکتا ہے، بایں طور پر کہ شیئر ہولڈرز کو رب المال قرار دیا جائے اور کمپنی کو مضارب البتہ کمپنی کی نمائندگی بورڈ آف ڈائریکٹرز کرتا ہے۔ لہٰذا وہ مضارب ہوئے اور فقہاء نے اس کی صراحت فرمائی ہے کہ اگر رب المال اجازت دے تو مضارب مال آگے دوسرے کو مضاربہ پر دے سکتا ہے۔

(ماخوذ از "جدید مالیاتی نظام کا اسلامی تصور")

حصص کی مختلف اقسام ہوتی ہیں۔

ہر ایک کی تعریف اور ان کے حقوق الگ الگ کمپنی کے میمورنڈم آف ایسوسی ایشن میں درج ہوتے ہیں۔

اس ساری تفصیلی بحث کے بعد یہ طے ہونا ضروری ہے کہ علمائے کرام نے متفقہ طور پر اس کی شرعی حیثیت کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے؟ اس کو مدنظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ جیسا کہ ہم اوپر بتا آئے ہیں ابھی تک علمائے دین میں اس بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کچھ کے نزدیک کمپنی شرکت عنان کی ایک شکل ہے اور کچھ اس کے شخص قانونی کے تصور کو غیر شرعی قرار دیتے ہیں۔

اس لئے کہ اس میں شخص قانونی کا کردار ایک ایسا کردار ہے جس نے کمپنی کو چلانے کے انداز اور احساس ذمہ داری کو یک سر تبدیل کر دیا ہے، جس کی وجہ سے مندرجہ ذیل خرابیاں وجود میں آجاتی ہیں:

کمپنی کی شخص قانونی حیثیت کا اخلاقی پہلو سے جائزہ

احساس ذمہ داری کا فقدان

کمپنی کے مختلف طرح کے ڈائریکٹرز ہوتے ہیں۔ ایک مینجنگ ڈائریکٹر ہوتا ہے جو ڈائریکٹرز کے فیصلوں کو کمپنی میں چلاتا ہے اور کبھی کبھی کمپنی عوام الناس دوسری قسم کے افراد میں سے جس قسم کی تجارت کر رہی ہے اسکے ماہرین کو بورڈ آف ڈائریکٹرز میں بطور مشیر لے لیتے ہیں اور تیسری قسم کے ڈائریکٹرز جو کمپنی میں اپنے فنڈز لگائیں جو کہ شیئر ہولڈرز کی نسبت بہت زیادہ ہوتے ہیں جس سے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں یہ لوگ بطور ممبر شامل ہو جاتے ہیں۔

ایک طرح کے ڈائریکٹرز وہ ہوتے ہیں جو میجر گروپ آف شیئر ہولڈرز کے نمائندے ہوتے ہیں جیسے ملازمین ان کا نمائندہ بھی ڈائریکٹر ہو جاتا ہے۔ کبھی کبھی کمپنی ملازمین میں سے بھی ڈائریکٹرز کا چناؤ کر لیتی ہے۔

اور ادارے بھی جنکی فطری شخصیت نہیں ہوتی بلکہ قانونی شخصیت ہوتی ہے جیسے پنشن فنڈز، بینک اور فنانس کمپنیاں، اسلئے مختلف ڈائریکٹرز جو کمپنی کو چلاتے ہیں انکی اپنی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں اور ان سب کا ایک چیئرمین ہوتا ہے جو فیصلے کرتا ہے۔ کمپنی کے میمورنڈم آف ایسوسی ایشن میں مختلف ڈائریکٹرز کی اقسام کو بیان کیا جاتا ہے کہ کون رائے دے سکتے ہیں اور کون رائے نہیں دے سکتے جیسے:

- ووٹنگ ڈائریکٹرز
- نان ووٹنگ ڈائریکٹرز

اگرچہ قانونی طور پر کمپنی کو چلانے کے لئے ضابطے موجود ہوتے ہیں لیکن ذاتی ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے ادارے کو چلانے والے افراد میں کمپنی کی نگرانی میں وہ لگن وفکر اور کڑہن نہیں ہوتی جو شخص حقیقی (رئل پرسن) کے ذاتی کاروبار کی

صورت میں خواہ وہ شراکتی کاروبار ہو یا واحد ملکیتی کاروبار، مالکان کی براہ راست نگرانی کی صورت میں ملازمین میں ہوتی ہے، شیئر ہولڈر براہ راست کسی سے جواب طلبی کرنے کی بجائے ان کا واسطہ شخص قانونی سے ہوتا ہے اور کمپنی کی شخص قانونی کی حیثیت اسے مالکان کی براہ راست موقع بموقع نگرانی سے محروم اور نتائج سے لاپراہ اور غیر ذمہ دار بنا دیتی ہے، کمپنی کے پیسے اپنے شاہانہ اخراجات اور اللوں تلوں پر خرچ کیے جاتے ہیں جو مال مفت دل بے رحم کا نقشہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔اور اس سے بچنے کیلئے قانونی پیچیدگیوں کو استعمال کرکے اپنے آپ کو قانون کی گرفت سے بچالیا جاتا ہے، بلکہ کمپنی تو اب عوام الناس کے اموال کو ہڑپ کرنے کا ذریعہ بن گئی ہے چلتی چلاتی کمپنی کو نقصان میں ظاہر کرکے اور بند کرکے نئے نام سے وہ افراد دوسری کمپنی کھول کر اگلے روز پھر کاروبار کر رہے ہوتے ہیں۔

- **کمپنی کے لئے مضبوط قوت ایمانی واحساس ذمہ داریاور دیانت داریکی ضرورت**

لہذا اگر کمپنی کو علمائے کرام جائز بھی قرار دیدیں تو اس بات کی شدید ضرورت ہوگی کہ اس کو چلانے کے لئے افراد بہت مضبوط ایمان والے اور دیانت دار ہوں، جن کے دل صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح جذبۂ ایمانی واحساس ذمہ داری سے لبریز ہوں جو انسان تو کیا حیوانات کے حقوق کو پورا کرنا بھی اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ فرات کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا ہوگا تو اس کا بھی میں ہی ذمہ دار ہونگا۔ایسی صورت میں عوام الناس کے اموال کا محفوظ رہنا تو ممکن ہے ورنہ تو اسی طرح کی کمپنیوں سے عوام کے اموال کے استحصال کی شکلیں سامنے آتی رہیں گی۔

تاہم ہم عمومی طور پر کمپنی کے بارے میں ذیل میں فنی تفصیل دیدیتے ہیں، آپ علمائے کرام سے اس بارے میں رہنمائی لے کر احساس ذمہ داری کی اوپر دی گئی اخلاقی شرائط کو پورا کرنے کے بعد کمپنی کو بنانے اور چلانے کی کوشش کیجئے گا تاکہ اس سے کاروبار کرنے کی صورت میں کہیں عوام الناس کے حقوق کا بوجھ و ذمہ داری گلے نہ پڑ جائے جس سے دنیا اور آخرت دونوں کا نقصان ہو۔

کمپنی

کاروبار کا ۱۶٪

پبلک لمٹیڈ کمپنی

پبلک لمٹیڈ کمپنی میں عام لوگوں کا حصّہ ہوتا ہے اور کوئی بھی اس کے حصے کو خرید کر کمپنی کا حصّہ دار بن سکتا ہے۔ اس میں حصّہ داروں کی ذمی داری محدود ہوتی ہے اور حصّہ داروں کی کوئی خاص تعداد بھی مقرر نہیں ہوتی۔

کمپنی اپنے سرمائے کو بڑھانے کیلئے اپنے حصص کو عوام الناس کو پیش کرتی اور پراسپکٹس جاری کرتی ہے جس میں تمام قوائد وضوابط لکھے ہوتے ہیں۔ اس طریقہ سے لوگ کمپنی کے شئیرز خرید کر اس میں حصّہ دار بن جاتے ہیں اور دوسری طرف کمپنی کو وافر مقدار میں سرمایہ مل جاتا ہے جس سے وہ کاروبار کو چلاتی ہے۔

کمپنی مختلف طریقے سے اپنے شئیرز پبلک کو آفر کرتی ہے جس کی مندرجہ ذیل قسم ہے:

۱۔ ڈسکاؤنٹ

۲۔ پار۔اصل لاگت

۳۔ پریمیم

۴۔ کمپنی اپنے حصص کو کبھی کبھی کسی خاص شخص کو یا ادارے کو الاٹ کرتی ہے جیسے کہ، کو اس کی تنخواہ کا حصہ بنا کر دے دیتی ہے بطور ریوارڈ

کمپنی کا اثاثہ خارج میں موجود ہے اور کمپنی اسی اثاثے کی مالیت کے بقدر شئیرز بنا کر فروخت کرتی ہے تو پھر ٹھیک ہے لیکن اگر اس کا اثاثہ خارج میں موجود نہیں ہے اور فرضی شئیرز بنا کر فروخت کر رہی ہے تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔

۱۔ شروع میں پبلک لمٹیڈ کمپنی اپنے شئیر اصل (پرائس پرنٹنگ ویلیو یا) فیس ویلیو بھی کہتے ہیں اس پر اپنے حصص عوام کو فروخت کرنے کی پیشکش کرتی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ حصّہ دار بن سکیں۔

۲۔ کبھی کبھار کمپنی اپنے شئیر ڈسکاؤنٹ پر بھی ایشو کرتی ہے یہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کمپنی کے شئیر کی مارکیٹ ویلیو کم ہوتی ہے۔

۳۔ اگر کمپنی کی مالی حالت بہت اچھی ہو اور مارکیٹ میں اس کی ساکھ بھی اچھی ہو تو اس طرح کی کمپنی کے شئیر خریدنے میں عوام خاصی دلچسپی رکھتے ہیں ایسی صورت میں کمپنی اپنے شئیرز پریمیم پر ایشو کرتی ہے۔

کاروبار کی ان تمام شکلوں میں چاہے وہ واحد ملکیتی ہو شراکتی ہو یا پرائیوٹ، پبلک کمپنی ہو مختلف طرح کا ریکارڈ رکھا جاتا ہے۔ واحد ملکیتی کاروبار میں کوئی قانونی پیچیدگی نہیں ہوتی اس لئے اسکا کوئی خاص ریکارڈ نہیں رکھا جاتا۔ اگر کسی پر سیل ٹیکس یا انکم ٹیکس لاگو ہوتا ہو تو اتنا سا ریکارڈ اسکے لیئے ضروری ہوتا ہے جس سے سیل ٹیکس یا انکم ٹیکس دینے میں مدد ملے۔

اسی طرح شراکتی کاروبار میں بالتفصیل آمدن اور خرچ کا ریکارڈ رکھنا ضروری ہے۔ تاکہ سارے حصّہ داروں کا نفع و نقصان صحیح طور پر معلوم ہو سکے۔ اس میں شراکت دار زیادہ ہوتے ہیں اس لیئے شرعی طور پر بھی مکمل طور پر اپنا ریکارڈ رکھنا پڑتا ہے۔

کمپنی کا اپنا ایک علیٰحدہ آرڈیننس ۱۹۸۴ ہے اس کے مطابق کمپنی کا ریکارڈ محفوظ رکھنا پڑتا ہے۔

مناسب طریقہ سے حساب کتاب بنانے، اندراج کرنی اور باقی ریکارڈ رکھنا شامل ہے اور تمام ریکارڈ کو آڈیٹر سے چیک کروانا بھی ضروری ہے۔

کمپنی کی میٹنگ میں کچھ شیئر ہولڈرز کے ووٹنگ حصص ہوتے ہیں اور کچھ کے نان ووٹنگ حصص ہوتے ہیں یہ انکی حصص کی اقسام سے پتہ چلے گا۔

نقد اور وقوع پذیری کی بنیاد پر

مختلف کمپنیاں اپنے ریکارڈ کو مختلف طریقوں سے درج کرتی ہیں اور کچھ کمپنیاں کیش جبکہ کچھ وقوع کی بنیاد پر ریکارڈ رکھتی ہیں۔ نقدی بھاؤ کا طریقہ زیادہ صحیح ہوتا ہے اور قابل اعتماد بھی ہوتا ہے۔

نقد اور وقوع پذیر ہونے کی نسبت کی بنیاد میں نقد طریقہ میں بعد میں کوئی رہ جانے والی اندراج نہیں کرنی ہوتی اس کے برعکس وقوع میں بعد میں بھی اندراج کرنی پڑتی ہے مثلاً تنخواہیں، بجلی، گیس، پانی کے بل وغیرہ نقد حسابات کا نظام سنگل اندراج پر مبنی ہوتا ہے۔

سنگل اندراج اور ڈبل اندراج

حساب کتاب میں درج کرنے کے بھی دو طریقے ہوتے ہیں ایک کو یک طرفہ اندراج (سنگل اندراج) اور دوسرے کو دوطرفہ اندراج (ڈبل اندراج) کہتے ہیں۔

یک طرفہ اندراجی طریقۂ کار میں بعد میں بھی کچھ پیچیدگیاں ہوسکتی ہیں جس سے حساب کتاب کے نظر ثانی و موازنہ کرنے کا مسئلہ بھی ہوسکتا ہے۔ جبکہ دوطرفہ اندراجی طریقۂ کار میں ایسا نہیں ہوتا۔ دوطرفہ اندراجی طریقۂ کار صحیح، قابل اعتماد اور درست ہوتا ہے اور اس میں پڑتال بھی ہوسکتی ہے۔ یک طرفہ اندارج کا مطلب ہے کہ صرف ایک مرتبہ کسی بھی چیز کو درج کرنا اور اس کے برعکس دوطرفہ اندراجی طریقۂ کار میں ہر کام دو مرتبہ درج کیا جاتا ہے۔ یک طرفہ اندراجی طریقۂ کار کا فائدہ یہ ہے کہ یہ ایک مکمل طریقہ کار ہے۔ یہ کاروبار کی مالی صورت حال کے متعلق بالکل صحیح عکاسی کرتا ہے نہ صرف نقد رقم بلکہ غیر نقدی اشیاء کے بارے بھی معلومات دیتا ہے۔

دوطرفہ اندراجی نظام میں صرف یہ مشکل ہے کہ یہ پیچیدہ طریقہ ہے۔ اسکے لئے پڑھے لکھے عملہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

دوطرفہ اندراجی طریقۂ کار

۱۔ دوطرفہ اندراجی نظام پڑتال میں کار آمد ہوتا ہے۔

۲۔ ہر لین دین کے دو اندراج ہوتے ہیں۔

۳۔ اس میں غلطیاں بہت کم ہوتی ہیں۔

۴۔ یہ ایک صحیح حسابی طریقہ کار ہے۔

۵۔ ہر معاملاتی لین دین کم از کم دو کھاتوں کو متاثر کرتا ہے۔

یک طرفہ اندراج طریقۂ کار

ا۔ جبکہ یک طرفہ اندراجی طریقۂ کار میں غلطیوں کی گنجائش ہوتی ہے۔

۲۔ اور یہ قابل اعتماد بھی نہیں ہوتا۔

۳۔ کاروباری صورت حال کی صحیح عکاسی بھی نہیں کرتا۔

کمپنی کو تشکیل دینے کا طریقہ

ا۔ کوئی بھی کمپنی بنانے کیلئے مندرجہ ذیل طریقہ اپنایا جاتا ہے اور درج ذیل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے:

۲۔ سب سے پہلے کمپنی کی قسم منتخب کی جاتی ہے کہ کمپنی پرائیوٹ ہوگی یا پبلک۔

۳۔ کمپنی کو کوئی منفرد نام دیا جاتا ہے جو پہلے سے کسی کمپنی کا نہ ہو۔

۴۔ کمپنی کے ڈائریکٹر کے نام اور ایڈریس بھی اسی کا حصّہ ہے۔

۵۔ کمپنی کے اندرونی اور بیرونی معاملات کو چلانے کیلئے دستاویزات جسکو آرٹیکل آف میمورنڈم اینڈ ایسوسی ایشن کہتے ہیں۔

۶۔ فیس کی ادائیگی۔

۷۔ کمپنی کے وجود میں آنے کا سرٹیفیکیٹ حاصل کرنا۔

۸۔ پراسپیکٹس کا اجراء کرنا۔

۹۔ کاروبار شروع کرنے کا سرٹیفیکیٹ

سٹاک ایکسچینج کی شرائط

مندرجکمپنی

کچھ پبلک لمیٹڈ کمپنیاں اپنے سٹاک کو ملک کے سٹاک ایکسچینج میں درج کروالیتی ہیں جس کے بعد وہ اپنے شیئر کو فروخت کرسکتی ہیں اور عام لوگ بھی کمپنی کے حصص کی خرید وفروخت کرسکتے ہیں۔

نوٹ: سٹاک ایکسچنج میں کوئی کمپنی مندرجنہیں ہوتی بلکہ اس کمپنی کے حصص وغیرہ مندرج ہوتے ہیں۔

فوائد

۱۔ کسی بھی کمپنی کو مندرج کروانے کے مندرجہ ذیل اہم فوائد ہیں:

۲۔ شیئر کی خرید وفروخت

۳۔ کمپنی کی ساکھ میں اضافہ

۴۔ عوام کا اعتماد

۵۔ سرمائے کی دستیابی

۶۔ قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کی معلومات

۷۔ حوصلہ افزائی مزدوروں کی اور ملازمین کی۔

۸۔ حصص کی منتقلی وغیرہ

حصص کی منتقلی

کمپنی وقتاً فوقتاً اپنے کاروبار کو وسیع کرنے اور سرمائے کو بڑھانے کے لیئے اپنے حصص فروخت کرتی رہتی ہے۔اس کے علاوہ جو حصص مارکیٹ میں پہلے سے موجود ہوتے ہیں لوگ خود بھی بروکر کے ذریعے ان حصّص کی خرید وفروخت کرتے رہتے ہیں اور کمپنی ایک مقررہ میعاد کے بعد ان حصص پر منافع کا اعلان کرتی ہے۔

بعض اوقات کمپنی اپنے شیئر ہولڈر کو منافع کیش کی شکل میں نہیں بلکہ حصّص کی شکل میں بھی دیتی ہے۔

حساب کتاب یا ریکارڈ

کمپنیاں یا کمپنی میں بہت سے لوگوں کا حصّہ ہوتا ہے۔ یہ کسی فرد واحد کی ملکیت نہیں ہوتی۔ ڈائریکٹر، کمپنی سیکرٹری اور بہت سے دوسرے لوگ ان کمپنیوں کو عوام کے اور حصص ہولڈر کے ذمہ رادی پر چلا رہے ہوتے ہیں۔

کیونکہ ان کمپنیوں میں بہت سے لوگوں کا حصّہ ہوتا ہے لہٰذا انکو مناسب طریقہ سے ہر کام کا حساب رکھنا پڑتا ہے جس میں نفع ونقصان، آمدنی، اخراجات وغیرہ سب کچھ شامل ہوتا ہے۔ اسی لئے کمپنی اپنے روزمرّہ کے اخراجات اور آمدنی کا ریکارڈ محفوظ رکھتے ہیں جنکو ایک خاص وقت کے بعد پبلش کیا جاتا ہے۔

پاکستان میں کمپنی آرڈیننس ۱۹۸۴ نافذ العمل ہے اس کے مطابق کمپنی کو اپنا ریکارڈ محفوظ طریقہ سے رکھنا پڑتا ہے اور آڈٹ کروانے کے بعد عام پبلک کیلئے سالانہ پورٹ کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔

نویں فصل: اسلامی حساب کتاب کی جانچ پڑتال (اسلامی آڈٹ)

اسلامی تجارت و اقتصادیات میں جانچ و پڑتال کنندہ کا کردار

اسلامی معاشیات میں حساب کتاب کی جانچ پڑتال مروجہ طریقہ سے کافی مختلف ہوتی ہے، اس لئے کہ وہ درج ذیل پہلوؤں کو بھی شامل ہوتی ہے:

ا. اجتماعی پہلو

۲. اقتصادی / معاشی پہلو

جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مروجہ جانچ پڑتال کے طریقہ میں پڑتال کنندہ، قطع نظر اس سے کہ اس منصوبے / کاروبار سے متاثر ہونے والوں پر کیا اثرات مرتب ہونگے وہ صرف اپنی خدمات کے صارف یعنی منصوبے / کاروبار کے مالکان کو ہی جواب دہ ہوتا ہے، اور اس بات سے چشم پوشی کی جاتی ہے کہ منصوبہ / کاروبار کے اجتماعی اثرات کیا مرتب ہونگے؟ اور اس منصوبے / کاروبار و تجارت کے متعلق اسلامی مبادئ سے بھی رہنمائی حاصل نہیں کی جاتی ہے، اسی طرح پڑتال کنندہ کی طرف سے منصوبے / کاروبار میں انتظامات کی شرعی ترتیب و دینی حیثیت کے پہلو کو بھی نظر انداز کیا جاتا ہے۔

اسلام کے وضع کردہ اصولوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلامی تعلیمات اور مبادئ اسلام کی روشنی میں پڑتال کنندہ کو اپنے صارفین کو تو جواب دہ ہونا ہی ہے، مزید برآں اس کے اوپر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ اس منصوبے کے انتظاماتی کردار کی نوعیت کا بھی ادراک کر کے اس میں احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ اس سے بچنے کے طریقوں سے بھی آگاہ کرے، جیسے معاہدات کی تکمیل، امانت و دیانت کی بجا آوری، ذخیرہ اندوزی و فضول خرچی سے پرہیز وغیرہ، لہذا یہ سب کچھ تب ہی ممکن ہے جبکہ جانچ و پڑتال کنندہ کو معاملات اسلامیہ کی فقہ کی پوری سمجھ ہو۔

(محمد اکرم خان، ڈائریکٹر جنرل آف پرفارمنس آڈٹنگ، محکمۂ آڈیٹر جنرل، حکومت پاکستان)۔

لہذا اسلامی جانچ و پڑتال کنندہ و نگران کو درج ذیل دو باتوں کو کاروبار و منصوبہ جات میں لاگو کرنا ضروری ہوگا:

اَ. اگرچہ ذیل میں محاسبۂ اسلامی (اسلامی حساب کتاب) میں جانچ پڑتال کی فقہ کو تفصیل سے ذکر کر رہے ہیں تاہم مزید فقہی مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے سب سے پہلے اس کا اہتمام ہو کہ کام کے دوران ہی فقہ المعاملات کی روشنی میں علمائے کرام یا فقہ المعاملات کے ماہر جانچ پڑتال کرنے والے ماہرین کی نگرانی و سرپرستی حاصل کر کے ان کی نگرانی میں کام کیا جائے تاکہ ان کی رہنمائی سے کسی قسم کی غلطی کا امکان ہی

نہ رہے، کیونکہ کام کے بعد حساب کتاب کی جانچ وپڑتال کرانے پر کسی مشتبہ یا محرم معاملے کی نشاندہی کے بعد اس کو درست کرنے کے امکانات کافی کم ہو جاتے ہیں، جبکہ کام کے دوران اس کام کے درست طریقے پر ہونے کو یقینی بنانے کوشش سے غلطی کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے، جسے بعد میں جانچ پڑتال سے حل کیا جاسکتا ہے۔

ب. اس کے باوجود اپنے تمام حساب کتاب اور معاملات کو فقہ المعاملات سے پوری طرح واقف، جانچ وپڑتال کنندہ اداروں سے پڑتال کروالیا جائے تاکہ شرعی احکامات کی رو سے کسی قسم کی کمی وکوتاہی کی نشان دہی ہو سکے، اور نادانستہ طور پر ہونے والی شرعی خلاف ورزیوں سے بچ کر اپنے کاروبار کو زیادہ پاکیزہ وبابرکت بنالیا جائے۔

فقہ اسلامی برائے نگرانی وجانچ پڑتال (اسلامی آڈٹ)

اسلام نے ہر مسلمان کے ضمیر میں جانچ پڑتال ونگرانی کا بہت ہی مضبوط نظام پیدا کر دیا ہے جس کی بنیاد اللہ تعالی کا خوف ہے[

وَإِن تُبۡدُواْ مَا فِيٓ أَنفُسِكُمۡ أَوۡ تُخۡفُوهُ يُحَاسِبۡكُم بِهِ ٱللَّهُۗ](البقرۃ: ۲۸۴

)ترجمہ: "تم اپنے دلوں کی بات کو ظاہر کروگے تو یا چھپاؤ گے تو اللہ تم سے اس کا حساب لے گا"

اور اس کے تعلقات کو ایسے اخلاق سے مربوط کیا ہے جو اللہ تعالی کی شریعت سے حاصل کردہ تعلیمات سے مزین ہیں، اس لئے اس کے حسن سلوک واخلاق کی اہمیت اس لئے زیادہ ہوگئی ہے کہ وہ افراد وجماعتوں اور اداروں کو معیاروں پر پورا اترنے کی پابندی کرنے میں مدد ومعاون ہوتے ہیں۔اس لئے کہ وہ مندرجہ ذیل باتوں کے پابند ہوتے ہیں:

✓ ذاتی نگرانی

[وَكُلَّ إِنسَٰنٍ أَلۡزَمۡنَٰهُ طَٰٓئِرَهُۥ فِي عُنُقِهِۦۖ وَنُخۡرِجُ لَهُۥ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ كِتَٰبٗا يَلۡقَىٰهُ مَنشُورًا اقۡرَأۡ كِتَٰبَكَ كَفَىٰ بِنَفۡسِكَ ٱلۡيَوۡمَ عَلَيۡكَ حَسِيبٗا](الإسراء: ۱۴،۱۳)

ترجمہ: "اور ہم نے ہر انسان کے اعمال کو (بہ صورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔اور قیامت کے روز (وہ) کتاب اسے نکال دکھائیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا (کہا جائے گا کہ) اپنی کتاب پڑھ لے۔تو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے"

[وَهُوَ مَعَكُمۡ أَيۡنَ مَا كُنتُمۡۚ وَٱللَّهُ بِمَا تَعۡمَلُونَ بَصِيرٞ](الحدید: ۴)

ترجمہ:"اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے"۔

✓ خارجی نگرانی

خارجی نگرانی جو کہ نگرانی و پڑتال کنندہ ذمہ داروں کی طرف سے ادا کی جاتی ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے

[وَاسْتَشْهِدُواْ شَهِيدَيْنِ من رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاء أَن تَضِلَّ إْحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى وَلاَ يَأْبَ الشُّهَدَاء إِذَا مَا دُعُواْ وَلاَ تَسْأَمُوْاْ أَن تَكْتُبُوْهُ صَغِيرًا أَو كَبِيرًا إِلَى أَجَلِهِ ذَلِكُمْ أَقْسَطُ عِندَ اللّهِ وَأَقْومُ لِلشَّهَادَةِ وَأَدْنَى أَلاَّ تَرْتَابُواْ إِلاَّ أَن تَكُونَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيرُونَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَلاَّ تَكْتُبُوهَا وَأَشْهِدُوْاْ إِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلاَ يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَلاَ شَهِيدٌ وَإِن تَفْعَلُواْ فَإِنَّهُ فُسُوقٌ بِكُمْ وَاتَّقُواْ اللّهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّهُ وَاللّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ] (البقرة:۲۸۲)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابوں، خطوط و دستاویزات کو مصدقہ بنانے کیلئے اپنے لئے مہر تیار کروائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس طرح کا نقش کسی اور کی مہر کا نہ ہو، تاکہ آپ صلی علیہ وسلم کی مہر ثبت شدہ دستاویزات کی شناخت ہو سکے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ نے فرمایا "**إنا اتخذنا خاتما ونقشنا فيه نقشا فلا ينقش عليه أحد**"(صحيح البخاري : ۵۴۲۵)"ہم نے ایک مہر تیار کروائی ہے اور اس میں ایک نقش بنایا ہے لہذا اس کے مطابق کوئی اور نقش نہ بنائے"۔

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے خراج وصول کرنے والے حکام و ملازمین کی پڑتال اور تفتیش اور ان کے حالات کے تفقد کی ضرورت پر زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان کے حالات کا مکمل طریقے سے پتہ رکھا جائے، اس کو پوری طرح ثبوت کے ساتھ مدلل کیا جائے، تفقد کرنے والا اسے حقیقت و سچائی کے ساتھ سرانجام دے اور اس کے بارے میں جو لکھا جائے اس کی پوری تشریح موجود ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ مکمل رپورٹ تیار کی جائے۔

(ابن قدامة ، مرجع سابق ، ص ۵۰)

امام خوارزمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ جامع اور مکمل حساب تیار کرتے وقت منظوری لینے اور دینے والے دونوں کا متفق ہونا بھی ضروری ہے، منظوری لینے کا یہ عمل اس وقت سرانجام دینا ہو گا جب حساب کا کام کرنے والا حساب کتاب مکمل کر کے تیار کر لے، نیز انہوں نے یہ اصول بھی بتایا کہ جب فریقین متفق ہو جائیں تو اس رپورٹ کو منظور شدہ قرار دیا جائے گا اور اگر اس رپورٹ سے ایک اتفاق کرے اور دوسرا اس کی تفصیل سے اختلاف کرے تو اسے حساب کتاب تو قرار دیا جائے گا لیکن منظور شدہ نہیں کہا جائے گا۔

حریری رحمۃ اللہ علیہ نے محاسب اور پڑتال کنندہ دونوں کی صفات متعین فرمائی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ "انشاء کی صنعت ارفع ہے اور حساب کا فن وصنعت زیادہ نفع مند ہے لکھنے والے کا قلم خطاب کرتا ہے اور حساب کتاب کا قلم لکڑھارا ہوتا ہے، حساب۔۔۔ حساب کا فن تحقیق کی بنیاد پر وضع کیا گیا ہے، اور فرماتے ہیں، حساب کتاب کرنے والے کا قلم ضبط میں لانے والا ہوتا ہے کیونکہ حساب کتاب کرنے والے مال کے محافظ، بوجھوں وذمہ داریوں کے اٹھانے والے، قابل بھروسہ ناقلین، ثقہ سفراء، جھگڑوں کی صورت میں انصاف وعدل کے جھنڈے اور اپنے ثبوتوں سے مطمئن کرنے والے گواہ ہوتے ہیں"۔

ذیل میں ابن قدامہ اور عباسی دور کے وزیر "علی ابن عیسی" ماوردی، نویری رحمہم اللہ کے ہاں نگرانی وپڑتال کے اصول و قواعد بیان کئے جارہے ہیں تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ فقہاء وائمہ اسلام کے ہاں حساب کتاب کی نگرانی وپڑتال کا کیا تصور ومفہوم تھا:

موازنہ کرنے کے ذریعہ حسابی نگرانی: ابن قدامہ رحمہ اللہ کے ہاں حسابی نگرانی کا مفہوم (۳۲۸ھ = ۹۴۰ء)

غیر منقولہ اثاثہ جات کے حسابات کے متعلق ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ خراج کے متعلق دیوان حکومت کی دو مجلسیں ہیں، ایک مجلس "تقریر" یعنی جو مستحق و قابل اداء ادائیگیوں کو مقدار اور زمانے کے لحاظ سے زیر غور لاتی ہے اور دوسری مجلس "مقابلہ" کے نام سے ہے جس کا کام یہ ہے کہ وہ جرائد (گوشواروں اور روزنامچوں کے ساتھ لگنے والے ثبوتوں) کو زیر نظر لاتی ہے، جس میں ناموں کو دیکھا جاتا اور ان کے اداشدہ خراج کا حساب کیا جاتا ہے۔

(ابن قدامة ، مرجع سابق ، ص ۳۳)

ایک بیت المال کی مجلس تھی، جس میں "متولی" (عہدے کا نام) اپنی مہروں اور "دیوان نفقات" سے صادر ہونے والے حکومتی اخراجات کے مچلکوں کو زیر نظر لاتے اور اس سے پیدا ہونے والے واجبات اور دیوان نفقات سے صادر ہونے والے صکوک کا مقابلہ وموازنہ کرتے۔ چنانچہ یہ ضروری ہوتا کہ اس طرح فردوں کو زیر نظر لانے والا اس مجلس کا کاتب (عہدے کا نام) اس موازنہ ومقابلہ کرنے اور اس میں ہونے والے اختلاف کو دور کرنے کا کام کرتا۔

<u>اس ترتیب سے نگرانی کرنے سے یہ بات متحقق ہوتی ہے کہ اسلاف امت کے ہاں نگرانی کے کام کو مندرجہ ذیل ترتیب سے نافذ کیا جاتا تھا:</u>

ا. کام کے دوران (کام کے دوران نگرانی سب سے زیادہ اہم ومفید ہے، اس سے دوسری بہت سے مشکلات پر قابو پایا جاسکتا ہے، کیونکہ غلطی اور خرابی واقع ہوجانے کی صورت میں اسے بعد میں درست کرنا بہت مشکل اور زیادہ اخراجات کا حامل ہوتا ہے)

۲. کام سے پہلے (ہدایات ور ہنمائی کی صورت میں)

۳. کام کے بعد (کارگذاری وحالات کی صورت میں)

باریک بینی سے پڑتال کے ذریعے نگرانی:عباسی وزیر علی بن عیسی رحمہ اللہ(313ھ=926ء)

وزیر علی بن عیسی نے نگرانی اور باریک بینی سے پڑتال کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ "اگر ہم چھوٹی چھوٹی چیزوں کی نگرانی اور تفقد نہیں کریں گے تو" بڑی چیزوں کو ضائع کردیں گے اور یہ ایسی امانت سے جسے ہمیں تھوڑے معاملات میں بھی مد نظر رکھنا ہوگا اور زیادہ معاملات میں بھی، کیونکہ جب ہم سے معاملات کرنے والوں کو اس بات کا علم ہوگا کہ ہم ان کے امور میں اتنا اہتمام کرتے ہیں تو وہ بھی امانت کو لازم پکڑیں گے اور خیانت سے بچیں گے، داخلی پڑتال میں چھوٹی چھوٹی باتیں نظر انداز کرنا بڑی بڑی خرابیوں میں ڈالدیتا ہے اور خارجی پڑتال میں باریک بینی معاملہ کرنے والوں کے اعتماد کو بڑھاتا ہے، عباسی دور میں ایک دیوان خاص(مستقل محکمہ)بیرونی پڑتال و نگرانی کیلئے بنایا گیا تھا جس کا نام "زمام الازمہ" تھا۔

الغرض باریک بینی سے نگرانی وپڑتال داخلی طور پر بڑی خرابیوں سے بچاتا اور خارجی طور پر معاملہ کنندگان کے اعتماد کو بڑھاتا اور مضبوط کرتا ہے۔

داخلی نگرانی کے نظام کے ذریعے نگرانی:ماوردی رحمہ اللہ(450ھ=1058ء)

ماوردی رحمہ اللہ نے ان لوگوں کیلئے جو اپنے کاموں میں تنفیذی طریقے سے نگرانی کرنا چاہتے ہیں، اپنی کتاب "الاحکام السلطانیہ" کے دوسرے حصے میں جو چالان و حقوق کیلئے مختص ہے اور جس کی چھ فصلوں میں حسابی داخلی نظام جس کی بنیاد تنفیذی نگرانی ہے، مکمل نگرانی کے نظام کو بیان کیا ہے، چنانچہ پہلی فصل میں کام کے تعین کی ضرورت، اس کی امتیازی ومنفرد حیثیت، جغرافیائی صورت حال کو مفصل بیان فرمایا ہے، دوسری فصل میں مفتوحہ علاقوں کے بارے میں تفصیل سے بیان کیا کہ کونسے عنوۃ اور کونسے صلحاً فتح ہوئے، اور ان کے متعلق تفصیلی حالات واحکامات بیان کئے ہیں، تیسری فصل میں خراج کے احکام اور خراج کی وصولی اور اس کا حساب کرنے کے متعلق تفصیل بیان کی ہے، چوتھی فصل میں ہر علاقے کے لوگ اور ان کے ذمہ جزیہ کی تفصیل اور ان پر تنگی وآسانی میں کیا ذمہ داریاں آتی ہیں تفصیل سے بیان کیا ہے، پانچویں فصل میں معدنیات والے علاقوں کی تفصیل اور معدنیات کی اجناس اور ہر ایک کی الگ الگ تفصیل بیان کی ہے کہ کس قسم کی معدنیات پر کیا حق لازم ہوتا ہے اور اس کو حساب کرکے کیسے پورا وصول کرنا ہوتا ہے، بیان کیا ہے اور چھٹی فصل میں اس بات کو زیر بحث لائے ہیں کہ جو علاقہ

اسلامی حکومت کی سرحدوں پر دار حرب کے قرب میں واقع ہے اور ان سے حاصل ہونے والے اموال، مال صلح شمار ہونگے یا کچھ اور؟

نگرانی کے لوازمات کے ذریعے نگرانی: امام نویری رحمہ اللہ (677- 733ھ=178-1333ء)

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے محاسبہ کیلئے نگرانی کی مہمات وذمہ داریاں متعین کی ہیں جس کا پہلے بھی مالوں اور غلوں کی حفاظت کے ضمن میں ذکر ہو چکا ہے۔

ان کے ہاں نگرانی وپڑتال کے لوازمات وذرائع وطریقے کچھ یوں ہیں:

محاسب سے پوچھ گچھ

اعلی ذمہ دار، محاسب سے حساب کتاب جو اس نے پیش کیا ہے کے اعداد وشمار اور دیگر معلومات کے متعلق اگر ضروی ہو پوچھ گچھ کر کے اس کی نگرانی کریں، جسے امام نویری رحمہ اللہ نے یوں بیان فرمایا "وإن شا ّحه المسترفع" اور اگر ضرورت ہو تو اس سے پوچھ گچھ کر لے،

(النويري، مرجع سابق، ص ۲۷۴)

یہی قول امام قلقشندی کا ہے وہ فرماتے ہیں "والحساب مناقش" کہ حساب کتاب میں نقاش وپوچھ گچھ ہونی چاہئے۔

خط اور ہاتھ کی لکھائی

حساب کتاب کی درستگی کا اس سے بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جو حساب کتاب لکھنے پر مامور ہے کیا یہ لکھائی اسی کے ہاتھ کی ہے؟،

متوقع نتائج کی بنیاد پر نگرانی

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے علاقوں خاص کر ان علاقوں سے محاصل کی وصولی کے متعلق یہ اصول بیان فرمایا جو موسمی لحاظ سے محاصل مہیا کرتے ہیں جیسا کہ بلاد شام وغیرہ کہ ان کے وصولی کے ووچروں میں ایک ٹیبل کا اضافہ کر دیا جائے جس میں متوقع وصولی (یعنی گذشتہ تین سالوں کی وصولی کا اوسط) اور موجودہ وصول شدہ محاصل کے اعداد وشمار درج کئے جائیں تاکہ اس سال کے وصول شدہ محاصل کا پچھلے سالوں کے محاصل سے موازنہ کر کے ان کی درستی کا اندازہ کیا جاسکے۔

(النويري، مرجع سابق، ص ۲۰۲)

انہوں نے جس سطر کو دوسری جگہ منتقل کرنا ہے کو نشان زد کرنے کی شرط بھی لگائی ہے تا کہ حساب کتاب کے نقل کرنے میں تکرار اور دوہرے اندراج کی غلطی سے بھی بچا جاسکے اور اختلاف و وہم بھی نہ پیدا ہو اسی طرح حسابات اور کھاتوں میں بھی نشان زد کرنے کے طریقے کو استعمال کیا ہے کہ جن جن کا کام مکمل ہو تا جائے ان کے نام کے سامنے اس کے کام کے مکمل ہونے کی تاریخ درج کی جائے، تا کہ ان سے وصولیوں کی تاریخ کی ترتیب بھی قائم ہوتی جائے اور تکرار و غلط ناقص اندراج کے عمل میں آنے سے بھی حفاظت ہو۔

انہوں نے حساب درج کرنے والے پر یہ بھی لازم کیا ہے کہ وہ حساب کتاب سے متعلقہ محکموں سے کئی نسخوں پر مشتمل اوراق طلب کریں جیسا کہ عسکری حساب میں یہ لازم تھا کہ ہر امیر کے سپاہیوں کی تعداد پر مشتمل ان کے محکمہ سے اوراق منگائے جائیں، جسے امیر کا کاتب حساب کتاب لکھنے والے محاسبین کی تعداد کے مطابق بناتا ہے اور اس کے شروع میں لکھتا ہے کہ یہ معلومات فلاں شخص نے اپنے موجودہ حالات کے تحت لکھ کر پیش کی ہیں، چنانچہ ان معلومات میں سے جس کی امیر نے اجازت دے دی اسے اس کے نام کے سامنے تحریر کر دے اور حساب درج کرنے والا اپنے قلم سے ان اوراق کے سر پر پیش کئے جانے کی تاریخ ڈال دے۔

متوقع معلومات کا حقیقی گوشواروں سے تقابلی جائزہ اور فرق کو نمایاں کرنے کے ذریعے نگرانی و پڑتال

ضروری ہے کہ ہر تین سال بعد فوجی معاملات کو لکھنے والوں سے ان کے گوشواروں کو منگوا کر ان کو اپنے پاس موجود گوشواروں سے ملائے اور ان پر نشان کرتا جائے تا کہ اس کے پاس جو کمی وزیادتی ہو اس کا پتہ چل سکے۔

شواہد کو زیر تحریر لانا اور محفوظ کرنا

کاتب کی یہ ضرورت بھی ہوتی ہے کہ وہ اپنے شواہد کو زیر تحریر لا کر ان کو آئندہ کیلئے محفوظ کرلے (امام نویری رحمہ اللہ نے اس کو کیسے اور کہاں کہاں محفوظ کرے اس کی تفصیل بھی بیان کی ہے کہ وہ کون کون سے محکمے اور جگہیں ہیں جہاں محفوظ کرنا ہے اور ان پر کن کن کے دستخط ہونگے۔

بیرونی مستندات اور ان کی حفاظت

ایسی ضروری مستندات جو بیرونی معاملات سے متعلق ہوں، جن پر بادشاہ وقت نے دستخط کر دیے ہوں، کو آئندہ کی ضرورت کیلئے محفوظ کر لیا جائے۔

حسابی رپورٹوں اور معلومات کی راز داری

اس کے ذمہ یہ بھی لازم ہے کہ وہ متعلقہ حسابی رپورٹوں اور معلومات کو راز داری میں رکھے اور اپنے ذمہ دار اور ولی امر کے تحریری حکم کے بغیر کسی پر ظاہر نہ کرے اور جسے بیان کرنے کا حکم ہو تو اسے بھی لفظوں میں بیان کر کے ظاہر کرے نہ کہ تحریر میں، غرضیکہ ایسی صورتیں جن سے حساب سے متعلقہ افراد کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو، بچنے کی کوشش کرے، جس کے کئی طریقے ہوتے ہیں۔

(النويري ، مرجع سابق ، ص ٢٠٣)

جانچ پڑتال کرنے والے کا کردار

جانچ پڑتال کرنے والا اپنے کام کے دوران ایسے اشاروں کی طرف توجہ دے، جو قابل اہتمام ہوں اور جن سے بعد میں استدلال کیا جانا ممکن ہو، یعنی جن کی طرف بعد میں رجوع کر کے نتائج کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔

اوپر والوں کے سامنے غالب اوقات جانچ پڑتال کرنے والا ہی مخاطب و ذمہ دار ہوتا ہے، لہذا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ پابندی سے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کر کے حسابی کام کے درست ہونے کا اطمینان کرتا رہے، کیونکہ ہو سکتا ہے، اوپر والوں کی طرف سے اس سے کسی وقت بھی کچھ پوچھ لیا جائے، تو ان کے سامنے سبکی سے بچنے اور انہیں فوراجواب مہیا کرنے کیلئے ضروری ہے کہ حساب کتاب کے متعلق معلومات اور حسابی حالات کا اس کے سامنے ہر وقت واضح اور تازہ ہوں اور یہ تب ہی ممکن ہے جب کہ وہ اپنے حساب کتاب کی مسلسل جانچ پڑتال کرتا رہے۔

(النويري ، مرجع سابق ، ص ٢٠٩)

لہذا محاسب کی بنسبت جانچ پڑتال کرنے والے کو مندرجہ ذیل باتوں کی طرف توجہ دینے کی زیادہ کی ضرورت ہے:

١. کوشش و محنت۔
٢. محکمانہ پالیسی۔
٣. معاملات کے احوال پر نظر۔
٤. معالات کے اعذار کو دور کرنا۔
٥. ان کے قواعد کی رپورٹیں۔
٦. حساب کتاب لکھنے والوں کا امتحان اور ان سے جواب طلبی۔
٧. انکے حالات معلوم کرنا اور کام کرنے میں ان کی مدد و رہنمائی۔

۸. ان کے کئے ہوئے حسابی کام پر مسلسل نظر رکھنا۔

۹. نئے وجدید معاملات پر نظر۔

۱۰. وقوع پذیر ہونے والے حادثات پر گہری نظر۔

مشترکہ حسابی کوتاہیاں

محاسب (حساب کتاب کرنے والا) و مراجع (جانچ پڑتال کرنے والا) دونوں سالانہ تبدیلیوں سے بروقت مطلع کرنے کے ذمہ دار ہیں، کوتاہی کی صورت میں وہ دونوں کام میں کوتاہی کے ذمہ دار اور اس سے ہونے والے نتائج کے قصور وار ٹھہرائے جائیں گے۔

ذمہ داریوں وعہدوں کے درجات

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے اندورنی نظامت رقابت اور اس سے متعلق ذمہ داریوں وعہدوں کے آٹھ درجات ہر ایک کے متعلق شعبے (تنظیمی ڈھانچہ)اور ان کی نگرانی وجانچ پڑتال کرنے کے کام کی تفصیل لکھی ہے، جسے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہائے کرام نے حکومتوں کو کتنی عظیم ترتیب بنا کر دی تھی (شیخ سامر مظہر صاحب نے اس کی مکمل فہرست بیان کی ہے طوالت سے بچنے کیلئے اسے یہاں نہیں لکھا جارہا ہے)۔

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے ناظر (جانچ پڑتال کرنے والے) کیلئے چارٹ میں تین اہم ذمہ داریاں متعین فرمائی ہیں:

۱. وہ ثبوت جن کی جانچ پڑتال میں ضرورت ہوتی ہے۔

۲. وہ کتابیں اور مالی گوشوارے جن کی ماتحت منتظمین کو ضرورت ہوتی ہے۔

۳. اس کی جدجہد کرنے کا کام اور وہ رپورٹیں جن کی اوپر کے منتظمین وذمہ داروں کو ضرورت ہوتی ہے۔

اور حساب کتاب کو ثابت کرنے کیلئے موزوں چیزیں محاسب کے ہاتھ کا خط اور اس کے دستخط وغیرہ اور وہ چیزیں بھی ہیں جن کو عادۃ استعمال کیا جاتا ہے۔

یہاں بھی شیخ سامر مظہر صاحب نے ان تمام ثبوتوں، دستاویزات، حسابی کتابیں، رپورٹوں اور اطلاع ناموں کی فہرست دی جن کو امام نویری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے اختصار کی خاطر انہیں لکھا نہیں گیا۔

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں محاسبۂ ذمہ داری

امام نویری رحمہ اللہ نے ذمہ داری کے محاسبہ کو ضرورت کے حساب سے مختلف مواقع پر ذکر کیا ہے۔

- **مستندات کے ذریعہ نگرانی کی تقسیم**

سامان ومخزونات (سٹاک) اور نقدی کے خزانچیوں سے نقدی کی یاد داشت کی کتابیں اور مستندات منگوا کر داخلی نگرانی وجانچ پڑتال کو سرانجام دینا:

- سب سے پہلے جریدہ (گوشوارے) اور فہرستوں کی تیاری اور اس کے بعد اس کی بنیاد پر نقدی اور سامان کے نگرانوں کے ناموں سے الگ گوشوارے کی تیاری کرائی جاتی ہوگی۔
- دوسرے نمبر پر محاسب کے ذمہ ہوگا کہ وہ نگران کو بلوا کر اس سے معلومات لے کر وضاحتی گوشوارے تیار کرے۔

- **سالانہ تبدیلیوں پر نظر رکھنا**

محاسب پر لازم کیا جائے گا کہ وہ سالانہ تبدیلیوں کے واقع ہوتے ہی ان کو ذمہ داروں کے سامنے لے آئے نیز وہ حسابی کام جو بروقت نہیں ہو رہے اور ان کے سرانجام دینے میں کمیاں وکوتاہیاں واقع ہو رہی ہیں نیز جو ذمہ داریاں ادا نہیں ہو پا ہی ہیں، ان کے متعلق اپنے ذمہ دار کو فورا آگاہ کرے ورنہ وہ اس کمی و کوتاہی کا قصوروار ٹھہرایا جائے گا۔ اور اگر اس نے ان کوتاہیوں اور تبدیلیوں سے بروقت آگاہ کر دیا تو اب وہ بری الذمہ ہوگا۔

- **ذمہ داری کا تعین اور جواب طلبی**

حساب کتاب کی جانچ پڑتال کا ہدف حسابی سرگرمیوں کی سلامتی کا یقینی ہونا اور حساب کتاب کو درج کرنے والے کا اپنے ذمہ دار کے سامنے جواب دہ ہونا ہے۔ چنانچہ مثلاً عسکری محاسب کو اپنے گوشواروں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا چاہئے تا کہ ذمہ دار کے سامنے حساب کتاب سے متعلق کسی بھی جواب طلبی کی صورت میں لاجواب نہ ہو، کیونکہ عمومی معلومات کے متعلق جواب نہ دے سکنے کی صورت میں اس کو عاجز قرار دیا جاسکتا ہے، اس میں کامیاب ہونے کیلئے ضروری ہے کہ محاسب اپنے حساب کتاب کی خود بھی جانچ پڑتال کرتا اور اس پر مسلسل نظر ڈالتا رہے۔
اسی طرح اس کام کو سرانجام دینے کی ناظر یعنی پڑتال کنندہ کو زیادہ ضرورت ہے کیونکہ وہ حساب کتاب کا ذمہ دار ہوتا ہے اور اغلب الاحیان حساب کتاب کے متعلق اسی سے پوچھا جاتا ہے۔

- **سامانکے حساب کتاب میں مسؤولیت وذمہ داری کا محاسبہ**

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے ذمہ داری کے محاسبہ کے لاگو کرنے کی ضرورت کو علمی شکل میں تفصیل سے واضح کیا ہے، جس کی بنیاد اعداد و شمار اور تجزیہ پر رکھی ہے، چنانچہ اوسط کے اصول کو وصول شدہ مال کے تعین اور اس نگرانی کے لئے استعمال کیا ہے اور فرق کو طبعی و غیر طبعی کی دو قسموں سے تعبیر کیا ہے اور غیر طبعی میں ذمہ دار محاسب کو قصور وار ٹھہرایا ہے، اسی طرح ٹھوٹ پھوٹ وضائع ہونے والے سامان کی اوسط کو بھی معیار کے طور پر استعمال میں لائے ہیں، اور مخصوص کئے جانے کو نگرانی کے لئے استعمال کیا ہے۔

چنانچہ انہوں نے سامان کے محاسبہ کے متعلق فرمایا کہ جب اس کے پاس کچھ

- **استعمال اور گھسائی کے اوسط کا استعمال**

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے استعمال اور کھسائی کیلئے سالانہ کی بنیاد پر اوسط کے استعمال کی ضرورت کو بیان کیا ہے تاکہ اس کے ذریعے خرچ اور ضائع ہونے کی نگرانی کی جاسکے اور اسراف سے بچا جاسکے، اور اس اوسط سے زیادہ کے استعمال کو روکا جائے گا سوائے شدید ضرورت کے جس کے استعمال کی اجازت صرف تحریری طور پر دے جائے گی، اس سے اس اوسط سے زیادہ استعمال کو قابو کیا جائے گا جو اجازت دہندہ کے حکم سے ہو گا، سوائے مخصوص حالات کے جیسے عیدیں اور مختلف تقاریبیں وغیرہ کہ ان میں اوسط سے زیادہ استعمال کی اجازت دی جائے گی۔

- **وصول اور جاری ہونے والے سامان کے حساب کو منظم کرنے کی ترتیب**

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے عام عادت کو بنیاد بنانے کی ترتیب پر اعتماد کیا کہ عام طور پر اوسطاً کس چیز کا کتنا استعمال ہے، دوسری صورت میں بیرونی دستاویزات اور ثبوتوں کو بنیاد بنالیا جائے جیسے کسی طبیب کا شہادت نامہ یا آنے والے نامہ بروں وسفیروں کی عادتیں وغیرہ یا بار بار آنے والے مہمانوں وغیرہ کے استعمال کو استعمال کے لئے معیار بنایا جاسکتا ہے، ان صورتوں میں ان حالات کی بنیاد پر اندازاً مقدار کو جاری کر دیا جائے گا پھر فعلی حقیقی استعمال ہونے والی مقدار سے جاری کردہ مقدار کا موازنہ کر کے معیار بنایا جائے گا اور فرق واقع ہونے کی صورت میں اس کے سبب کا پتہ لگایا جائے گا اگر اس فرق کا جواز ہوا تو اس مقدار کو آئندہ کیلئے معیار کے طور پر مقرر کیا جاسکتا ہے۔ اجراء اور استعمال کرنے کیلئے معیار مقرر کرنے میں امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طریقے پر اعتماد کیا ہے، البتہ آمدنیوں کی تعیین کیلئے حسابی روزنامچوں وکتابوں پر اعتماد کیا ہے، تاہم تخمینہ

وبجٹ کے ساتھ ساتھ آئندہ تین سالہ اوسط آمدنی کو مدنظر رکھنا بھی ضروری ہو گا تاکہ پوری باریکی کے ساتھ معیار مقرر ہوسکے۔ اور پیداوار کے لئے اجراء کرنے کی مقدار کیلئے امام نویری رحمہ اللہ نے دو مندرجہ ذیل اصول بیان فرمائے ہیں:

۱. اس کے پاس جو سامان موجود ہے اس کارات کو "ضبط یومی" جاری کرے۔
۲. پھر دن کے شروع میں جاری ہونے والی مقدار کا اندازہ کرنا، اس کے ذریعے واقع ہونے والی کمی کی وضاحت کرنا۔

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے خازن (مخزون وسٹور کے نگران) کے ذمہ ایک مدت کے بعد سامان کی گنتی کرنے کو لازمی قرار دیا ہے تاکہ عرصہ گذرنے سے تلف وضائع ہونے والے آلات وسامان کی نشان دہی ہوسکے۔

وہ فرماتے ہیں کہ محاسب کے ذمہ ہے کہ جو سامان اس کے پاس آئے اسے محفوظ کرے اور اس کے پاس سے چلا جائے اس کو ضبط میں لائے اور اس کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے پاس موجود سامان کے متعلق چوکنا رہے کہ اس میں جو چیز قابل مرمت واصلاح ہو اس کی بروقت نشان دہی کرے تاکہ اس کی صفائی، رنگ، صیقل، قلعی، تیل لگانا وغیرہ کاموں کو کرکے اس کی مرمت وحفاظت کا بندوبست ہوسکے، اور کچھ عرصہ مزید تخزین (سٹور کرنے) کے قابل بنایا جاسکے۔

- **مکرر یا غلط اندراج محاسب کی ذمہ داری ہے**

حسابی قانون سے زیادہ درج ہونے کی صورت میں حساب کتاب کو درج کرنے والے کی کوتاہی تصور ہو گی کیونکہ اس نے حسابی قانون سے زیادہ درج کردیا اور اسی طرح غلط اندارج بھی اسی کی کوتاہی اور اس کا ظلم تصور ہو گا۔

- **ناظر ومراجع (جانچ پڑتال کنندہ) ذمہ داری کا تعین**

مستقل ومسلسل حسابی جانچ پڑتال حسابی سرگرمیوں کی سلامتی اور بڑوں کے سامنے جوابدہی سے بچانے کا بڑا اچھا ذریعہ، چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ تب ممکن ہو گا جب کہ وہ اپنے حساب کتاب کی مسلسل جانچ پڑتال ومراجعت اور مسلسل نظر ڈالتا رہے، اس کام کو کرنا جانچ پڑتال کنندہ کیلئے بنسبت محاسب کے زیادہ ضروری ہے، کیونکہ وہی حساب کتاب کا ذمہ دار اور اغلب اوقات وہی جواب دہ ہوتا ہے۔

- **دوبارہ منگوانے سے بروقت باخبر کرنا**

سالانہ تبدیلیوں کے متعلق بروقت باخبر نہ کرنے کی کوتاہی ذمہ دار محاسب کی شمار ہو گی، چنانچہ عسکری کاتب نے اگر احتیاطی طلب نامہ اتنا مؤخر کردیا کہ اب اس کے بندوبست کا وقت نہیں رہا تو یہ اس کاتب جیش کی کوتاہی تصور کی جائے گی۔

- **دوبارہ منگوانے کی حد پر نظر رکھنا**

امام نویری رحمۃ اللہ علیہ نے واضح کیا ہے کہ دوبارہ طلب کرنے کی مقدار سے سامان کے کم ہونے کی صورت میں سامان کے محاسب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کے دوبارہ منگوانے کی طرف متوجہ کرے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ خام مال کے کم سے کم مقدار سے کم ہونے کی صورت میں سامان کے محاسب کے ذمہ ہے وہ اس کے ختم ہو جانے سے اتنا عرصہ قبل منگوانے کی طرف متوجہ کرے کہ جس میں اس کا بندوبست کر کے اس کی مطلوبہ مقدار پوری کی جاسکے، چنانچہ اگر اس نے اس میں تاخیر کر دی حتی کہ سامان بالکل ختم ہو گیا یا اتنی تاخیر سے منگوایا کہ جس میں بندوبست کرنے میں اتنی تاخیر ہو سکتی ہے کہ اس دوران سامان دوسرے علاقہ آنے کی وجہ سے ختم ہو جائے گا تو یہ عمل اس محاسب کی تقصیر تصور ہو گا۔

(النويري ، مرجع سابق، ص ٢٢٢)

دسویں فصل: تجارت وصنعت میں خیر وبرکت کو بڑھانے والی صفات:۔

شعبۂ حساب کتاب کے ذمہ ہے کہ وہ اس بات کا پورا پورا خیال رکھے کہ ادارے کے افراد میں ان ضروری صفات سے متصف ہیں جو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہیں، کیونکہ اگر ادارے کے افراد ان صفات سے متصف ہوں گے تو حساب کتاب کی دقتیں کم ہوں گی اور اگر ایسا نہ ہوا تو حساب کتاب کو درست رکھنا اور اس کے ذریعہ اہل حقوق کو عدل وانصاف مہیا کرنا مشکل تر ہوتا جائے گا، اگرچہ باب نمبر نو میں مسلمان تاجر کی صفات اور تجارت کے آداب کے ضمن میں عمومی طور پر ان صفات کا تفصیل سے ذکر کیا گیا جو مسلمان تاجر وصنعت کار کیلئے ضروری ہیں اور ان پر عمل کرنے سے تجارت میں برکت ہوتی ہے تاہم یہاں اختصار کے ساتھ ضروری صفات کو پھر ذکر کیا جارہاہے تاکہ محاسبین حضرات ان کے اضافے کی ہر وقت ہمہ تن کوشاں رہیں:۔

١. موجودہ دور کے غیروں کے مروجہ طرز تجارت سے اجتناب نبی پاک علیہ السلام کی بتائی ہوئی طرز تجارت کو اختیار کرنا
٢. غیروں کے طرز لباس کی بجائے سنت نبوی والے لباس کو اختیار کرنا
٣. خود غرضی سے بچتے ہوئے ہمدردی وخیر خواہی کو تجارت وصنعت کے تمام شعبوں میں لاگو کرنا۔
٤. سپلائی روک کر اور قلت پیدا کر کے طلب میں مصنوعی اضافہ کرنے سے بچنا۔
٥. ذخیرہ اندوزی سے قیمتیں بڑہانے کی کوشش سے بچنا۔
٦. مال ودولت کمانے کی نیت کی بجائے خریداروں کی خدمت کی نیت سے تجارت کرنا۔
٧. بے برکتی والی باتوں سے بچ کر اپنی تجارت کو پاکیزہ اور بابرکت بنانے کے اسباب تلاش کرنا۔
٨. تجارت وصنعت کے تمام مراحل میں رشوت سے بچنا اور رشوت سے بچنے کے ذرائع۔
٩. سود اور سودی معاملات سے مکمل باخبر ہونا اور ان سے ہر حال میں اجتناب۔
١٠. جھوٹ سے مکمل اجتناب۔
١١. صنعت وتجارت میں دھوکہ دہی سے بچ کر اپنی تجارت کو کامیاب بنانا۔
١٢. خریدتے وقت زیادہ تولنا اور بیچتے وقت کم تولنے سے بچنا۔

۱۳. مقررہ صفات اور معیار اور نمونے سے کم سامان بنانے اور فروخت کرنے سے اجتناب اور غلطی سے بن جانے کی صورت میں اس کا حل۔

۱۴. فروخت کرتے وقت جان بوجھ کر عیب اور کم معیار کے سامان کی خرابی کو چھپانے سے بچنا۔

۱۵. سامان وقت مقرر پر اپنے خریدار کو مہیا کرنا، اور اس کے لئے ضروری تدابیر پہلے سے کرنا۔

۱۶. تجارت و صنعت میں جوا اور قمار کی تمام اقسام سے اجتاب کی کوشش۔

۱۷. وسعت ہونے کے باوجود وقت مقررہ پر دوسرے کو ادائیگی میں تاخیر سے بچنا۔

۱۸. تجارتی و صنعتی معاملات میں بد دیانتی سے اجتناب کرتے ہوئے دیانت کو وطیرہ بنانا۔

۱۹. دھوکہ دہی سے اجتناب۔

۲۰. خریدار کے سامان واپس کرنے کی صورت میں اگر استطاعت ہو تو انکار نہ کرنا اور بخوشی واپس لے کر برکت حاصل کرنا

۲۱. متعارف کرنے کی مہم (مارکیٹنگ) وغیرہ کے ذریعے مد مقابل کو ناکام بنانے سے بچنا بلکہ اس کے ساتھ ایثار سے پیش آتے ہوئے اس کی تجارت میں مدد کرنا۔

۲۲. ملازمین و مزدوروں کی حقوق تلفی سے بچنا۔

۲۳. ملازمین و مزدوروں کی کوتاہیوں سے حتی الامکان در گذر کر کے انکے دل کو جیتنا۔

۲۴. تنگ دلی و نفرت کی بجائے ملازمین و ماتحتوں کے ساتھ خوش دلی اور کشادگی سے پیش آنا۔

۲۵. تجارت و صنعت میں بد اخلاقی سے اجتناب برتتے ہوئے اچھے اخلاق سے مزین ہونا اور ہر حال میں اچھے اخلاق کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔

۲۶. اشتہاری مہم میں جاندار کی تصاویر سے بچ کر اپنی اشتہاری مہم کر زیادہ طاقت ور بنانا اور بااثر بنانا۔

۲۷. اشتہاری مہم میں جنس کو ذریعہ تشہیر بنانے سے مکمل اجتناب کر کے جنس کی بجائے مصنوعات کی طرف توجہ زیادہ مبذول کروا کر مہم کو زیادہ کامیاب بنانا۔

۲۸. تجارت و صنعت کے تمام مراحل میں اسراف اور فضول خرچی سے بچ کر منافع میں اضافہ کرنا۔

۲۹. طرز تجارت و صنعت میں لیگزیریس اور شاہانہ انداز اختیار کرنے سے بچتے ہوئے سادگی کو اپنا کر تجارتی منافع میں اضافہ کرنا۔

۳۰. تکبر اور بڑائی سے بچتے ہوئے بہت سی تجارتی مہمات کو ناکامی سے بچانا۔

۳۱. شرکاء اور پارٹنر حضرات کے حقوق و منافع میں ایمانداری و دیانتداری کے ساتھ پیش آکر اللہ تعالی کو اپنا شریک وپارٹنر بنالینا۔

۳۲. تجارت میں عزیمت پر چلتے ہوئے رخصت کو اختیار کرنے سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کر کے صنعت و تجارت کو قیمتی بنالینا۔

۳۳. بدعہدی سے بچنا اور دوسروں سے کیے گئے عہد کو پورا کرنا

- وَاَوۡفُوۡا بِالۡعَهۡدِ‌ اِنَّ الۡعَهۡدَ كَانَ مَسۡـُٔوۡلًا (الاسراء:۳۴)

ترجمہ:"عہد کو پورا کیا کرو، قیامت کے روز عہد کے بارے میں سوال ہو گا"۔

- **مطل الغنی ظلم**(الحدیث)ادائیگی کر سکنے والے مال دار کی ادائیگی نہ کرنا اور ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔

- اِنَّ اللّٰهَ يَاۡمُرُكُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهۡلِهَا(النسآء:۵۸)

"اللہ تعالی تمہیں حکم کرتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے اہل کی طرف ادا کر دو"۔

- **التاجر الصدوق الأمین مع النبین والصدیقین والشهداء یوم القیامة** (الحدیث)سچا امانت دار تاجر قیامت کے روز انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

۳۴. طلب ورسد کے مصنوعی عوامل سے نظام قدرت میں مداخلت سے بچنا۔

- ✓ ڈیوٹیز یا ٹیکس وغیرہ لگا کر قیمتوں کو کم یا زیادہ رکھنا اسلام نے پسند نہیں کیا ہے۔رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا(**ان الله هو المسعر هو القابض الباسط الزاق**)اللہ ہی نرخ طے کرنے والے ہیں، وہی قبض وبسط کی قوتیں وجود میں لاتا ہے اور رزاق ہے
- ✓ تلقی جلب یعنی آنے والے قافلے سے شہر سے باہر جا کر پہلے سامان خریدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرمایا تاکہ منڈی میں آکر وہ اصلی قیمت پر فروخت ہو۔یعنی منوپلی یا اسی طرح کے دیگر ذرائع سے اصلی قیمت سے زیادہ پر بیچنے کی کوشش کرنے سے اسلام نے منع فرمایا ہے (کتاب اسلامی معاشیات۔۳۵۲)۔

- ✓ ذخیرہ اندوزی اور دیگر ذرائع سے مصنوعی قلتیں پیدا کر کے سامان کی قیمت بڑھانے کی کوشش بھی اسلام میں محمود نہیں ہے۔
- ✓ متعارف کرنے کی مہم (مارکیٹنگ) کے ذریعے بازار پر قابو پا کر اور تجارتی حریفوں کو بازار سے باہر کر کے خریدار کو اپنی مرضی کے نرخ پر سامان کو خریدنے پر مجبور کرنا۔
- ✓ حقیقی قیمت سے کم پو خریدنا۔ جیسے حقیقی قیمت سے بیچنا اسلام نے پسند نہیں کیا اسی طرح حقیقی قیمت سے کم بھی بیچنا اسلام نے پسند نہیں کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے واقعات ہیں کہ بیچنے والے کو بتایا کہ تم مجھ سے کم پیسے مانگ رہے ہو، تمہاری چیز جو تم مجھے فروخت کر رہے ہو زیادہ قیمت کی ہے۔ یعنی اسکی حقیقی قیمت پر اس سے خریدا مارکیٹ کے گرنے سے جو قیمت کم ہوئے تھے اس پر نہیں خریدا۔

۳۵. مارکیٹنگ و متعارف کرنے کی مہم کو ذریعہ بنا کر بازار پر کنٹرول و قابو پانے سے بچنا۔

۳۶. خریدار، فروخت کنندہ یا کسی بھی فرد کو مطمئن کرنے کیلئے اللہ کا حکم ٹوٹے تو اس سے بچنا۔

حدیث شریف "لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق" کی رو سے مسلمان کو اجازت نہیں ہے کہ وہ اللہ کے کسی حکم کو توڑ کر بندوں کو راضی کرے، لہذا کوئی کسٹمر چاہے غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، کو ایسی چیز سپلائی یا فروخت کرنا جس کو اللہ تعالی حرام کیا ہو سے بچنا ضروری ہے اسی طرح کسی سرکاری افسر و ملازم کو اپنے کام میں آسانی پیدا کرنے کی غرض سے رشوت اسکے مطالبہ پر رشوت دینا غرضیکہ کاروبار میں کسی جگہ بھی انسانوں کو راضی کرنے کی غرض سے اللہ تعالی کے حکم کو توڑنے کی اسلام میں اجازت نہیں ہے۔

۳۷. تجارت و صنعت میں نرمی کرنا اور سختی سے بچنا۔

(کتاب تجارت رحمة للعالمین کی نظر میں ۵۴)۔

۳۸. حکومتی قوانین جو شریعت الٰہیت سے متصادم نہ ہوں ان کی خلاف ورزی سے بچنا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (النسآء:۵۹)

۳۹. نفع کی صورت میں ناشکری سے بچتے ہوئے پیسوں کو بچا کر رکھنے کی بجائے دوسروں پر لگانا۔

نقصانات کی صورت میں صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دینا۔

صلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

باب نمبر پچیس

ضمیمہ جات

اس باب میں مندرجہ ذیل فصلیں ہیں:۔

- پہلی فصل: لغت برائے معاشیات، تجارت، مالیات و نظامت:۔
- دوسری فصل: حوالہ جات کے ماخذ و مراجع:۔
- تیسری فصل: مشکل الفاظ

پہلی فصل: لغت برائے معاشیات، تجارت، مالیات و نظامت:۔

احصائی علوم : Actuarial sciences

بینکاری۔ مصرفی : Banking

میزانیات : Budgeting

کاروباری معاشیات : Business economics

کاروباری قوانین : Business laws

کاروباری نظریات : Business theories

حسابداریِ لاگت : Cost accounting

بشری شماریات : Demography

قیاسی معاشیات : Econometrics

معاشی ترقی : Economic development

معاشی منصوبہ بندی : Economic Planning

معاشی نظریات : Economic Theories

معاشیاتِ تعلیم : Economics of education

معاشیاتِ سیاست : Economics of politics

حسابداری : Accounting

زرعی معاشیات : Agricultural economics

معاشیات کی کتابیں : Books of economics

کاروباری جرائم : Business crime

کاروباری اخلاقیات : Business Ethics

کاروباری انتظام : Business organization

رویۂ صارف : Consumer behavior

ثقافتی معاشیات : Cultural economics

لغت (معاشیات و تجارت و مالیات و نظامت) : Dictionary of Economics, Business, Finance and Management

تجزیاتی معاشیات : Economic Analysis

معاشی نمو : Economic Growth

معاشی نظام : Economic Systems

معاشیات اور قانون : Economics and Law

معاشیاتِ پاکستان : Economics of Pakistan

معاشیاتِ خاندان : Economics of the Family	معاشیاتِ پیداوار : Economics of production
کارآفرینی : Entrepreneurship	روزگار : Employment
مالیات : Finance	ماحولیاتی معاشیات : Environmental economics
خارجی مبادلہ : Foreign Exchange	مالیاتی معاشیات : Financial economics
عمومی معاشیات : General economics	معاشیاتِ جنس : Gender economics
تاریخ معاشیات : History of economics	معاشیاتِ صحت : Health economics
صنعت : Industry	صنعتی تنظیم : Industrial Organization
تکافل : Insurance	تنظیم طرزیاتِ معلومات : Information technology management
بین الاقوامی ادارے : International Institutions/organizations	بین الاقوامی معاشیات : International economics
اسلامی معاشیات : Islamic economics	بین الاقوامی تجارت : International trade/International business
معاشیاتِ محنت : Labor economics	معاشیات کے جریدے : Journals of economics
کلیاتی معاشیات : Macroeconomics	معاشیات کی فہرستیں : Lists of economics
انتظامی معاشیات : Managerial economics	نظامت : Management
ریاضیاتی معاشیات : Mathematical/Quantitative economics	بازاریابی : Marketing
زری معاشیات : Monetary economics	جزیاتی معاشیات : Microeconomics
تحقیق عملیات : Operations research	پیشے : Occupations
تصنیع وپیداوار : Production and manufacturing	معاشیاتِ آبادی : Population economics
معاشیات مناطق : Regional economics	معاشیاتِ عوام : Public economics
مصنع لطیف برائے معاشرتی علوم : Software for social sciences	معاشیاتِ وسائل : Resource economics
دلالِ سہام : Stock broker	سہم، سہام، حصص : Stocks(shares etc)
دلالیِ سہام : Stock broking	شرکتِ دلالیِ سہام : Stockbrokerage
محاصل سہام : Stock Dividend	شرکتِ سہام : Stock company
سہام دار: Stockholder	سہامی منڈی : Stock Exchange
تاجرِ سہام : Stock Trader	زیرِ تجارت سہم : Stock in Trade
فلاحی معاشیات : Welfare economics	معاشیاتِ طرزیات : Technological Change/Economics of Technology

- دالہ=function
- افادہ=Utility
- طلب=Demand

- Supply=رسد
- Production=پیداکاری یا پیداوار (مشورہ درکار)
- Produce=پیداوار
- Cost=لاگت
- Market=منڈی یا بازار (مشورہ درکار)
- Equilibrium=توازن
- marginal=مختتم=?
- Average=اوسط
- Variable=متغیر
- Independent variable= آزاد متغیر
- Dependent variable=تابع متغیر
- Continuous variable= مسلسل متغیر=?(یہ غالباً continuum کے معنوں میں ہونا چاہیے)
- Discontinuous variable=Discrete variable= غیر مسلسل متغیر= متفرد متغیر (استعمال ہو رہا ہے تصادفی متغیر)
- Consumption=صرف
- Consumer=صارف
- Distribution=تقسیم=توزیع تصادفی متغیر
- Exchange=مبادلہ
- Producer=پیداکار
- Mixed economy=ملی جلی معیشت= mixing ? کے لیے آمیزش استعمال ہوا ہے۔۔۔ مخلوط معیشت شاید بہتر لفظ ہو۔سلمان
- Free economy= آزاد معیشت= free, independent, libre, gratis ? کے لیے علیحدہ علیحدہ الفاظ ہونے چاہیے ہیں۔
- Controled economy=پابند معیشت؟ control کے لیے تظبیط استعمال ہو رہا ہے
- Fiscal Policy=مالیاتی تدابیر ?(کیا policy کے لیے تدابیر درست ہے ؟)۔۔۔مالیاتی حکمتِ عملی زیادہ مناسب ہے۔
- Monetary policy=قدری تدابیر=?(قدر value کے لیے استعمال ہو رہا ہے) قدری حکمتِ عملی مناسب لگتا ہے۔ قدری اصل میں cash سے ملتا ہے۔مالیاتی حکمتِ عملی کے بارے میں کیا خیال ہے۔
- Mass Communication=؟

دوسری فصل: حوالہ جات کے مآخذ و مراجع

تیسری فصل: مشکل الفاظ

اردو میں استعمال ہونے والی اصطلاحات

انونٹری: مخزون

مارکیٹنگ: تسویق

اکاؤنٹنٹ: محاسب

سٹیٹمنٹ: گوشوارہ

نیٹ ورک: جال

سسٹم: نظام

سیلز: فروخت

کاروبار کی مختلف اقسام کا جائزہ (اورویو)

اثاثہ جات (ایسٹس)

واجبات (لائبلٹیز)

سرمایہ (کیپیٹل)

آمدنی (انکم)

اخراجات(ایکسپنسز)

نفع(پروفٹ)

نقصان(لاس)

گوشوارہ اثاثہ جات وواجبات(بیلنس شیٹ)

گوشوارہ آمدنی(انکم سٹیٹ منٹ)

کھاتہ/حساب(حساب کتاب)

دہرے اندراج کا نظام

بنام اور جمع کے ضوابط(کریڈٹ اینڈ رولز آف ڈیبٹ)

کاروباری معاملات ولین دین(بزنس ٹرانزکشنز)

فہرست کھاتہ جات(چارٹ آف اکاؤنٹ)

بنیادی دستاویزات کی تیاری(پری پریشن آف بنیادی دستآویز)

متعلقہ روزنامچہ میں عمومی اندراجات(جنرلائزنگ دی ٹرانزکشنز)

بہی کھاتہ میں اندراج کی منتقلی(پوسٹنگ ان جنرل لیجر)

پڑتالی میزان بقایانامہ کی تیاری(پرپیریشن آف ٹرائل بیلنس)

مطابقتی اندراجات(ایڈجسٹنگ اندراجز)

مطابقتی پڑتالی میزان بقایانامہ کی تیاری(پرپیریشن آف ایڈجسٹڈ ٹرائل بیلنس)

گوشوارہ آمدنی کی تیاری (پری پریشن آف انکم سٹیٹ منٹ)

گوشوارہ اثاثہ جات وواجبات کی تیاری (پری پریشن آف بیلنس شیٹ)

متعلقہ روزنامچہ (ریلیونٹڈے بک)

خرید: روزنامچہ خرید (پرچیز ڈے بک)

فروخت: روزنامچہ فروخت (سیلڈے بک)

واپسی خرید: روزنامچہ واپسی خرید (پرچیز ریٹرنڈے بک)

واپسی فروخت: روزنامچہ واپسی فروخت (سیلز ریٹرنڈے بک)

نقد لین دین: روزنامچہ نقد (کیش بک)

دیگر کاروباری معاملہ: متفرق روزنامچہ (جرنل)

۱) بنک پیمنٹ واؤچر:۔ بنک کی ادائیگی کی رسید

۲) بنک ریسیٹ واؤچر:۔ بنک کی وصولی کی رسید

۳) کیش پیمنٹ واؤچر:۔ نقد ادائیگی کی رسید

۴) کیش ریسیٹ واؤچر:۔ نقد وصولی کی رسید

۵) جرنل واؤچر:۔ رسید عام

صلی اللہ علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ وسلم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین